۶۸۶

لکھشمی

اور

خطۂ مینو نظیر کشمیر

مصنفہ

سردار لال سنگھ صاحب مرحوم میر منشی محکمہ کشمیر ریذیڈنسی

سابق اڈیٹر اخبار "آفتاب نور" و انجمن پنجاب لاہور مصنف ناول
"بیوہ عورت کی فریاد" "ہندوستان کے حالات چینی سیاح کے خیالات"

جس کو حق کاپی رائٹ لے کر

بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز بک ڈپو لاہور

لوہاری گیٹ نے

مطبع خادم ہندوستان اسٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

متفرق کتابیں

مجموعہ کشتہ جات مصنفہ حکیم غلام قادر صاحب لاہوری۔ عجیب طاقت بھرے کشتے
خدا نے سب بنائے ہیں) قیمت اصلی ۴ر۔ رعایتی ۲ر
کہ چند دن میں زرکشندن یہ کردیں جسم انسانی۔

نسیم رہبر بہار ہو مصنفہ ولی محمد صاحب جمعدار ملٹری ورکس کپورتھلہ۔ جناب اگر اس
کتاب کو ایک نظر سے دیکھ لیں تو فوراً باجہ بجانے لگ جاوینگے
ایسی ایسی اعلےٰ غزلیں جو کسی مجلس میں جاویں تو واہ واہ ہو۔ دوسرا ایڈیشن ہے
قیمت اصلی ایک روپیہ۔ عہ۔ .... رعایتی آٹھ آنے ۸ر

پھول پیاری ایک اخلاقی ناول عورتوں کے پڑھنے کے قابل نصیحت آمیز اور ہر
دل عزیز ناول ہے حجم ۲۲۸ صفحے۔ قیمت اصلی عہ رعایتی ۶ر

مکمل مہابھارت مصنفہ افق دوار کا پرشاد صاحب قیمت عصہ رعایتی معہ

پریم دیوی } اس میں شراب خانہ خراب کی مٹی پلید کرکے دکھائی ہے کہ ایک نظر ناول
کے دیکھ لینے سے شراب چھوٹ جائے۔ قیمت ۶ر

قرابادین قادری علم طب کی نایاب کتاب چھاپہ نفیس کاغذ اعلےٰ خوشخط قیمت ۱۴ر

یوگ بشسٹ اردو مکمل مصنفہ ہردیو کرت۔ قیمت رعایتی صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ
عہ پورے چھ گران۔

فسانہ آزاد مکمل مصنفہ پنڈت رتن ناتھ سرشار لکھنوی۔ قیمت جلد اول ۶ر
جلد دوم ہے۔ جلد سوم ہے۔ جلد چہارم ہے۔

وڈی جنم ساکھی گورو نانک صاحب ۔ اردو خوشخط معہ تصویر ...

المشتہر

بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ

۸۹۶

ناول

لکشمی اور خطۂ بینظیر کشمیر

باب اوّل

قلعہ ہری پربت

سیاحانِ کشمیر جب بارامولا سے کشتی میں سوار ہو کر سری نگر کو روانہ ہوتے ہیں یا راستہ بانہال کی طرف سے آتے ہوئے پامپور کے نزدیک پہنچکر سرزمین سرینگر میں داخل ہوتے ہیں تو عظیم الشان کوہستان کشمیر کے درمیان سب سے پہلے جو بلند عمارت نظر پڑتی ہے وہ ایک قلعہ سنگین ہے جو ہری پربت کی چھوٹی سی پہاڑی پر بڑی خوشنمائی سے بنا ہوا ہے یہ قلعہ ہری پربت کے نام سے ہی موسوم ہے اور سرینگر کے چاروں اطراف سے، یا ۵ میل کی دوری سے برابر دکھائی دیتا ہے ہم آغاز داستان اس قلعہ ہی سے کرتے ہیں۔!

اس اونیسویں صدی کے شروع میں خطۂ کشمیر پر محمد عظیم خان بارک زئی کا

دورِ حکومت ہو چکا تھا۔ اس کا چھوٹا بھائی جبار خاں سپہ سالارِ فوجِ کشمیر تھا۔ اسی برس گذشتہ کا زمانہ اگرچہ آج سے بہت دور کا زمانہ نہیں ہے۔ لیکن اس صدی کے اس ابتدائی حصہ میں شاہان اسلام کے عہدِ حکومت میں خطہ بینظیر کشمیر پر جو جو جور و ستم ہوئے وہ صفحاتِ تاریخ کشمیر سے بخوبی روشن ہیں ؂

اِلّا ہم اپنے اس ناول میں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس ظلم و ستم اور خونریزی کے زمانہ میں بھی ظلم و انصاف۔ مروت و خودغرضی۔ محبت و بیوفائی۔ عشق و جدائی الغرض نیکی و بدی کے ثمرے و نتائج کا ظہور اسی طریق پر ہوتا رہا ہے جو انسانی فطرت کی صفات اور قانونِ قدرت سے باہر نہیں ہو سکتا۔ اور مثلاً شئے حقیقت کو اس دنیا کی بلندی و پستی کا قابلِ عبرت سبق دیتا ہے اور بتلاتا ہے کہ اس دارِ مکافات میں وقت مقررہ پر جس کی قید میں کہ طلسم جہاں بندھا ہے۔ خود ہی حقیقت حال کھل جائیگا اور افعال و کردار کے نتائج کا غنچہ دستِ قدرت سے شگفتہ ہوکر اصلی صورت میں اہل جہاں کو اپنی رنگت دکھائیگا۔

خطۂ کشمیر میں عظیم خاں کا عہد حکومت وہ زمانہ تھا جب کہ ظالم فرمانرواِیان کی خونخوار تلوار بیگناہوں کا خون پیکر سیر ہو چکی تھی اسکا آفتاب نصف النہار کے درجہ سے گذر کر بالائے شام پہنچنے کی رنگت میں مبدل ہو جاتا تھا۔ تسپر بھی کوئی نہ کوئی ایسا خوفناک حادثہ ہو گذرتا تھا۔ جو ایک قابل یادداشت تاریخی واقع ہو سکے۔ چنانچہ ان ظلم و ستم کے سٹیج کا جو پردہ کہ تاریخ کے نائک نے بدلا تو تماشائیوں کو یوں نظر آیا۔ کہ بجائے سلطنت اسلامیہ کے خطۂ کشمیر پر مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب کا دورِ حکومت ہو گیا جس سے ساکنان کشمیر کی کایا پلٹ کر اور ہی رنگ و لباس یا بدحالی سے خوشحالی و فارغ البالی کی صورت میں مبدل ہو گئی۔

ناظرین جس تاریخی واقعہ سے کہ ہمارا ناول شروع ہوا چاہتا ہے۔ وہ قلعہ ہری پربت کی بلند چوٹی پر نئی تعمیرات کا وہ حصہ ہے جو ۱۲۳۶ء ہجری میں عطا محمد خان نے اس قلعہ کو مستحکم بنانے کے لیے تعمیر کیا تھا۔ اور جواب تک موجود ہے۔ لیکن تغیرات

زمانہ نے بیشک اسکو اور ہی وضع وصورت میں بدل دیا ہے۔

آخر ماہِ اپریل کی ایک شام کو اس عالیشان قلعہ کی بارہ دری میں جبار خان نے محفل رقص سرود آراستہ کی ہوئی تھی خطۂ کشمیر میں ماہ اپریل کے دن ہندی مہینہ بیساکھ کے مطابق ہیں۔ جو موسم بہار کی آمد آمد کے باعث بلند کوہستان کشمیر کی چوٹیوں پر سے برف ڈھل جاتے اور سبزہ ودرخت زار کے سرسبز ہونے سے ایسی خوشگوار رت بدلتی ہے کہ فی الحقیقت بقول اہل ایران آردی بہشت کے ایام ہوتے ہیں۔ اس موسم میں خطۂ کشمیر نرالی رنگت میں کا یا پلٹتا ہے۔ جو دنیا بھر کے مقامات کے مقابل قابل دید ہے نہ شنید۔

پس ایسے مرغوب الطبع عالی مقام پر رقص وسرود کی محفل کے گرم ہونے پر شب چاردہم کی چاندنی اور خوش آئیندہ ہوا کے جھوکوں سے حاضرین جلسہ کے دلوں پر عجیب کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ بارہ دری کے دریچوں سے ایک طرف مثل آئینہ کے تختۂ آب ڈل اور دوسری جانب دریائے جہلم سانپ کیطرح لہراتا ہوا قابل دید نظارہ دکھا رہا تھا۔ اور پری زادان کشمیر کا نغمہ وہ دل لبھانیوالی سریلی سروں پیدا کرتا تھا جس سے کہ اہل محفل دل از دست دادہ ہو رہے تھے۔

جبار خاں بلند تخت گاہ پر بیٹھا ہوا اپنے مصاحبوں کے ساتھ جو اس کے چپ و راست نشست پذیر تھے اپنے کارناموں کے تذکرے بڑے فخر و تمکنت سے کر رہا تھا۔ اس محفل میں ایک شخص فقیرانہ لباس پہنے (جو کہنے کو تو بیشک فقیرانہ وضع کا تھا لیکن عمدہ اور نرالے ڈھنگ کا تھا) جبار خاں کی دائیں جانب خاموش بیٹھا ہوا جلسہ کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ یہ شخص بلند قامت الاغر جسم تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی۔ پیشانی کشادہ۔ ناک لمبی کھلے ہوئے جبڑے بڑے بڑے دانت اور سر کے بال دراز تھے۔ داڑھی اگرچہ منڈھی ہوئی لیکن قلندرانہ وضع کی اور مونچھیں لمبی تھیں اس کے چہرہ سے رعونت برستی تھی اور اس کی ہیئت سے ظاہر تھا کہ وہ ایک مسخرہ درویش ہے جسکا جبار خاں کو بھی بڑا پاس و ادب ہے۔

قریب نصف شب کے جب کہ رقص و سرود اور شراب کی گرمی سے محفل خوب گرم ہو رہی تھی۔ جبار خاں کے دل میں یکایک کچھ بات یاد آگئی۔ اور اس نے نشہ کی مستی کی حالت میں جلسہ سے ذرا توجہ پھیر کر کچھ دل میں سوچا۔ اور گردن بلند کر کے چوبدار کو جو سامنے مسلح کھڑا تھا۔ اشارہ سے کہا۔ کہ بلبل خاں خواجہ سرا کو حکم دو کہ اس ہندو مہ جبین کو جو دو ہفتہ سے اس کی قید میں ہے۔ ہمارے سامنے حاضر کرے۔

فقیر نے جبار خاں کے منہ سے یہ کلمات سُنکر اپنی خاموشی کی حالت سے ذرا جنبش کی۔ پہلے تو اس کے چہرہ پر ملال کے آثار نمایاں ہوئے۔ لیکن بعد و جھٹ اُس کے لبوں پر تبسم آگیا۔ اور وہ خاموشی کی حالت میں ہو گیا۔

اس اثنائے میں جبار خاں نے فقیر صاحب کیطرف رُخ پر جوش پھیر کر کہا۔ حضرت اگرچہ اس ہندو مہ جبین کی نسبت جو دو ہفتہ سے ہماری قید میں ہے مجھے جناب سے ذکر کرنیکا موقع نہیں ملا۔ لیکن اب جس وقت آپکے سامنے حاضر ہوگی۔ تو آپ اُس کی دلفریب صورت سے دیکھینگے۔ کہ ایسے خوبصورت معشوق دنیا میں بہت ہی نایاب ہیں اور خاصکر میں نے تو آج تک ایسی حسین دلربا دیکھی ہی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ سے ایسی شوخی اور رعب و جلال ٹپکتا ہے۔ کہ جب میں دلی آرزو کے اظہار کے لیئے اُس کے سامنے کچھ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ تو وہ ایک ایسی ترچھی نگاہ اور پر غضب چہرے سے میری طرف مثل بجلی کے جھلک ڈالتی ہے۔ کہ میری قوت گویائی خود بخود بند ہو جاتی ہے میں ہر چند چاہتا ہوں کہ اپنے رعب داب کو کام میں لاکر اس پر سخت غلبۂ اثر ڈالوں لیکن اس کی سحری صورت سے مجھ جیسے بہادر کی طاقت پر الٹا اثر پڑتا ہے۔ دھمکیاں دیتے ہو تم جذبۂ دل کی ایسی الخ ٭ بندہ پرور محبت کی حکومت کیسی۔ خیر اس وقت میں نے مستصمم ارادہ کر لیا ہے کہ احباب جلسہ کے سامنے یا تو وہ حاضر ہو کر دین اسلام قبول کر کے میرے عقد میں آنا پسند کرے۔ ورنہ اس [illegible] تہ خانہ میں

جہاں آگے کئی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اسلامی شمشیر سے اُس کے حسن و جمال کی آب و تاب مٹائی جاوے کیونکہ ایسے خونخوار کا معشوق کا دشمن دین ہو کر میرے خطۂ حکومت میں زندہ رہنا میرے لیئے باعث شرم اور خلاف ایمان ہے" ۔

فقیر نے جبار خاں کے منہ سے یہ کلمات سُنکر ہنستے ہوئے چہرہ سے جواب دیا "خدا کی مرضی"۔ اسی اثنا میں بلبل خان نے اُس مہ جبین کو بے نقاب لاکر محفل میں کھڑا کر دیا۔ جس کی پاک صورت دیکھتے ہی تمام اہل محفل دنگ ہو گئے ناظرین کے دلوں میں اس بیکس برہمن کی لڑکی کی صورت کا نقشہ جانے کی غرض سے جس کی ظاہری ہیئت ولباس کو اگرچہ انسان کے ظالمانہ سلوک نے بگاڑ رکھا تھا لیکن دست قدرت نے اُس کے حسن پر ہی تمثال کو ظہور پذیر کیا تھا۔ اور جو خونخوار جبار خاں کی قید میں مقید ہو کر اس بیکسی و غربت کی حالت میں مبتلا رہتی۔ ہم یُوں بیان کرتے ہیں۔ ایک چودہ برس کی دراز قد موہنی صورت جسکا سر گول لمبے سیاہ بال۔ گردن دراز پیشانی کشادہ۔ ابرو مثل ہلال۔ پرجوش آنکھیں جن کے اندر سے بجلی کی سی چمک نکل رہی تھی۔ مثل غنچہ کے دہن تنگ۔ باریک لب جن پر حسرت و یاس سے بجائے سرخی کے سفیدی نمودار ہو رہی تھی۔ گلاب کے پھول کی مانند دونوں رخسارے لیکن اُن پر بھی گل یاسمن کا سایہ پڑ رہا تھا۔ اوبھری ہوئی چھتیاں جو غصہ و غضب کے جوش سے پیراہن چاک کئے ڈالتی تھیں۔ بل کھاتے ہوئے پتلی کمر جس پر کہ ہاتھ تھام کردہ کھڑے ہونے کے لئے سہارا بنائے رہتی۔ الغرض تمام دست و پا اور اعضا موزوں اور مناسب وضع میں سادہ لباس میں ملبوس تھے۔ لیکن اس مہ جبین کا اس صورت و ہیئت میں جبار خاں کی محفل میں یوں کھڑا ہونا مثل ستی کے سوانگ کے ست کی چتا پر پرجوش نورانی چہرہ اور خداداد طاقت کے سانچہ میں ڈھل کر کھڑے ہوتا تھا۔ وہ اپنے دانتوں میں جو آبدار موتیوں کی طرح چمک رہے تھے لب حسرت کاٹ رہی تھی۔ اور نازک انگلیوں کے ناخن مٹھی میں بند کئے بائیں ہاتھ کو بڑے حوصلے سے کمر پر رکھے مثل ایک آسمانی فرشتہ کے نورانی زلالہ پُر غضب صورت

میں جبار خاں کے سامنے کھڑی ہوئی گویا زبانِ حال سے کہہ رہی تھی۔ کہ بتا بدبخت ظالم کیا کہتا ہے۔!!!

جبار خان نے تامل کر کے اُس طرف دیکھا۔ اُس وقت اُس کے دماغ سے نشہ کی مستی کافور ہوئی جاتی تھی۔ اور اگرچہ حلق سوکھ رہا تھا۔ اِلّا اُس نے حوصلہ کو کام میں لاکر بلند آواز سے ہنسکر کہا۔ اُے مہ جبیں تو دو ہفتہ سے اس تکلیف و مصیبت کی حالت میں مبتلا ہو رہی ہے۔ لیکن دین اسلام قبول کر کے ہمارے عقد میں آنا نہیں چاہتی؟ خیر اب بھی بتا دے۔ اکہ کیا ارادہ ہی؟ یا تو اس وقت فی الفور مذہب اسلام سے مشرف ہوکر اور آج رات ہی میرے عقد موصلت میں آکر میری جان و مال کی مالک بن ورنہ اسلامی شمشیر کی تیز دھارے اس ہری پربت کے اس خوفناک تہ خانہ میں جہاں آگے تیری سینکڑوں قوم قتل ہو چکی ہے تیرے نازک جسم سے اگرچہ میرا تن تو نہیں لیکن تلوار تو گرم ہو جائیگی۔؟ بول جواب دے جلاد سر پر کھڑا ہے۔!!

مظلوم لڑکی نے جبار خاں کے مُنہ سے کلمات سنکر بڑے طیش و غضب سے اس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور پھر بڑے حوصلہ سے لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اُے ملعون ظالم تو بے ایمان ہے! میں ہرگز تیرے دین کو پسند نہ کرونگی۔ تو بیشک ہری پربت کے تہ خانہ میں میرا خون بہا دے۔ لیکن یاد رکھ کہ جس شمشیر سے مجھ بیگناہ بیکس کا خون بہیگا۔ وہی شمشیر کسی دن جو بہت دور نہیں ہے۔ (کیونکہ میرے اندر سے اس وقت آکاس بانی ہو رہی ہے۔ اور میں اس کی تحریک سے کہتی ہوں۔ تیری گردن کا خون چاٹ کر سیر ہوگی اور یہ تیرے تمام ہم مذہب و معاون سوائے اس خدا پرست فقیر کے تیرے ساتھ اسی جہنم کے تہ خانہ میں غریق و فی النار ہونگے"۔

بے مدد لڑکی ابھی اپنے کلام کو ختم نہ کرنے پائی تھی۔ کہ جبار خان نے اُسے بولنے سے روکا [illegible] لیکن غضب حالت میں

اور کچھ دل میں سوچنے لگا اُس کے اطوار سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قسم کے بد اراد کر رہا ہے۔ کہ اُسے قتل کرانے سے پیشتر جبراً اس کی عفت و عصمت میں فرق لائے فقیر نے اس کے دلی ارادوں کو جھٹ سمجھ لیا۔ اور جبار خاں کی طرف مخاطب ہوکر بولا۔ بس بس جبار خاں اپنے کلمہ و سخن کا ہمیشہ پاس کرنا چاہیئے۔ جب عورت مسلمان ہونے سے انکار کرتی ہے تو اس کو اپنے حکم کے بموجب تہ خانہ میں بھیجکر قتل کروا ڈال۔ لیکن بخلاف اس کے دل میں کچھ اور ٹھاننا ہرگز مناسب نہیں"۔ یہ سُن کر جبار خاں فقیر کے کہنے کے برخلاف کچھ منہ سے نکالنا چاہتا تھا کہ فقیر نے جھٹ اُسے روک کر کہا بس بس ورنہ! ورنہ ابھی!!!۔

جُبار خان نے فقیر کے یہ غُصّہ بھرے الفاظ سُن کر کہا۔ نہیں حضرت ہرگز نہیں جو آپ کی مرضی۔ تسپر فقیر نے پہلے لڑکی طرف دیکھا اور پھر بجائے بلبل خاں خواجہ سرای کے جبروت نام خواجہ سرای کو جو سامنے شمشیر لیئے کھڑا تہا۔ اشارہ سے کہا تم اس ہندو لڑکی کو حسب معمول تہ خانہ کے نیچے لے جاؤ اور چشمہ ڈل کی سیڑھیوں پر جو تہ خانہ کی سب سے آخری منزل پر واقع ہیں اُسے اول کپڑوں سمیت نہلا دو۔ بعدہٗ وہ خاص کلام پڑھکر ہمارے حضرات کی نذر کرکے گردن زنی کردو۔ تاکہ اس قربانی سے وہ بعد مرگ ہمارے ارواح کے طائفہ میں شامل ہوکر ہمارے کام آئے۔ بس جاؤ خبردار خبردار اس کے خلاف ہرگز عمل میں نہ آئے۔

یہ سنتے ہی جبروت خواجہ سرای بکیس لڑکی کا ہاتھ پکڑکر اُسے ایکطرف لے چلا اور جبار خان نے فقیر صاحب کی خدمت میں آداب کرکے کہا بہت خوب بہت مناسب جناب نے اس دشمن دین کی یوں قربانی کرنا مناسب سمجھا۔ آگے بھی جناب اس قسم کی چھ قربانیاں اس تہ خانہ میں لے چکے ہیں۔ فقیر نے کہا بیشک یہ ساتویں ہے

باب دوم

شنکر آچارج

ہائے ہائے۔ کدہر جاؤں۔ کیسے جاؤں آنکھوں میں غبار چھا رہا ہے رات دہلوں دہل ہونے سے عالم تاریکی دم بدم بڑھتا جاتا ہے یہ سنسان مقام اور پہاڑ کی چڑہائی تسپر مصیبت کا سامنا اگر میرے لیے سخت تکلیف دہ نہیں ہے تو اور کیا ہے!!

ہائے ہائے۔ کن امیدوں سے میں دیوتا کے پوجن کو آرہی تھی۔ اور اب کس یاس و مایوسی کی حالت میں اس کے درشن کو جاتی ہوں۔

ہائے ہائے لکھشمی تو کہاں گئی۔ تیرے بن میری اب کیا حالت ہو رہی ہے۔ او میری نور دیدہ تو کیوں میری آنکھوں سے نہاں ہو کر میرا نور کھو رہی ہے۔ تیرے باپ کو جو اس پوتر استھان میں مجھے آج ملیگا۔ تیرے گم ہونے کی کہانی میں کیا سناؤنگی۔ اے نیند تیرا ستیاناس ہو تو بجائے مجھپر اپنا غلبہ پانے کے میری موت کیوں نہ بن گئی۔ جو میں بیدار رہ کر اپنے آپ کو اس رنج و غم کی حالت میں نہ دیکھتی۔ اور عذاب زندگی سے چھوٹ جاتی! ہائے بدبخت نیند یہ تیرا ہی بد اثر تہا۔ کہ میری پیاری لکھشمی مجھ سے جدا ہو گئی معلوم نہیں کہ اُسے جنگل کا کوئی بھیڑیا جھپٹ کر لے گیا۔ یا کسی منگھش کا من بے ایمان ہو گیا۔ جو اُسے میرے پہلو سے اٹھا لے گیا۔ نہیں! نہیں وہ کسی جنگلی درندہ کا شکار نہیں ہوئی۔ اگر کوئی بھیڑیا وغیرہ میرے پاس آتا تو ضرور اُس کی آہٹ سے میں چونک اُٹھتی۔ الکھشی ہی اُس کی گرفت میں آنے سے چیختی چلاتی بے شک

بیشک اُس کا لیجانیوالا تو وہی خونخوار درندہ انسانی شکل میں ہے۔ جو لُٹے کی جھکت سے یوں بے خبری کی حالت میں میرے پہلو سے چپکے لے گیا۔ ہائے ملیچھ زُرکو تمہارا ستیاناس! تمہارا راج نشٹ ہو جائے اب یہ چھوٹی سی پہاڑی کا راستہ بھی مجھ سے طے نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سنسان عالم میں میں یہاں پر ٹھیر بھی نہیں سکتی ہوں۔ کیونکہ اگر آج رات پوجن میں شامل نہ ہوئی تو دیوتا کے غصہ و سزا کا صدمہ ہو نگی۔ معلوم نہیں کہ آگے مجھ سے کیا بگاڑ و نکبن ہُوا ہے جو اس بُری حالت کو پہنچی ہوں۔ اے مہادیوجی مہاراج آپ مجھے طاقت و ہمت بخشو جو میں حوصلے و استقلال سے قدم اُٹھاتی ہوئی تیرے حضور میں پہنچ سکوں۔

ناظرین جس عورت کے منہ سے یہ دل جلے کلمات نکل رہے ہیں وہ لکھشمی کی ماں ہے۔ جو اپنی بیٹی کو ساتھ لئے شنکر آچارج جی کے درشن کو آرہی تھی۔ کیونکہ اسی رات کو بوقت دس بجے وہاں شیوجی کے مندر کے سامنے درگا کا بڑا پوجن ہونیوالا تھا جس کے لئے درگا کے خاص خاص اُپاسک پیشتر سے ہی بُلائے گئے ہوئے تھے۔

شنکر آچارج کی چڑھائی قریباً دو میل ہونے سے ایسی سخت ہے کہ اچھے اچھے جوان بھی اُوپر چڑھتے ہُوئے تھک کر کئی دفعہ دم لینے لگ جاتے ہیں۔ پس ایک ایسی عورت کی حالت کو جو کئی میل سے سفر کر کے لکھشمی جیسی خوبصورت بیٹی کو ساتھ لئے دیوتا کے درشن اور اپنے خاوند سے ملنے کے لیئے جو مدتوں سے اُس سے جدا ہوا ہوا تھا آرہی تھی آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسی بھیانک اور تکلیف دینے والی ہو سکتی ہے۔ پھر چونکہ اسی شام کو درگا کے درشن اور چرنامت لینے سے اس بیکس عورت نے اپنا برت اُپار نا تھا۔ تو وہ تمام دن کی بھوکی پیاسی بھی تھی۔ اس پہاڑی پر نہ تو کوئی درخت ہے۔ اور نہ اردگرد کوئی چشمہ و نہر جاری ہے جیسا کہ اور ایسے پہاڑی مقامات پر اکثر ہُوا کرتا ہے۔ پس اس سنسان عالم میں یہ مسکین عورت جس کا نام کہ پاربتی ہے۔ گرتے پڑتے کمر پر ہاتھ دھرے اور ہانپتی

ہوئی دیوتا کے درشن کے لیئے پہاڑ پر آہستہ آہستہ چڑھتی جاتی تھی۔ کبھی وہ تھک کر بیٹھ جاتی۔ اور ہائے ہائے کے کلمات اُس کے منہ سے نکلتے مگر اور وہ کہتی کیوں اُس نے ناحق ایسا سفر اختیار کیا جو اِس دُکھ و رنج کی حالت میں مبتلا ہوئی۔ لیکن وہ ایک اچھے پنڈت کی لائق استری ہونے سے پھر بول اُٹھتی کہ کیا اس قسم کے مصائب گھر میں بیٹھے بٹھائے عاید حال نہیں ہو سکتے ہیں۔ اور مشاہدہ کو انہیں مجبوراً برداشت کرنا نہیں پڑتا ہے۔ میرے اس دُکھ و رنج میں بھی درگا کا کچھ منشا ہوگا۔

پس ایسے خیالات میں مبتلا اور بہت سی ٹھوکریں کھاتی ہوئی قریباً نو بجے رات کے بیچاری پاربتی شنکر آچارج کی پہاڑی کے سر پر جا پہنچی۔

اس پہاڑی پر فی زمانہ بہت چھوٹا سا مرتفع میدان ہے۔ الاجن زمانہ کا کہ ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اُس وقت شنکر آچارج جی کا مندر ایسی کس مپرسی کی حالت میں نہ تھا۔ بلکہ اس پہاڑی پر مندر کے سامنے اور بھی کئی ایک چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں کے مندر بنے ہوئے تھے۔ جن کے اردگرد پوجاریوں کے گھر اور یاتریوں کے ٹھیرنے کے واسطے بطور مسافر خانہ کے ایک چھوٹا سا مکان بھی تھا۔ جس میں کہ حسب ضرورت چند یاتری یا مسافر بآرام گذارہ کر سکتے تھے۔ اور مندر کلاں کے سامنے ایک پتھر کی سیڑھیوں کا چھوٹا سا تالاب تھا جس کے چاروں گوشوں پر چار حوض بہت چھوٹے چھوٹے بنے ہوئے تھے جنمیں کہ آب باراں جمع رہ کر اس مندر کے متعلقین کے لیئے کارآمد ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ فی زمانہ اردگرد کے تالابوں کے کسی قدر نشانات تو دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن مندر کے سامنے کے چھوٹے سے میدان کے سوا اب کوئی گھر یا مکان جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ نظر نہیں آتا۔ ہاں اس وقت بھی جو سیاح کہ شنکر آچارج جی کے مندر کلاں کے قیام کو دیکھیگا۔ اس کے دل میں یہ ضرور خیال آئیگا کہ ایسا عظیم الشان [illegible] تعمیر [illegible] بنیاد [illegible] ہرگز اغراض نہ ہونگے

کہ اُس کو رونق حاصل ہونے کے سامان مُہیّا نہ ہوں۔ جو اُسی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ مندر کی پوجا کے لیئے پوجاریوں کے ہر دم وہاں موجود رہنے اور یاتریوں کے پہاڑ پر پہنچکر ٹھیرنے کے واسطے مکانات موجود ہوں جن میں کہ لوگ بخوبی آرام سے سکونت پذیر ہو سکیں اس پہاڑی کے دامن میں چاروں طرف قطعات آبادی اگرچہ اب بھی موجود ہیں۔ جو فی زمانہ درگجن۔ کنارہ ڈل یعنی گگری بل گپکار۔ اور سونرواڑ وغیرہ کے ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ لیکن ان مقامات سے وقتاً فوقتاً ڈیڑھ میل کی چڑھائی و اترائی سے پوجاریوں و یاتریوں کی ضروریات کا پورا ہوتے رہنا نہایت ہی مشکل ہے۔ پس اسی غرض سے اس مندر کے اردگرد ضروری تعمیرات بنی ہوئی تھیں اور جبوقت سے کہ وہ منہدم ہو گئی ہیں اس مندر کو بھی اب وہ رونق نصیب نہیں رہی۔ بلکہ مندر پر پہنچکر دیکھنے سے چاروں طرف اوجاڑ ہی دکھائی دیتی ہے۔ جب کوئی فہیم شخص مندر کی بناوٹ پر نظر ڈالکر دیکھیگا تو اُسے معلوم ہوگا کہ مندر کی تعمیر میں ایسی ایسی کلان پتھر کی سلیں لگی ہوئی ہیں جو اس زمانہ میں ہندوستان بھر میں کہیں کہیں ایسے متبرک مندروں کی تعمیر میں مستعمل ہوئی نظر آتی ہیں۔ یعنی ایک ایک سل ایسی بھاری ہے۔ جسکو بیس آدمیوں کا مل کر اُٹھانا بھی دشوار نظر آتا ہے۔ اور پھر جب کہ ہزارہا سلیں تعمیر کے کے لیئے دور دراز فاصلہ سے لائی گئی ہوں۔ تو کس قدر مالی اخراجات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پس کیا جس عالی حوصلہ شخص نے اسقدر عظیم الشان صورت میں ایسے بلند مقام پر تعمیر مندر کا ارادہ کیا ہے وہ اُس کی دائمی رونق کے دیگر لوازمات بہم پہنچانے میں کوتاہی کر سکتا ہے۔ الغرض اس زمانہ میں شنکر آچارج جی کی صورت و رونق کو ویسا ہی خیال کرنا چاہئے۔ جو اب ہندوستان کے نامی گرامی مندروں کو حاصل ہے۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ راجات کے زمانے کے وقت بھاری یاترا شنکر آچارج

ی پہاڑی کے سرے پر پہنچی۔ پس اُس نے دیکھا کہ مندر کے سامنے تالاب پر قریباً ایک سو اشخاص کے جمع ہو رہے ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چراغ جل رہے ہیں۔ اور مندر کے گنبد میں روشنی بخوبی جلوہ گر ہونے سے مندر کی عجیب پُر رونق صورت بنی ہوئی ہے۔

پاربتی نے سب سے اول مندر کی پہلی سیڑھی پر سر جھکا کر ماتھا ٹیکا اور پراتھنا کے چند کلمات چپکے سے منہ سے نکالے۔ پھر تالاب کی طرف آکر ایک طویل القامت پنڈت سے جو وہاں کھڑا تھا۔ ماتھا ٹیکتے ہوئے سر جھکا آہستہ سے کچھ پتہ دیکر پوچھا کہ فلاں پنڈت جی کو آپ نے یہاں دیکھا ہے یا نہیں؟

یہ پنڈت جس سے کہ پاربتی ہم کلام ہوئی مندر کا پوجاری شنکر پنڈت نامی تھا۔ جس نے جواباً پاربتی کو کہا کہ نہیں ابھی تک تو وہ پنڈت جی جسکو تم تلاش کر رہی ہو نہیں پہنچے ہیں۔ پس اسی اثنا میں مندر سے نوبت نقارہ بجنے شروع ہوئے اور سب لوگ ادھر اُدھر سے آکر ایک ہون کنڈ پر جو درگا کے پوجن کے لیئے مندر کے سامنے تالاب کے کنارہ پر پیشتر سے ہی بنایا ہوا تھا اکٹھے ہوئے۔ چند چیدہ چیدہ پنڈت لوگ تو کنڈ کے کناروں پر ہاتھوں میں لکڑی کے شرو سے لیکر بیٹھے۔ اور باقی کے بہت سے اشخاص فرش سبزہ گھاس پر جو قدرت نے تالاب کے کناروں پر بچھا رکھا تھا۔ چپ چاپ بیٹھ گئے۔ بیچاری پاربتی ایسی بیکسی اور مایوسی کی حالت میں تھکی ہوئی ایک گوشہ میں بیٹھکر کبھی تر بتر نگاہوں سے مندر کی طرف دیکھتی اور پھر کبھی ہون کنڈ کی جانب نگاہ ڈالتی۔ اور پھر دل میں سوچتی کہ کیا باعث ہے جو میرے سوامی پنڈت جی مہاراج نہیں آئے۔ ان کا پہنچنا تو آج یہاں بہت ضروری تھا۔ بلکہ اُن کے خط کے بموجب تو وہ یہاں کبھی کے پہنچ چکے ہوتے۔ ہے پرمیشور! تو دیا کر یہ مجھ پر کیسے کیسے رنج و غم آنے لگے ہیں۔ ایک تو پہلے سے ہی میری نور چشم لخت جگر بیٹی لکھشمی جدا ہو چکی ہے۔ اب خاوند کے یہاں نہ پہنچنے سے اور زیادہ فکر اندیشہ پیدا ہوتا جاتا ہے۔ پاربتی ابھی سوچ ہی رہی تھی

مبتلا تھی۔ کہ ایک طرف سے ٹن۔ ٹن گھنٹے بجنے کی آواز آئی جو رات کے دس
بجے تھے۔ اتنے میں پاربتی نے پہاڑی راستہ کی جانب نظر اُٹھا کر دیکھا۔ کہ
اُس کا پتی معہ ایک فقیر کے (جو کسی قدر پنڈتانہ لباس میں ملبوس تھا) چڑھائی
کی آخری سیڑھی سے چڑھ کر میدان میں پہنچا ہے وہ اپنے پتی کو دیکھتے ہی نیم مردہ
صورت میں اُسے جا ملی۔ اور ایک ایسے رنج وغم کی حالت میں اس کے سامنے
سر جھکائے کھڑی تھی۔ کہ اس کی صورت سے یاس وحسرت ٹپک رہی تھی وہ منہ سے
کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن غم سے اس کا گلا ایسا گھٹا تھا کہ لفظ تک منہ سے نکالنا اُس
کے لئے دشوار ہو رہا تھا اس کے پتی نے یہ حالت دیکھ کر کہا پاربتی! پاربتی! کیا
ہے کیوں ایسی مغموم ہو۔ لکھشمی کہاں ہے۔ کیا وہ تمہارے ساتھ نہیں آئی۔
ہیں!! ہاں!!! تم کیوں رونے لگ گئی ہو۔ تمہارے سانس کیوں بند ہوئی جاتی ہے
جلد بولو مجھ کو فکر لگ رہی ہے ٭

اس کے جواب میں پاربتی کے منہ سے نکلا۔ مہاراج لکھشمی!! "لکھشمی" کو
کوئی مجھ سے چھین کر لے گیا ہے! اتنے الفاظ بڑی مشکل سے پاربتی کے منہ سے
نکلنے پائے تھے۔ کہ اُس کے خاوند پر سخت رنج وغم اور غصہ وغضب کی حالت طاری
ہوئی وہ اپنے جامہ سے باہر آ کر چاہتا تھا۔ کہ یک لخت گریہ وزاری اور واویلا
کرنے سے اوروں کے اشخاص کو اپنی طرف متوجہ کر کے ہمدرد بنائے کہ فقیر نے جو اُسکے
ہمراہ تھا۔ آہستہ سے لیکن بڑے حوصلہ کے ساتھ اس کے ہاتھ کو دبا کر کہا۔
درباشا پنڈت (یہ پاربتی کے خاوند کا نام تھا) صبر کرو۔ خبردار! ہوش میں آؤ!!
اتنی جلدی ہی نہیں چاہیئے پہلے اپنی استری سے تو لکھشمی کے گم ہونے کا سب
حال ایک طرف بیٹھ کر سُن لو۔ پھر سب اوپاؤ کیا جائیگا۔ یہ سُن کر درباشا نے
اپنی بیوی کو کہا۔ چلو اس کنارہ پر جہاں کوئی آدمی نہیں ہے۔ چلیں اور وہ فقیر
صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جلد جلد تیزی اور گرمجوشی سے قدم بڑھاتا ہوا۔
گوشۂ پہاڑی کی جانب گیا اور [illegible] میں بیٹھ کر اپنی بیوی کو تمام

احوال مختصر بیان کرنے کے لئے کہا۔

پاربتی اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ کر اور گھٹے ہوئے گلے کی آواز کو ذرا سہارا دیکر سسکتے ہوئے فقرات میں کہنے لگی۔ "آج سے پچیس دن گذرے ہیں کہ آپ کا خط پہنچنے پر میں بیٹی لکھشمی کو معہ ایک نوکر کے ہمراہ لیکر اپنے گھر سے یہاں مندر میں آنے کے لئے روانہ ہوئی۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے گھر سے اگرچہ یہ مندر تین دن کی راہ ہے۔ لیکن میرا ارادہ تھا۔ کہ راستہ میں اپنے فلاں رشتہ دار کے ہاں مقام کھیر بھوانی جی چند دن قیام کیا جائے۔ اور پھر کوئی دو ہفتہ کے قریب یہاں سرینگر میں ٹھیری رہوں۔ تاکہ مدت کے بعد یہاں پر آنے سے اپنے بھائی بندوں سے بخوبی میل جول ہوسکے اور نیز اچھے اچھے اور بڑے بڑے مہاتماؤں کے درشن کئے جائیں۔ پس جب میں کھیر بھوانی میں پہنچی تو اپنے رشتہ داروں کے ہاں ٹھیر کر دوسرے روز درگا کے اُس چھوٹے سے مندر کے درشن کے لئے جو گاؤں سے ایک میل کے فاصلہ پر چناوروں کے جھنڈ کے تلے واقع ہے۔ معہ لکھشمی کے گئی۔ نوکر گھر میں پیچھے رہا تھا۔ اور میں صبح کا کھانا کھائے بغیر ہی گئی تھی۔ مندر میں پہنچکر ہم دونوں نے دُرگا جی کے مندر کا دروازہ بند پایا۔ کیونکہ اتفاقاً اس روز وہاں پوجاری موجود نہ تھا۔ صرف چنار کے درختوں سے پتوں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز آرہی تھی اور چاروں طرف میدان ہونیسے دور دور فاصلہ پر کہیں کہیں کوئی آدمی نظر پڑتا تھا۔ خیر دن کا وقت ہونیسے ہم دونوں کو ذرا سا بھی وہم و وسواس کسی قسم کا نہ ہوا اور میں کسی قدر تھک جانے سے مندر کے پاس کے چشمہ پہ ایک چنار کے درخت کے نیچے ذرا آرام لینے کے لئے زمین پر لیٹ گئی۔ لکھشمی نے کہا کہ اماں مجھ کو ابھی تھکاوٹ اور نیند سی معلوم ہوتی ہے اگر کہو تو ذرا دم بھر کے لیے میں بھی یہاں پر لیٹ جاؤں۔ جب درشن کے لیے مجھے کہوگی میں اٹھہ کھڑی ہونگی۔ کیونکہ ابھی تو پوجاری بھی یہاں نہیں ہے۔ میں نے کہا اماں بیٹی جب تک تم

لیٹ جاؤ۔ جب تک پجاری آکر ورشن کے لئے دروازہ نہ کھولے ہم کو بیشک یہاں ٹھیرنا ہے اور غالباً وہ ابھی گاؤں سے جہاں وہ کچھ لینے کے لئے گیا ہوگا واپس آئیگا پس یہ کہکر میں بھی وہیں لکھشمی کے ساتھ گھاس پر لیٹ رہی درختوں کے خوشگوار سائے اور فرحت بخش ہوا نے ہمیں ایسا مدہوش کیا کہ ہم دونوں بے خبر ہوکر گہری نیند میں سوگئیں۔ مجھے سوئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہؤا ہوگا۔ کہ مجھے حالت خواب میں اپنے پاس کھڑکھڑاہٹ اور کسی قدر ہلچل کی آواز معلوم ہوئی۔ لیکن میں منہ چادر پشمینہ سے ڈھانپے ہوئے ایسی بے خبر حالت میں سو رہی تھی۔ کہ سوائے خواب میں کسی کو ہاتھ پاؤں مارتے اور ہلچل کی آواز سننے کے میں بیدار ہوکر (ہائے میری یہ آنکھیں پھوٹ جائیں۔ میرا ستیاناس ہو) اور کچھ نہ دیکھ سکی۔ اور وہاں بے سدھ ہوکر پڑی رہی۔ مجھے یوں سوئے ہوئے دو گھنٹہ ہو چکے ہونگے۔ کہ مندر کے پوجاری نے میرے پاس آکر زور سے پکارا کہ کون یوں سو رہا ہے میں اس کی آواز سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔ لکھشمی! لکھشمی!!! اٹھو! اٹھو! چلو مندر کو چلیں۔ پوجاری نے یہ سن کر کہا کہ یہاں سوائے تمہارے اور کوئی عورت یا لڑکی نہیں ہے۔ تم کس کو پکار رہی ہو۔ میں نے کہا نہیں نہیں مہاراج میری بیٹی لکھشمی یہاں میرے پاس سوئے ہوئے رہتی۔ شاید اٹھ کر کہیں ادھر ادھر مندر کے پاس گئی ہوگی۔ یہ کہتے ہوئے میں اٹھی اور مندر کی جانب گئی۔ پوجاری بھی میرے ساتھ گیا۔ لیکن ہمیں لکھشمی کہیں نظر نہ آئی۔ اتنے میں میں گھبرانے لگی۔ اور پوجاری نے کہا کہ میں ابھی یہاں گاؤں سے پہنچا ہوں۔ میں نے آس پاس کوئی مرد یا لڑکی نہیں دیکھی ہے پھر میرے دل میں کئی قسم کے پریشان اور متوحش خیالات گذرنے لگے اور میں نے سوچا کہ شاید لکھشمی گھبرا کر گاؤں میں واپس نہ چلی گئی ہو۔ لیکن پھر دل میں آیا۔ مجھے سوتے چھوڑ کر وہ کیوں کہیں جانے لگی تھی۔ میں اس حالت میں گریہ وزاری کرتے ہوئے زار زار رونے لگی۔

اور جلدی سے درگا کے مندر پر ماتھا ٹیک کر روتی پیٹتی گھر کو واپس آئی بیچارا پوجاری بھی میرے ساتھ ہمدردی کرتا ہوا گاؤں تک آیا۔ جب گھر میں پہنچکر لکھشمی کے لئے پوچھا۔ تو جواب ملا۔ کہ وہ یہاں واپس نہیں آئی۔ پھر تو سب کو تشویش ہوئی۔ اور میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ روتے پیٹتے ہوئے سرینگر میں پہنچی حکام وقت کو اور کوتوالی وغیرہ میں تلاش کے لئے اطلاع دی گئی۔ لیکن سوائے وحشت ناک خبریں سننے کے اور کوئی پختہ پتہ آج تک نہیں ملا ہے۔ صرف بڑی جستجو سے اتنا دریافت ہوا ہے۔ کہ جس روز لکھشمی مجھ سے جدا ہوئی اُسی دن قریب شام کے ایک لڑکی کو پالکی میں ڈالے ہوئے چند سپاہی قلعہ ہری پربت کو لے جا رہے تھے۔ اور پالکی میں سے کسی کے چلانے کی آواز آتی تھی اور زیادہ تر اندیشہ کی یہ بات ہے۔ کہ وہ بذات شیطان کی اولاد بادشاہی گھوڑ چڑھا سیفو جو عموماً ہمارے گاؤں میں آکر لکھشمی کو گھورا کرتا تھا۔ وہ بھی اس پالکی کے ہمراہ جا رہا تھا۔ چنانچہ آج تک میں لکھشمی کی تلاش و جستجو میں ہی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ در بدر کوچہ بکوچہ آوارہ گردوں کی طرح دیوانہ وار پھرتی رہی ہوں۔ کہ اُسکا کہیں کچھ پتہ و سراغ مل سکے۔ تو میں آپ سے اس موقعہ پر مل کر کچھ حال بیان کر سکوں۔ لیکن ہائے ہائے میں جس تکلیف و رنج میں آج شام کو یہاں پر ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ پہنچ سکی ہوں۔ وہ سوائے پرمیشور کے اور کون جانتا ہے؟ پیارے پتی! اب ہمارا اس دنیا سے چل بسنا ہی دھرم ہے ملیچھ کے راج میں یہاں دم بھر بھی رہنا مناسب نہیں ہے۔"

باب سوم
موں کنڈ

اب رات کے ٹھیک گیارہ بج گئے ہیں۔ چاند بھی پورنماشی کا ہونے سے شنکر آچارج کی پہاڑی پر اب اور ہی کیفیت ہو رہی ہے۔ سامنے شمال کی جانب قطعۂ آب ڈل نہایت ہی خوشنمائی سے منور نظر آتا ہے۔ جس کے مقابل جنوب کی طرف دریائے جہلم مثل سانپ کے لہراتا ہے۔ اس چاندنی کے نظارہ میں ارد گرد قطعات آب اگرچہ مثل بلور کے چمکتے ہوئے لیکن ایسے سنسان معلوم ہوتے ہیں کہ گویا قانون قدرت ان کو بھی اس وقت سلا رہا ہے۔ سبزہ زار میدان دور تک نو نظر آ رہے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی آنکھوں میں بھیانک نظارے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ہاں شنکر آچارج کی پہاڑی پر اب غیر معمولی حالت میں چند بڑے بڑے چراغاں کا ادھر ادھر ٹمٹمانا دور سے جنگل میں کھڑے مسافر کو عجیب حیرانی کے خیالات پیدا کرنیوالا ہوگا۔ وہ اس نظارہ کو فی الحقیقت یہی سمجھے گا۔ کہ آج پہاڑی کی چوٹی پر کوئی دیوتاؤں کا جلسہ ہو رہا ہے یا آسمانی فرشتوں عالم خواب کا کوئی تیوہار ہے۔ جو یوں اس بلند پہاڑ کی چوٹی پر اکٹھے ہوکر خوشیاں منا رہے ہیں۔ لیکن ناظرین شنکر آچارج کے مندر کے سامنے اب ہون کنڈ کی اور ہی کیفیت بن رہی ہے۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ تالاب اور مندر کے درمیان ایک ہون کنڈ بنایا گیا تھا۔ جس کے ارد گرد چند برہمن ہاتھوں میں لکڑی کے شروے لیکر ہون میں مصروف ہو گئے تھے۔ پس اب ان ہون کرنیوالوں میں ورباشا پنڈت بھی شامل ہے۔ بیچاری پاربتی تو اس وقت وہاں دکھلائی نہیں دیتی۔ لیکن فقیر صاحب ہون کرنیوالوں سے علیحدہ ہوکر ہون کنڈ کے ایک گوشہ میں چپکے بیٹھے ہیں ان کی جائے نشست سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی عزت سے اُن کو جگہ دی گئی اور وقتاً فوقتاً حاضرین جلسہ میں سے جب کوئی شخص ان کی طرف نظر اُٹھاتا ہے۔ تو بڑے ادب و عزت کی نگاہ سے تاکتا ہے۔ لیکن فقیر صاحب آنکھیں بند کئے محو ہوکر بیٹھے ہیں۔ ہون کرنیوالے چپکے چپکے کچھ [illegible] سے

کچھ سنسکرت کے الفاظ و منتر منہ سے نکالتے ہیں اور پھر ہون کی سمگری کنڈ میں ڈالتے جاتے ہیں۔ دُربا شا پنڈت بھی اگرچہ اپنے رفیقوں کے ساتھ ہون میں مشغول ہیں لیکن گاہے گاہے اس کی پیشانی اور چہرہ پر سخت غصہ و رنج کے تیور و آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں لیکن وہ ایک بیان کے ساتھ اپنے غصہ کو ضبط کر کے دھیان لگا کر ہون میں مصروف ہے۔

ٹھیک ١١ بجے کی آواز پر ہون کا خاتمہ ہونے لگا اور پنڈت لوگ ہون کنڈ پر اب زور زور سے منتر پڑھنے لگے۔ اور ہون کی آہوتیاں ڈالتے ہوئے آنکھوں دلیوں کو عجیب طور پر حرکتیں دیتے تھے۔ جس پر فقیر صاحب بھی مراقبہ سے سنبھل کر ہو بیٹھے اور آنکھیں کھولے ہوئے ہون کی کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ ہر شخص اب باری باری ہون کی آخری آہوتی پر اپنے حصول مراد کیلئے کچھ کلمات منہ سے نکالتا تھا۔ جسکا کہ ناظرین پر عجیب اثر ہوتا تھا۔ اب جب دربارتا پنڈت کی باری آئی۔ تو وہ شروئے کو ہاتھ میں اُٹھا کر زور سے بولا۔ ملیچھ راج کا ناش! جبار خان کا خون!! باقی فقرات اُس کے منہ سے ابھی نکلے ہی تھے۔ کہ شنکر پنڈت پجاری نے اس کے شروئے کو پکڑ کر کہا۔ کہ درگا کی بلی کہاں ہے جو ایسی ہی منہ سے واہیات شبد کیوں نکالتے ہو۔ تب دربا شا پنڈت نے گردن بلند کر کے کہا۔ میرا سر حاضر ہے۔ ابھی کہو تو کاٹ کر کنڈ میں ڈال دیتا ہوں یا جسم میں اپنا کو دکر بلی دینے کو تیار ہوں۔ لیکن پر میرا یہی ہے کہ جبار خان اور اس کے راج کا ناش! اور تم سے تم سر کے عوض سر تو دینے کے لئے ابھی حاضر ہوں۔

یہ سنتے ہی سب پنڈتوں نے جے دُرگا جے دُرگا!! جے دُرگا!!! کے آواز بڑے زور سے بلند کئے اور واہ واہ! شاباش! شاباش! کی آوازیں نکلنے لگی۔ لیکن فقیر صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر ہنسے اور ہون کنڈ کی طرف ذرا اونچی نظر ڈال کر کہا دربا شا پنڈت صبر صبر! استقلال۔ خبردار! تمہیں ابھی کیا

سمجھا چکا ہوں خبردار صبر سے کام لو! ور باشا پنڈت۔ پھر سے بزرگ رازدان صاحب (یہ فقیر کا نام تھا) آپ معاف کریں۔ اس وقت بالعوض جبار خاں کے سر کے میرا سر دینا ہزار ہا مخلوق کی بہتری اور اپنے اُس انتقام کا بدلہ ہے جو آپکو معلوم ہو گیا ہے۔ آپ منع نہ فرمائیں"۔

فقیر۔ نہیں۔ نہیں۔ ابھی وقت نہیں آیا۔ کیا تم کو مجھپر اعتبار نہیں ہے یہ کہتے ہی فقیر نے لال لال آنکھیں غصّہ سے بھری ہوئی سانپ کی طرح چمکائیں جس سے کہ حاضرین دم بخود ہو گئے۔ پھر فقیر بڑے زور سے ایک بھیانک شبد راگ گانا شروع کیا۔ جس سے عجیب تاثیر پیدا ہوئی۔ اور سب لوگ بند کئے ہوئے کانپنے لگے۔ راگ میں بڑے بڑے بھیانک الفاظ بھرے تھے اور مشہور و معروف خونخوار دیوتاؤں کے نام آتے تھے اور فقیر اُس وقت ڈراؤنی صورت و وضع بنائے سامنے کے پہاڑ و دریا اور گھنے گھنے درختوں سے خطاب کر رہا تھا۔ کہ گویا وہاں سے وہ اپنے موکلوں کو بلا رہا ہے۔ کبھی وہ گانے کی حالت میں ہنستے ہوئے ایسی حرکات کرتا۔ کہ عالم جنات پر وہ اسوقت حکمرانی کرتا ہوا معلوم ہوتا۔ اس کے راگ سے ایسا سنسان سماں بندھا کہ ہون وغیرہ سب لوگوں کو بھول گیا۔ اور وہ نشہ مستی کی حالت میں مخمور ہوئے بیٹھے تھے۔ پھر فقیر صاحب نے اپنی بغل میں ایک سیاہ رنگ کا لیکن بڑا چمکدار سونٹا نکالکر بصورت دائرہ ہون کرنے والے برہمنوں کے سروں پر پھیرا۔ اور چلا کر کہا۔ دیکھو کس حالت میں ہو۔ یہ سنتے ہی سب کانپ اُٹھے۔ اور کہا مہاراج بخشو! بخشو۔ بس بس سب کچھ نظر آگیا۔ اب سنبھلنے کی طاقت نہیں رہی پھر فقیر نے اپنے سونٹے کو اتار کے طور پر دوبارہ ان کے سروں پر پھیرا اور وہ سب چپ چاپ مسحور صورت میں ہو گئے۔

من بعد فقیر نے ایک برہمن کی لڑکی کو جو سات یا آٹھ برس کی عمر کی وہاں موجود تھی بازو سے پکڑ کہا بیٹی ہون کنڈ میں نگاہ ڈالکر دیکھو اور بتلاؤ کہ کیا نظر آرہا ہے"۔ لڑکی نے برہمنوں کے درمیان بیٹھ کر ہون کنڈ میں

جھکا کر دیکھنا شروع کیا ہی تھا۔ کہ وہ چلا اُٹھی۔ وہ وہ بڑی لڑائی ہو رہی ہے وُہ وہ ترک کا سر کٹا۔ وہ وُہ مسلمان گرا۔ وُہ وہ مسلمان سردار کا خون بہہ رہا ہے فقیر نے کہا بیٹی مارنے والے کون ہیں؟ بابا جی کئی آدمی غیر قوم کے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں۔ وہ وہ ایک ایک سب سے بڑا خان گرا ہے اسکا گلا کوئی کاٹ رہا ہے۔ خان اوپر کیطرف مارنے والے کے منہ کو دیکھتا ہے لیکن منہ سے کچھ نہیں بولتا۔

فقیر نے یہ سنتے ہی لڑکی کے سر پر اپنا سونٹا پاس کیا اور کہا بس اُٹھ کھڑی ہو حاضرین یہ تماشہ دیکھتے ہی حیران ہو گئے۔ اور سب کے منہ سے جی مہاراج! جے درگا! کے فقرے بلند ہونے شروع ہوئے۔

باب چہارم

نشاط باغ

کنارہ ڈل پر نشاط باغ بھی اپنی وضع وساخت میں نرالے ڈھنگ کا ہے۔ اگرچہ مشابہت کے لحاظ سے ہم اس کو لاہور کے شالامار اور پنجور کے باغات سے مقابلہ کر سکیں گے۔ لیکن عین کنارہ ڈل پر جو اسکو قیام ہونے کا شرف حاصل ہے وہ ہندوستان کے بہت کم مقامات میں کسی اور ایسے خوشنما باغ کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ دامن کوہ اور کنارہ ڈل کے مابین اس باغ کی عمارت واقع ہے۔ اس لیے یہ قطعہ زمین بجانب ڈل ڈھلوان ہونے سے اس کے تختے نشیب و فراز حصول میں منقسم ہو کر بنائے گئے ہیں۔ جو تعداد میں گیارہ ہیں۔ اور لاہور کے شالامار کی صورت میں دکھلائی دیتے ہیں۔ جن کے وسط

میں فوارے بڑی خوبصورتی سے نصب کئے گئے ہیں۔ ہاں یہ یاد رہے کہ لاہور کے شالامار میں جو فوارے لگے ہوئے ہیں۔ وہ پہلے دو دوسرے تختہ میں بشکل چوپڑ کے چوگوشہ بنائے گئے ہیں۔ لیکن اس نشاط باغ کے فوارے عین باغ کے درمیان ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک یعنے دامن کوہ سے کنارہ ڈل کی طرف بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے گرد پتھر کی روشنیں سا سیر کے لیئے ہیں۔ جن کے بعد باغ کے ہر دو جانب خوبصورت پھولوں کی کیاریوں اور میوہ کے درختوں کے قطعات ہیں۔ باغ کے گرد بڑی مضبوط دیوار ہے۔ جس کے چاروں گوشوں پر چار چھوٹے چھوٹے برج بنے ہوئے ہیں۔ کنارہ ڈل پر کشتی سے اتر کر باغ کے پہلے دروازہ سے داخل ہوتے ہی ایک عظیم الشان دو منزلہ عمارت بشکل بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ جسکو اس تمام باغ میں سیر کے لیئے سب سے عمدہ جائے نشست اور پردہ دار مکان کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ کشمیر کے عموماً حاکمان وقت اور امرا و شرفا جب نشاط باغ میں چند روزہ قیام کے واسطے جاتے ہیں۔ تو اُسی مکان میں جو بارہ دری کے نام سے مشہور ہے ٹھیرتے ہیں۔ ماسوائے اس کے باغ کے سب سے آخری تختہ میں اگرچہ ایک ویسی ہی بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ لیکن جیسے کہ نظارہ قدرت کے لئے یہ مکان ہے۔ ویسے ڈل کے تمام کناروں پر اور کوئی عمارت نظر نہیں آتی۔

ناظرین اس باغ کے ذکر کے بعد ہم اپنی داستان کے سلسلہ کو یوں جاری کرتے ہیں۔ کہ ایک شام کو قریباً سات بجے ہونگے کہ اس بارہ دری کی دوسری منزل میں سنگین مسند پر ایک مہ جبین معہ چند خواصوں کے بیٹھے ہوئے قطعہ آب ڈل کے قدرت کے نظاروں کی بہار دیکھ رہی تھی۔ سامنے ہری پربت کی پہاڑی پر اس زمانہ کا شاہی تخت گاہ یعنی قلعہ ہری پربت بلند نیلگون آسمانوں میں سر نکالے ہوئے عجب شان و شوکت دکھلا رہا تھا۔ جس کے دامن میں حضرت نورالدین صاحب کی زیارت پر سینکڑوں اشخاص چپکے عبادت میں بیٹھے ہو نظر آتے

تھے۔ پھر جانب جنوب مغرب نظر ڈالنے سے شنکرا چارج کی پہاڑی اور اس پر عظیم الشان مندر کی عمارت اور ہی کیفیت کا نظارہ تھی۔ جانب شمال مغرب کنارہ ڈل پر دور سے شالامار اور نسیم باغ کے قطعات قدرت کی عجیب رنگ آرائیوں کے جلوے دکھلاتے تھے۔

ناظرین ڈل کے کناروں پر عموماً جسطرف کہ دیکھو۔ چنار و شمشاد سے درختوں کے جمگھٹ اور ان کے آس پاس خوبصورت چھوٹے چھوٹے درخت زار دست قدرت نے اس طرح لگائے معلوم ہوتے ہیں کہ اس باغبان حقیقی کی صنعتوں کا خیال دل میں آنے سے انسان خود بخود اچنبھے کی حالت میں دم بخود ہو کر سبحان اللہ کا کلمہ منہ سے نکالتا ہے۔ آب ڈل میں سینکڑوں کشتیوں کا چلنا اور آبی اراضیات کے قطعات کا ہزار ہا اقسام کی بیل بوٹوں اور پھولوں سے لدے ہوئے پانی کی تہ میں لہراتے ہوئے دکھلائی دینا دل میں عجیب خیالات پیدا کرتا ہے۔ یہ دست قدرت کے ایسے نظارے ہیں جو انسان کے دل پر رنج و راحت کی حالتوں میں مختلف اقسام کی تاثیریں پیدا کرتے ہیں۔ پھر خصوصاً عاشق مزاجوں کے لیئے تو یہ منظہرات نقاب فطرت کو الٹنے والے ہوتے ہیں اور روحانی عالم کی اور ہی کیفیتوں کو دکھلاتے ہیں۔ جو ان کے دلوں کے سوا ارد گرد بے خبر رفقا و ہمنشینوں کو ہرگز معلوم نہیں ہو سکتے پس ان قدرتی نظائر اور جلووں کو اس وقت جومہ جبین کہ دیکھ رہی تھی۔ وجبار خان کی بیٹی زینب تھی۔ جو چند روز سے نشاط باغ اور ڈل کی سیر کے لیے معہ چند خواصوں اور خواجہ سراؤں کے یہاں آکر بارہ دری میں فروکش تھی۔

نوجوانی کے عالم میں ایسے عظیم الشان مکان پر کھڑے ہو کر چمن و گلزار کی جانب نگاہیں ڈالنے جانوروں کی چہچہاہٹ کی آوازسے دل میں کسی اور ہی قسم کے ولولے پیدا ہونے پھر سامنے چاند کا صفحۂ آب پر ہلوریں لیتے ہوئے عشقیہ حالت کو جوش زن کرنے اور عالم جوانی کے آغاز میں کسی کی محبت اور کسی کی

بیوفائی کے خیالات نے اس مہ جبین کو پریشان بنا رکھا تھا۔ اور چونکہ زیب نے ابتدائی عمر میں اچھی طرح سے تعلیم و تربیت پائی تھی اور فارسی زبان میں عمدہ لیاقت پیدا کر کے عالی خیال شعرا کی دیوان و کتب کو بخوبی مطالعہ کیا تھا۔ اس لئے اس کی طبیعت شاعرانہ خیالوں سے بھری رہتی تھی۔ پس اس حالت میں وہ چاند سے آنکھیں لگائے ہوئے اپنی اندرونی فطرت کا مقابلہ چودگاہ عالم کی بیرونی قدرت کے نظارے سے کر رہی تھی کہ اس کے منہ سے یکلخت یہ اشعار نکلنے شروع ہوئے۔ ع

بشکند دستے کہ خم در گردنِ یارے نشد
کور بہ چشمے کہ لذت گیرِ دیدارے نشد
نو بہار حسن شد و ہر گل بفرقِ جا گرفت
غنچۂ باغِ دلِ من زیب دستارے نشد

زینب کی ایک خاص مہتابی نام اس وقت موجود تھی۔ جس نے اُس کی یہ حالت دیکھتے ہی موقعہ پا کر دبی زبان سے کہا کہ شہزادی کیوں اس طرح رنج و غم کے صدمے اٹھاتی ہو۔ بفضل اللہ سب کچھ اس وقت مہیا ہے پھر اگر آپ کسی کی پرواہ نہ کریں تو اپنے کئے کا علاج جس بادشاہ وقت کی دختر ہو۔ وہ آپ کو اپنا نور چشم جان کر ہر طرح سے آپ کی خواہشوں کے پورا کرنے کو اپنی راحت سمجھتا ہے۔ جو آپ پر بخوبی ہویدا ہے۔ پھر! پھر! میں زینب نے مہتابی کی بات کاٹ کر کہا۔ پس چپ رہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تجھ سے بھی کچھ سمجھ نہ کیا گیا ہے۔ جو یوں اس وقت باتیں بنانے لگی ہو خیر میرا مددگار ساداں خداوند تعالیٰ ہے۔ جو اس کی مرضی ہوگی۔ وہی ہوگی۔ یا تو حسب مراد گوہر مقصود حاصل کرونگی۔ یا اپنی اور عالی رتبہ بہنوں کی طرح اس حضرت عشق کی مریدی کا جامہ پہن کر خراب و خستہ حالی میں ایام زیست پورا کر جاؤنگی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں ایک بیہودہ منظر شخص سے شادی کر لوں۔ جس سے میرا دل تک نفرت کرے

ہوئے ہے۔ میں نے مانا کہ دنیاوی دولت اور جاہ وحشم کے لحاظ سے بیشک وہ
نہ صرف میرے ہم پلہ بلکہ مجھ سے بڑھ کر ہے۔ اور میرے باپ واہل خاندان کی بھی
اسی میں مرضی ہے کہ میں اس سے شادی کر کے خاندانی عزت وطاقت کو مضبوط
کروں اور جس کی صورت سوائے مقبول اور دل لبھانے والی ہونے کے کئی
ایک بواعث سے میری طبیعت کے سخت مخالف ہو۔ اور نیز وہ ان اخلاقی صفات
سے بے بہرہ ہو۔ جو انسانیت کی اصلی زیب و زینت ہیں۔ وہ میرا شوہر بن سکے پھر کچھ
عرصہ تک سوچنے کے بعد ایک لمبی آہ نکال کر شہزادی بولی۔ مہتابی تجھ کو معلوم نہیں ہے
کہ اس شادی کے متعلق کیا کیا اسرار ہیں اور اس کے محرکوں کی دلی منشا کیا ہے!
ہائے۔ ہائے (سخت آنسو نکالتے ہوئے) میری ماں اس وقت زندہ نہیں ہے۔
جس سے کہ میں اپنا دردِ دل بیان کر سکتی اور وہ سب معاملات سے واقف ہو کر میرے
نیک و بد میں شریک رنج و راحت ہوتی۔ خیر میرا ہر وقت بھروسہ پروردگار پر ہے
جس نے کہ مجھے اس سن و شعور کو پہنچا کر میری آئندہ زندگی کے لئے ایک ضروری رازوں
سے مجھے واقف کر دیا ہے۔

مہتابی۔ رازوں کا لفظ سن کر کچھ پژمردہ صورت اور زرد سی ہو گئی۔ پھر
ایک سانس لیکر بولی خیر اگر کچھ ایسے اسرار ہوں۔ جو آپ کو معلوم ہیں۔ تو بیشک
آپ اپنی بہتری کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اور دوسرے کو اس میں دخل ہی کیا ہے
لیکن آپ جانتے ہیں کہ اگر بادشاہ نے بمرتبہ آپ کے والد اور وارث جائز ہونے
کے بلا مرضی آپ کے اپنی منشاء کے موافق جس سے چاہا آپ کا مواصلت
باندھ دیا۔ تو پھر اس میں آپ کا کیا زور چلے گا۔ آخر جو وہ کر گذریں گے آپ کو خواہ مخواہ
منظور کرنا پڑیگا اور اگر حضور معاف فرماویں تو میں یہ عرض کرنے کی بھی مجال کر سکتی
ہوں کہ اس شادی کے متعلق اگر آپ کے مجوزہ خاوند کو آپ کی ناراضامندی کی خبر بھی
پہنچ گئی تو وہ بھی ممکن ہے کہ آپ سے مدتوں تک دلی شفقت اور مہربانیوں

پیش نہ آئیں۔ اور پھر حضرت آپ کی عدو دل لگی ہے ناراضگی کے خیالات

دل میں رکھینگے۔ پس ان سب حالات کو اگر آپ بخوبی سوچیں تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھ کے اپنے خیر اندیش بزرگوں کے کہنے پر عمل کریں۔

یہ سنتے ہی زینب چلا کر بولی۔ بس بس میں کچھ سمجھتی ہوں میں بلوغ کو پہنچ چکی ہوں۔ "خوب خیر اندیش بزرگوں" کا فقرہ بھی بہت موزوں تم نے کہا۔ یہ باتیں ان دنوں میں ہو رہی تھیں۔ کہ ایک اور خواص گلاب نامی نے دور سے اپنا چہرہ دکھلایا اور آگے بڑھنے کی اجازت مانگی۔ زینب نے حکم دیا کہ جاؤ خواص نے زینب کے پاس پہنچکر بڑے ادب سے جھک کر سلام کی اور آہستہ سے کہا کہ حضور وہ فقیر صاحب ابھی کشتی سے اتر کر پہنچے ہیں اور نیچلی منزل میں میں نے ان کو تخلیہ کے کمرہ میں بٹھا دیا ہے۔ یہ سنتے ہی زینب وہاں سے فی الفور اٹھ کھڑی ہوئی اور جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے نیچلی منزل کو چلی گئی۔

جس کمرہ میں فقیر صاحب بیٹھے تھے زینب نے پہنچکر انہیں بڑے ادب سے سلام کیا۔ اور آہستہ چپکے سے کہا کہ حضرت مزاج اچھا ہے۔ شکر ہے خدا کا کہ آپ ہمیشہ مصیبت کے اوقات میں تشریف لا کر میرے رنج آلودہ و غمگین دل کو اپنے فرحت بخش نصائح و کلمات سے تسلی بخشا کرتے ہیں۔

فقیر نے کہا بیٹی کچھ فکر نہ کر۔ مجھے اب بہت تھوڑی فرصت ہے۔ لیکن جیسے میں ہمیشہ سے تیرا نگہبان ہوں اور تجھے تیرے نیک و بد میں ہدایت کرتا رہا ہوں۔ جس پر کہ عمل کرنے سے تو اب تک خوش و خرم ہے۔ پس اب بھی کچھ خاص صورت درپیش آئی ہے۔ جو کچھ میں کہوں۔ اُس پر بخوبی عمل کرنا اور کسی طرح گھبرانا نہیں۔

یہ سنتے ہی شہزادی نے کہا حضرت بسر و چشم آپ میرے مرشد اور پیر و دستگیر ہیں۔ اور اس دنیا میں اگر خداوند تعالیٰ کے بعد میرا کسی پر بھروسہ و آسرا ہے تو وہ آپ کی ذات ستودہ صفات پر ہے۔

جو کچھ کہ آپ کہینگے۔ میں اس کی بخوبی تعمیل کروں گی فقیر نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد زینب کے کان میں بڑی آہستہ سے جسکو بمشکل کوئی سن سکتا تھا۔ چند کلمات کہے۔ اور پھر بلند آواز سے کہا۔ بس اب سمجھ لیا۔ اس میں کوتاہی کسیطرح سے عمل میں نہ آئے۔ باقی سب مجھ پر چھوڑ دو۔ دیکھو تو سہی خداوند تعالیٰ پردہ قدرت سے کیا کچھ ظہور میں لاتا ہے۔ یہ کہہ کر فقیر صاحب وہاں سے اُٹھے۔ اور زینب کی تعظیم وسلام کا جواب دیکر رخصت ہو گئے۔

باب پنجم ۵

سیرِ ڈل

چلاؤ!! زور سے چلاؤ۔! بزور چلاؤ!! ور! تھر اسر سر!! سلپیش سلپیش کی آوازیں کشتی کے چپوں سے نکل رہی ہیں۔ اور ملاح ان۔ جنکو کشمیری زبان میں ہانجی بولتے ہیں) اس وقت تعداد میں تیس ہونگے۔ جو ایک بڑی بھاری کشتی کو چلا رہے تھے۔ صبح کا وقت اور سہانا موسم ہونے سے قطعہ آب ڈل نور فگن نظارے دکھلا رہا تھا۔ چاروں طرف آبی قطعہ اراضیات میں سبزی تھی۔ گلابی سرخ وزرد رنگ کے پھول نہ صرف اپنی شگفتگی سے جوبن بہار میں پھیلے پھولے نظر آتے تھے۔ بلکہ اُن سے مہکتی ہوئی خوشبوئیں باد سحری سے ملکر دماغوں میں ایسی موثر ہورہی تھیں۔ کہ خواہ مخواہ نشہ سرمد روحانی کے پیدا ہونے لگتی تھی۔

تمام عالم کا اس وقت خواب سحری سے بیدار ہونا اور آہستہ آہستہ آفتاب کی شعاعوں کا پہاڑوں کی چوٹیوں۔ شمشاد وچنار کے بلند درختوں سبزہ زار میدانوں اور اردگرد کے بہتے ہوئے چشموں پر پڑنے سے عجیب جلوے

دکھاتی تھی۔ سرد ہوائیں کسی قدر گرمی کی آمیزش اور تیسر باد صبا کے جھونکے دل لبھانے والے اور مسرت آمیز معلوم ہوتے تھے۔ یہ کشتی جو اس وقت ڈل میں چل رہی تھی۔ یہ موجودہ زمانہ میں اُس شکل کی تھی جس کو کشمیر میں چاکواری کہتے ہیں۔ اور جس پر عموماً بادشاہ اور حکام عالیمقام سیر کرتے ہیں۔ ایسی کشتی ایک قسم کا گھر ہوتا ہے۔ (جسکو فی زمانہ کشمیر میں ہوس بوٹ کے انگریزی نام سے نامزد کیا گیا ہے) جسمیں معمولی بود و باش اور آرام کے سب سامان مہیا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم اب مذکورہ کشتی کو چاکواری کا وہی نام دیتے ہیں۔ پس اس چاکواری میں عبدالرحمان خان نامی امیر جو جبار خاں کا چچازاد بھائی تھا سوار تھا۔ اور اگرچہ اردگرد کسی قدر فاصلہ پر ملازمان و باورچی خانہ کی دو تین اور کشتیاں بھی چل رہی تھیں۔ لیکن چاکواری کلاں میں عبدالرحمان خان تنہا بیٹھا ہوا۔ سیفو نامی خواجہ سرا سے باتیں کر رہا تھا۔

یہ سیفو وہی شخص تھا۔ جسکا ذکر لکھشمی کی ماں پاربتی اپنے خاوند سے شنکر آچارج کی پہاڑی پر کر چکی ہے۔ سیفو خان اکثر گھوڑے کی سواری پر لوگوں کو دکھائی دیتے۔ جس سے شاہی گھوڑ چڑھا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن دراصل وہ جبار خاں کے محل میں مخنثوں کی جماعت کا خواجہ سرا یعنی داروغہ حرم سرا تھا اور جنگی وردی میں ملبوس رہنے سے بڑا خوبصورت قوی ہیکل سپاہی نظر آتا تھا۔ سوائے اُس کے جبار خاں کی بیگمات کا بڑا معتبر ملازم تھا۔ اس لئے اس کے شاہی تعلقداروں اور امرا میں آؤ بھگت خوب ہوتی تھی۔ اور معاملات محل میں وہ ایک اعلےٰ رازدار اور کنفیڈنشل عہدہ دار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سیر ڈل کے موقع پر امیر عبدالرحمان خان اور سیفو خواجہ سرا کی تخلیہ میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔

عبدالرحمان خان۔ سیفو خاں بتلاؤ۔ اب بھی میرے لیے کوئی صورت ہے کہ اُس مطلب کو نکال سکتی ہے یا نہیں۔ ہائے ہائے اف سیفو تم

نہیں جانتے کہ مجھے اُس کے عشق نے کیسا خراب و خستہ اور پریشان حال بنا رکھا ہے۔ یہ تمام امیرانہ ساز و سامان اس کے بغیر میری زندگی کو تلخ کئے ہوئے ہیں۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ اگرچہ ہر طرح سے مجھ کو اس پر قابو اور دسترس ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیوں عقد مواصلت کی صورت بننے میں کوئی نہ کوئی ایسی مشکل رونما ہو جاتی ہے۔ کہ سب تدبیریں الٹی پڑتی ہیں۔ ہائے ہائے میں کیا کہوں اس مسرت و راحت کے سامان اور عیش و عشرت کے شاہانہ لوازمات حاصل ہونے سے صرف اس کی مفارقت میری طبیعت میں وہ وحشت کے آثار و خیالات پیدا کئے ہوئے ہیں کہ میں زیست سے تنگ آ رہا ہوں۔

شعر

کبھی غنچۂ دل نہ یہ ہنس کے کھلا کروں سیر عزیز میں باغ میں کیا

رہے میرے یہ دیدے رو تے سدا مجھے راس یہاں کی ہوا ہی نہیں

سیفو خاں تم نے اور تمہارے بزرگوں نے ہمارے نمک پر بہت پرورش پائی ہے۔ پس اگر تجھ سے ایسی حالت میں مدد و معاونت ملنے کی امید نہ کی جائے تو اور کس سے ایسا راز ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

سیفو حضور میں کیا عرض کروں۔ جو کچھ حضور فرماتے ہیں میرے لئے بیشک رنج و فکر کا باعث ہے۔ اور پھر جبکہ جناب کی طبیعت ایسی مکدر و پریشان مجھے نظر آئے۔ اور اس قسم کے درد و غم کے کلمات جناب کی زبان مبارک سے سنوں تو کیا مجھے شرمسار نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن میں کیا کہوں شہزادی زینب کے دماغ ان دنوں تو فرشتہ و پری زادوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے جبکہ حضور جیسے عالیجاہ امیر کبیر کو اپنے شوہریت میں قبول کرنے سے وہ پرہیز و گریز کرتی ہے۔ تو اس سے حضور ہی خیال و اندازہ فرما سکتے ہیں کہ اس کے غرور و حسن کی حد کہاں تک ہے۔ مانا کہ وہ عالیجاہ شاہ زمان حضرت جبار خاں کی بیٹی ہے اور بے حد حسین ... اور ... درجہ کی رکھتی ہے

کہ اپنی مثال وہ خود ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن اُس کے مقابل حضور بھی تو شاہی خاندان کے اعلےٰ امیر اور حضرت جبار خاں کے چچازاد بھائی ہونے سے اُسے اپنے عقد نکاح میں لانے کے لیے ہر طرح سے مستحق و سزاوار ہیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ حضرت اعلےٰ (جبار خاں) اس میں اپنی رضامندی ظاہر کر چکے ہیں۔ پھر نامعلوم کہ شہزادی زینب کے دماغ میں کیا خیال سمارہا ہے ہاں۔ ہاں میں!!

عبدالرحمان خان۔ بات کا ٹکڑ جو کچھ کہ اس کے دل میں ہے مجھے اسکا احوال خوب معلوم ہے۔ غالباً تو یہی ہے: کہ۔ غرور حسن ہے اور عالم جوانی ہے۔ لیکن تعجب انگیز تو یہ امر ہے کہ اس شیطان صفت ہندو فقیر نے جو رازدان کہلاتا ہے۔ اِلا نہ معلوم کہ وہ ہندو ہے! مسلمان ہے! یہودی ہے مجوسی ہے یا کیا بلا ہے۔ ہمارے تمام خاندان پر اور سب سے بڑھ کر خود حضرت اعلےٰ کی ذات مبارک پر وہ غلبہ و قابو حاصل کیا ہوا ہے۔ کہ اُس کے مقابل زبان پر کوئی حرف لاسکے کیا مجال ہے۔ مجھے خبر پہنچی ہیں۔ کہ وہی مردود اب زینب سے بلا دھڑک تخلیہ میں بیٹھ کر باتیں کرتا ہے۔ اور اُسے اپنی مریدی میں لانے کے لیئے منتر پڑھ رہا ہے۔ خیر۔ خیر۔ جو ہو سو ہو۔

سیفو۔ ہاں حضور۔ ہاں۔ یہ سچ بہت سچ ہے۔ اس فقیر کی نسبت حضور کے خیالات بہت صحیح ہیں۔ جناب کو بخوبی معلوم ہیں کہ اس ہندو لڑکی لکھشمی کے معاملہ میں اس روز فقیر نے اپنا کیسا غلبہ و اثر آنحضرت کی ذات پر کھلایا اُف۔ اُف میں ہی جانتی ہوں۔ کہ کیسی مشکل سے میں نے لکھشمی کو قلعہ بری پربت میں پہنچایا تھا۔ لیکن وہ فقیر کے ذرا سے دم مارنے سے آنحضرت (جبار خاں) کے قابو سے صاف نکل گئی۔ اگرچہ اُس کی گردن زنی کیگئی لیکن کیا فایدہ اس کا۔ خون ناحق میری گردن پر چڑھا۔ مزہ تو تب تھا کہ حسب مطلب کے اشتیاق کامل اُٹھا کر میں اپنی آنحضرت اعلےٰ کے

لئے حاضر کیا تھا وہ اس کے وصال کا حظ اُٹھاتے اور اس بت کافر کو اپنے دین میں لاکر محلسرا کی رونق دوبالا کرتے نہ کہ غصہ میں آکر اور نشہ شراب میں مخمور ہو کر اسکا قتل کرنا جائز و روا تھا جس کے لیئے اب خود آنحضرت پشیمان ہو کر دست تاسف مل رہے ہیں۔ لیکن مجال نہیں کہ اس ساحر فقیر کے کہنے کے برخلاف ذرا بھی دم مار سکیں۔

عبدالرحمن خان نے یہ سن کر کہا ہاں سیفو خاں یہ بھی تو بتلاؤ کہ اس پنڈتانی کو تم کیونکر یہاں اُٹھا لائے تھے۔ میرا دل بارہا تجھ سے اسکی نسبت دریافت کرنے کو چاہتا رہا۔ لیکن یونہی التوا ہوتا رہا۔

سیفو خاں حضرت سنئے ساری حقیقت حال عرض کرنے کو تیار ہوں۔ جناب کو خوب معلوم ہے کہ بحیثیت داروغہ محلسرا مجھے یہ خاص شرف تو حاصل ہی ہے کہ حضرت اعلےٰ کے لئے قلمرو میں سے ایسے ایسے پریزاد معشوق حصول لطف کے لئے مہیا ہوتے رہیں۔ چنانچہ ہفتہ عشرہ میں دو تین بھولی بھالی صورتیں میرے دام فریب میں پھنسکر بادشاہی سیج کا نظارہ کئے جاتی ہیں۔ جو پھر دوبارہ خواب میں انہیں بمشکل نظر آتا ہوگا۔ پس میرے نائبوں نے جو جابجا مقرر ہیں مجھے اس پنڈتانی لڑکی کے حسن و جمال کی تعریفیں سنائیں اور میں نے معمولی سپاہیانہ بھیس میں اُس کے گاؤں میں جاکر چند بار اُسے دیکھا اور من بعد مسافرانہ بھیس میں بات چیت کرکے اس کے دل کو ٹٹولا اور جانچا۔ لیکن وہ فی الحقیقت (ہائے اُسکا خون میری گردن پر چڑھا۔ ہندو دیوی ہی کی صورت و سیرت ہمیں مجھے معلوم ہوئی اور عشق آمیز خیالات و رمز و کنایات کا وہ بیچاری نام و نشان تک بھی نہ جانتی تھی۔ لیکن افسوس کہ ایک موقع پر چونکہ حضرت اعلےٰ سے میں اُس کے حسن کی تعریفیں کرچکا تھا۔ مجھے سخت حکم اُس کو جس طرح سے ہو سکے قلعہ میں حاضر کرنے کے لیئے ملا۔ آخر میں نے اپنے ایجنٹوں کو تاکیداً کہدیا کہ جب لکشمی کہیں گھر سے اِدھر جائے اشنان چلتی پھرتی نظر آئے تو اس کو

اپنی حکمتوں سے اُٹھا لائیں۔ یا کوئی موقعہ مل سکے تو مجھے بروقت خبر پہنچائیں میں خود مناسب تدارک کروں گا۔

پس ایک دن مجھے خبر پہنچی کہ فلاں تاریخ کو وہ کھیر بھوانی میں اپنی والدہ کے ساتھ جائیگی۔ میں دو چار اپنے رازداروں اور چند مضبوط پالکی برداروں کو معہ ایک پالکی کے لیکر پہنچا اور مثل شکاری کے شکار کی تاک میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے لگا رہا۔ ایک روز اس دیوی کے مندر کے پاس جبکہ لکھشمی معہ اپنی ماں کے ایک چنار کے درخت کے نیچے رہرو مسافروں سے دور جدا پڑ سوئے ہوئے تھی۔ میں دبے پاؤں سے آہستہ آہستہ اُن کے سرہانے پہنچا۔ اور اُس خاص معشوقانہ نسخے کی ڈبی کو جو اپنی جیب میں بند رکھی ہوئی تھی۔ جھٹ نکال کر اول اُس کی ماں کو اور پھر لکھشمی کو کسیقدر سونگھا کر حالت خواب میں اُسے اپنے کندھے پر اُٹھایا۔ اور چند قدم کے فاصلہ پر لاکر پالکی میں ڈال کر روانہ کر دیا۔ افسوس کہ بیچاری لکھشمی کی ماں پر اس کے بیدار ہونے سے کیسی رنج والم کی حالت اپنی بیٹی کی ایسی ناگہانی مفارقت سے گذری ہوگی۔

لکھشمی کو قلعہ میں پہنچا کر ہر چند میں نے حضرت اعلےٰ سے عرض کی کہ اُسے محل میں کچھ عرصہ تک لونڈیوں کی تعلیم و تربیت میں رکھا جائے۔ کہ وہ اس کے وحشت بھرے خیالات دور کر کے اُسے بادشاہ کے منظور نظر ہونے کے قابل بنائیں۔ لیکن آنحضرت کو اُسکے دیکھتے ہی شہوت نفسانی کے غلبہ نے ایسا مجبور و بے خود کیا کہ آخر جو اُسکا نتیجہ نکلا۔ وہ جناب نے سب سن ہی لیا ہے۔

معلوم نہیں کہ اس عجیب و غریب کارروائی میں جو لکھشمی کو کسی دیوتا کی قربانی دینے کے لئے فقیر نے گردن زدنی کر کے کونہ خانہ میں بھیجا۔ کیا بھید و اسرار ہے حقیقت میں اس فقیر کے حرکات و کلمات و خیالات ایک ایسے نرالے ڈھنگ کے ہیں کہ اُس کی ہر ایک بات و چال میں کچھ نہ کچھ عرصہ تک سوچکر کہا۔ کہ سیفو خان۔ ہاں ذرا! ذرا دیکھو تو سہی! مجھے ایک تجویز ابھی ابھی

ہے۔ شاید اُسے کوئی تدبیر کارگر ہوجائے۔ بھلا تم ذرا سوچو تو۔ کہ اگر تم کسی طرح سے شہزادی زینب کو کسی مقام پر تنہا پاؤ۔ یا اُسے کسی جگہ بتقریب دعوت وغیرہ بحالت تنہائی چھوڑے جانے کے لیئے انتظام کیا جائے تو کیا تم اُسی نسخہ کے استعمال سے اُسے بیہوش کر کے میرے بس میں لا سکو گے۔ کیونکہ اگر ایک دفعہ وہ میرے قابو میں آجائے تو پھر کچھ پرواہ نہیں ہے آخر تو عمر معشوق ہے بس اُسے ضرور بالضرور اپنے داؤ پر لے آؤنگا۔ اور بالفرض اگر جبار خاں کو اُس کی خبر بھی ہو جائے۔ تو امید نہیں کہ وہ اس معاملہ میں کسی طرح کی ناراضامندی ظاہر کر سکے۔ کیونکہ وہ تو دل سے خواہاں ہیں۔ کہ جس طرح ہو سکے زینب کا عقد معہ عجلت مجھ سے بندھ جائے۔ لیکن زینب کے دل میں معلوم نہیں کہ کیا سمایا ہے۔ کہ وہ اپنے باپ کی جبر و سختی اور جھڑکیوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتی۔

سیفو جناب والا میں کیا عرض کروں۔ جس دن سے کہ وہ لکھشمی کا وقوعہ قلعہ میں ہو چکا ہے۔ اس فقیر نے مجھے حضرت اعلےٰ کی نظروں سے ایسا گرا دیا ہے کہ اب مجھے محل میں بھی وہ دسترس نہیں رہی بلکہ حضور عالی ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑ جاتے ہیں۔ کہ مجھے کوئی نہ کوئی جان پر آفت آتی نظر آتی ہے۔

سوائے اس کے وہ پری محل کے حالات بھی اب جناب نے سن لئے ہوں گے۔ جسکو فقیر نے اپنا جادوگر بنایا ہوا ہے۔ اور جہاں صرف حضرت اعلےٰ اور دو تین خاص خاص اصحاب کے سوا کسیکو داخل ہونیکی طاقت و اجازت نہیں اور یہ بھی تو ممکن نہیں کہ باہر آ کر کسی سے کوئی ذکر داذکار کریں۔ یا حرف تک زبان پر لا سکیں۔ کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ یا کیا کچھ انہوں نے دیکھا سنا۔ پس ایسے ایسے ہتھکنڈوں سے فقیر صاحب نے حضرت اعلےٰ کی ذات پر وہ قابو پا لیا ہے کہ اب مقابل اُس کے کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اتنا بھی تو اب حضرت اعلےٰ کو خیال نہیں رہا۔ کہ اس ہندوؤں کی سرحدی راجدھانی میں وہ اپنے اصول سلطنت کو کس صورت میں منقلب کرتے جاتے ہیں۔

عبدالرحمان خان۔ "سیفو خان۔ تو اب کنارہ آگیا ہے تم نے پھر کسی وقت مجھ سے ضرور ملنا اور میں کئی ایک ضروری حالات دریافت کر کے تم کو بات چیت کرنے کے لیئے بلوا بھیجوں گا۔

باب ششم

پری محل

ناظرین سرینگر کے مضافات میں شنکر آچارج کی پہاڑی کا سلسلۂ کنارہ ڈل پر بجانب شمال مشرق شالاباغ تک پہنچتا ہے اور پھر یہی سلسلۂ کوہ دور تک پھیلتا ہوا نکل گیا ہے جس مقام پر پری محل واقع ہے۔ اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ یہ ایک بلند عمارت کا قطعہ ہے جو شنکر آچارج کے مندر اور چشمہ شاہی کی عمارات کے درمیان ایک گوشہ میں بلند پہاڑی پر خفیف سا نظر آتا ہے۔ اس زمانہ میں دور سے یہ پری محل کی عمارت کسی دیکھنے والے کو اگرچہ ڈھلوان شکل وسطح میں نظر آئیگی۔ لیکن ان مکانات کے پاس جاکر دیکھنے سے تو وہی آثار الصنادید کا نقشہ آنکھوں میں جم جاتا ہے اور وہ سخت درجہ کی مسماری اور خستہ حالی کی صورت میں دکھلائی دیتی ہیں۔ پرانے طریق پر اگرچہ اس شاہانہ عمارت کا نام پری محل اس لحاظ سے رکھا گیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں کسی زمانہ میں بادشاہی محل سرا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ رنگیلے جہانگیر کے سیر کشمیر کے زمانہ میں مشہور و معروف سرتاج حسینان جہاں یعنے شاہ بیگم نورجہاں کے لیئے اخون ملا شاہ اتالیق (جہانگیر نے اس محل کو تعمیر کروایا تھا جس میں کہ وہ معہ دیگر شہزادیوں اور اپنی کشمیری خواصوں وغیرہ کے رہا کرتی تھی۔ لیکن فی زمانہ بھی یہ عمارت جس شان و حیثیت میں نظر آتی ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ایسے بلند کوہستانی مقام پر ایسی عمارت کا لکھوکھا روپیہ کے اصراف سے تعمیر

کیا جاتا خالی از حکمت علت نہ تھا۔ اور غالباً یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی وضع قطع کا نرالا مسکن بادشاہی معشوقوں اور حسینوں کے فرودگاہ بالخصوص نظارۂ دل کیلئے بنایا گیا ہو۔ الا جس زمانہ کا کہ ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس وقت جبار خاں نے اس پری محل کے نقشہ کا اور ہی طرح پر کایا پلٹ کیا ہوا تھا۔ اور اہل کشمیر اس پری محل کا نام جب زبان پر لاتے تھے۔ تو ان کے دل و چہرہ پر اور ہی قسم کی رنگت چھا جاتی تھی۔ پھنے سننے والے کو یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ پری محل کی عمارت کسی بڑے اسرار و بھید کا مسکن ہے۔ جس کا خوف و تعظیم ہر شخص کے دل پر یوں منقش ہے کیونکہ کبھی کبھی رات کے وقت دور سے دیکھنے والے کو اس عمارت پر سے نصف حصۂ شب کے درمیان آگ کے بلند شعلے جلتے ہوئے نظر آیا کرتے تھے اور پھر ویسے موقعہ پر تو نزدیک سے گذرنے والے کو ضرور کبھی نہ کسی قسم کے آگ و کلمات کی بھیانک آوازیں خوفناک اور ڈراونی معلوم ہوا کرتی تھیں۔

ایک پورنماشی کی شب کو اس پری محل میں ایک خاص جلسہ منعقد ہونیوالا تھا جسکا نقشہ ناظرین کے سامنے یوں کھینچا جا سکتا ہے کہ پری محل کے اندرونی حصہ میں ایک چھوٹا سا تالاب بشکل حوض سنگ مرمر کے کناروں اور پتھر کی چھوٹی چھوٹی سیڑھیوں کا بنا ہوا تھا۔ اور جانب شمال مغرب اس تالاب کے کنارے پر ایک نشستگاہ تھی۔ باقی تالاب کے چاروں گوشوں پر چار ہون کنڈ ایک قسم کے سیاہ پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ جن کے مقابل چار چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں تھیں جن میں کہ ہون کنڈ کی سمگری کا سامان موجود رہتا تھا۔ ان چاروں کوٹھریوں کے دروازوں پر چار اشخاص خاص قسم کا لباس پہنے کھڑے تھے۔ جس سے وہ کسی ملت مذہب کے معلوم نہ ہوتے تھے۔ اور ان کے منہ پر ایک قسم کی گہری جالی کے نقاب پڑے ہوئے تھے جو ان کے چہروں کو شناخت نہ ہونے دیتے تھے۔ ان شخصوں کے ہاتھوں میں چار بڑے بڑے گرز پرانے زمانہ کی قطع کے تھے۔ الغرض ان کا لباس لامہ گوروں کی پوشاک سے کچھ ملتا جلتا تھا۔

تالاب کی جانب جنوب مشرق جو مکان تھا اس کے بیرونی حصہ کا دروازہ بالکل بند تھا۔ الا تالاب کے ارد گرد دیوار کلاں کے ساتھ چند نرالی وضع کے فانوس بشکل مثلث جو تعداد میں قریباً بیس کے ہوں گے لٹک رہے تھے۔ اب ٹھیک رات کے دس بجے ہوں گے کہ فقیر رازداں صاحب جانب جنوب مشرق کے کمرہ سے نکلکر شہ نشین پر ہو بیٹھے اور چاروں شخصوں نے جنکو ہم محافظ کے نام سے کہینگے ہون کنڈ پر کھڑے ہوئے ہوئے اپنی جگہوں سے سر جھکا کر تعظیم کی جنکا جواب فقیر نے سر جھکا کر اور کچھ آہستہ سے کلمات منہ سے نکال کر دیا۔ پھر اپنے دائیں کنڈ کے پہلے محافظ کو جسکا نام شیو تھا۔ بلا کر کہا کہو آج رات کے جلسہ کا تمہارے متعلقہ انتظام سب ٹھیک ہے! جس کے جواب میں اس نے تعظیم سے سر جھکائے ہوئے آہستے کہا۔ کہ دیوتا کی کرپا سے سب کچھ درست و مکمل ہے۔ اسی طرح فقیر نے باقی ہر سہ محافظوں کیطرف دیکھ کر سوال کئے اور سب نے باری باری ویسے ہی ادب کے ساتھ جواب دیئے اور فقیر چپکا ہو کر سر نیچے کئے ہوئے کچھ ورد زبان سے کرتا رہا۔

اب ٹھیک رات کے گیارہ بجنے پر جبار خاں کے آمد کی خبر باہر سے آئی۔ اور دربان نے ایک گھنٹی بجائی۔ جس پر فقیر اٹھ کر جس کمرہ سے کہ آیا تھا۔ اس میں چلا گیا اور اسکا دروازہ بند ہو گیا من بعد ایک ملازم نے ایک مونڈھا بصورت کرسی فقیر کے شہ نشین یا سنگھاسن کے قریب لا کر رکھدیا اور سنگھاسن کے قریب بائیں جانب ایک مسند بچھا دیگئی۔ اس وقت یہ مکان صرف انہیں چراغوں کی معمولی روشنی سے منور ہو رہا تھا۔ اسی عرصہ میں جبار خان مع تین ہمراہیوں کے جو کسی قدر مسلح تھے۔ مکان میں داخل ہوا اور دربان نے اُسے اپنے ہمراہ لا کر اس کے خاص سنگھاسن پر بٹھا دیا۔ چاروں محافظین کنڈوں نے اپنی اپنی جگہوں سے جبار خاں کو ادب سے سلام کیا۔ جسکا جواب بادشاہ نے سر جھکا کر دیا۔

جبار خاں چہرہ پر اس وقت کسی رنج و فکر کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ اور چراغ کی روشنی سے جو شبیہ اس کے مقابل روشن تھا وہ [illegible] میں

مبتلا معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے تینوں ہمراہی بھی کچھ اور اس سے نفے۔ گویا وہ کسی خوف و خدشہ میں گھرے ہوئے بے چینی کی حالت میں تھے۔

جبار خاں نے سنگھاسن پر بیٹھ کر دربان سے جو اُس کے بائیں جانب ہاتھ میں ایک مضبوط اعصاے کھڑا تھا۔ آہستہ سے پوچھا۔ کہ سائیں صاحب کے تشریف لانے میں ابھی کس قدر عرصہ ہے؟ جس کے جواب میں دربان نے کہا کہ ابھی دوسری گھنٹی بجا چاہتی ہے۔ جس پر کہ وہ تشریف فرما ہونگے۔ یہ سنکر جبار خاں پھر سوچ میں مبتلا ہو گیا۔ اور وہ سر نگوں کئے ہوئے کسی بڑی فکر میں غرق ہو رہا تھا۔ کبھی ایک لمبی سانس نکالکر وہ سر اوپر اُٹھاتا اور کچھ آہستہ سے کلمات نکالتا کہ اتنے میں یکایک گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔!! اور اندرونی کمرہ کا دروازہ کھلتے ہی فقیر باہر نکل آیا۔ اُس کے آنے کی آہٹ سنکر جبار معہ اپنے نوکروں کے تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہؤا اور جب فقیر اپنے سنگھاسن کے پاس پہنچا۔ تو سب نے بڑے ادب سے سر جھکا کر سلام کیا۔ فقیر کچھ ورد کرتا ہؤا اپنے سنگھاسن پر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد جبار خاں کیطرف تاک کر دیکھا۔ اِلا جبار خان سر نیچے کئے ہوئے چپ چاپ بیٹھا تھا۔

اتنے میں فقیر نے سحر آمیز کلام پڑھتے ہوئے تالی بجائی اور چاروں محافظین کنڈوں نے جو حوض کے چاروں گوشوں پر سر جھکائے کھڑے تھے۔ اپنے دائیں پاؤں کو دفعتاً اُٹھا کر زمین پر مارا اور بڑے زور سے تالی بجائی۔ پس تالی کے بجتے ہی تمام فانوس جو اس صحن میں ارد گرد لٹک رہے تھے۔ یکبارگی خودبخود روشن ہو گئے۔ تب فقیر نے اپنے ورد کو ختم کر کے جبار خاں کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا بادشاہ سلامت فرمائیے کیا حال ہے آپ خوش ہیں آج آپ کی دلی خواہشوں و مدعا کا دیوتا کی حضور میں حقیقت حال کھل جائیگا۔

جبار خاں نے ادب سے سر جھکا کر کہا لیکن جناب نے تو پیشتر سے ہی مجھے فکر میں ڈال رکھا ہے کہ میں وہ خاص مراد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکونگا۔ پھر

میں اور کیا عرض کروں اور کس چیز کے لئے خواستگار ہو سکتا ہوں۔

فقیر۔ ''ہم نے تو جو کچھ دیکھنا ہے وہ کہنا ہے باقی آپ کے نوشتہ اور تقدیر کا لکھا ہوا ظہور میں آتا ہے اس میں کسیکو کیا دخل ہو سکتا ہے! یہ کہکر فقیر نے پھر کچھ ورد کرنا شروع کیا۔ اور میجک وانڈ (چوب جادو) کو ہاتھ میں اُٹھا کر زمین پر پٹکا۔ اور چاروں ہون کنڈوں سے آگ کے شعلے آہستہ آہستہ نکلنے شروع ہوئے پھر رفتہ رفتہ یہ شعلے اسقدر بلند ہوئے کہ ایک جھاڑ دار پیڑ کے گلدستہ کے کنڈوں میں لگے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اور ان کی رنگت نہ صرف سرخ تھی بلکہ مختلف اقسام کے رنگوں کی شعاعیں ایسی خوبصورت معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ آتشبازی کا خوبصورت پیڑ آتش فشاں ہو۔

اب چاروں طرف فانوسوں کی عجیب روشنی اور حوض کے کناروں پر ہون کنڈوں میں ایسے خوبصورت شعلے نکلنے سے اس مکان کی کیفیت اور ہی طرح کی نظر آتی تھی یعنے ہر دو سنگھاسنوں پر بادشاہ وگدا کے مقابل بیٹھنے اور سامنے اس قسم کے جادو بھرے سامان مہیا ہونے سے فی الحقیقت ایک نرالے قسم کا دلچسپ لیکن کسیقدر خوفناک نظارہ تھا۔ اتنے میں فقیر نے بڑے زور سے کلام پڑھتے ہوئے تالی بجائی اور میجک وانڈ کو بشکل دائرہ گردش دیکر اپنے دائیں ہون کنڈ کی جانب پھیرا۔ اسپر چاروں محافظین نے پھر اپنے دائیں پاؤں کو اٹھا کر زمین پر زور سے ٹیکا اور جے ہے!! جے درگا پکارنے لگے۔ ان حرکات و آوازوں کے ہوتے ہی دائیں گوشہ حوض کے کنارے پر پانی کو حرکت ہوئی اور پھر دفعتاً پانی کے وسط میں ایک دیوی کا سر معہ کندھوں تک آب میں سے نکل آیا۔ یہ صورت نہایت حسین لڑکی کی تھی جسکا سفید رنگ مثل برف کے تھا۔ اور سن غالباً ۱۴ یا ۱۵ سال کا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آبی بشر ہونے سے اُس حوض میں مسکن رکھنے والی ہے۔ اس لڑکی کی آنکھیں بند تھیں اور اسکے چہرہ سے ایسی بشاشت کے آثار نمایاں تھے۔ کہ اس کے فی الحقیقت دیوی ہونے میں کوئی جائے شک نہ تھی۔

فقیر نے جھٹ تعظیماً اپنے سنگھاسن سے اُٹھ کر پھولوں کے بڑے خوبصورت گندھے ہوئے سہروں میں سے جو پاس رکھے تھے۔ ایک سہرہ کو اُٹھایا اور اس دیوی کے (جسکو اب ہم دیوی کے نام سے خطاب کریں گے۔) گلے میں ڈالدیا اس وقت جبار خاں بھی اپنے سنگھاسن سے اُٹھ کر بڑے ادب سے سر جھکائے اور ہاتھ باندھے ہوئے فرش کھڑا تھا۔ اور ویسے ہی اُس کے ہر ہمراہیوں کی حالت تھی۔ فقیر نے دیوی کے آگے ماتھا ٹیکتے ہوئے اونچی آواز میں ایک منتر پڑھا اور پھر چوب جادو کو حرکت دیکر کہا۔ اے دیوی بادشاہ کشمیر حضرت جبار خاں اسوقت تیری حضوری میں سر جھکائے کھڑا ہے اور اپنے گذشتہ گناہوں سے معافی چاہتا ہے +

دیوی آنکھ کھول کر مسکرائی اور سر کو ذرا سی حرکت دیئے بغیر بڑی باریک لیکن اچھی قابل سمجھ شیریں آواز میں بولی ۔ کیا کبھی پرمیشور بد کا عوض نیک دیا کرتا ہے اور کیا اگر جبار خاں کسی گذشتہ زمانہ اور جنم میں اچھے کام نہ کرتا ۔ اور ہزارہا تکالیف جھیل کر نیک کاموں کو عمل میں نہ لاتا ۔ تو یہ بادشاہت کا تخت حاصل کر سکتا تھا۔ پس اب تاج شاہی اس کے سر پر بھاری ہو گیا ہے اور اسکا سر نشہ حکومت کی گرانی سے اس کے بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس لیئے انصاف وعدل کو اب ہاتھ سے دے رہا ہے اور ظلم! ظلم! ظلم کی فریادیں وچیخیں اُسکے کانوں میں سنائی نہیں دیتیں۔ کیونکہ نشہ حکومت میں غرق ہونے کے سوائے نشہ شراب کا اثر بھی تو پورا پورا اُس کی طبیعت پر موثر ہو چکا ہے۔ پس ایسے افعال کا عوض جو کچھ ملا کرتا ہے اور مل سکتا ہے وہ تم خود ہی بچار سکتے ہو۔ پرمیشور نے دیوی دیوتے بُرائی کو نیکی! کے عوض میں بدلنے کے لئے نہیں بنائے ہیں پس میری تو یہ دعا ہے۔ جیسا کیا ویسا پایا۔ جیسا کریگا ویسا بھر پائیگا۔ یہ کہکر دیوی جھٹ پانی میں غوطہ لگا گئی۔

اس کے بعد فقیر نے آنکھیں بند کر کے پھر کچھ پڑھنا شروع کیا اور تھوڑے

عرصہ کے بعد دوسرے کُنڈ کے محافظ کی طرف ویسے ہی اشارہ کرکے تالی بجائی اور
میجک وانڈ کو حرکت دی۔ جس کے اشارہ سے باقی ہر سہ محافظین نے رسوائے
اول کنڈ والے کے دہنے پاؤں کو زمین پر زور سے پٹکا اور جے جے! جے کے کلمات
نکالے جس کے ساتھ ہی دوسرے کُنڈ کے گوشہ حوض سے دوسری دیوی
ویسی ہی حالت و وضع میں برآمد ہوئی۔ لیکن اس کی شکل پہلی سے مختلف تھی۔
رنگ گندمی اور آنکھیں بہت بڑی بڑی تھیں۔ اور چہرہ پر سوائے بشاشت کے
غصہ بھرے آثار معلوم ہوتے تھے۔ فقیر نے اس کے سر پر دوسرے پھولوں
کے سہرہ کو اٹھا کر پہنایا اور چوب جادو کو حرکت دیکر کہا کہ ہے درگا جی مہاراج ہمارا
حضرت جبار خاں بادشاہ کشمیر تیری حضوری میں اس وقت کھڑے ہو کر نیک
مرلو ملنے کا خواہاں ہے اور اپنے قصوروں سے معافی مانگتا ہے۔
یہ سنتے ہی دیوی بڑی خشمناک آواز میں بولی۔ کیا جبار خاں کو اب ہوش آیا ہے
کہ وہ نیک و بد میں تمیز کرنے لگا ہے۔ کیا اس کو یہ معلوم ہونے لگا ہے کہ اس نے
گناہ کئے ہیں۔ جن کے عوض کہ وہ خواستگار معافی ہے۔ اُف اُف!! جبار خاں
وہ جبار خان۔ جس نے اپنی مادر زاد حقیقی ہمشیرہ کو قتل کروایا ہو۔ اور جو اب
اس کی بیٹی کو اپنی بیٹی بنا کر گرداب مصیبت میں ڈالنے کی تدابیر کر رہا ہو۔ افسوس
جو زینب جیسی نیک طینت لڑکی سے بُرائی کرنیکا خواہاں ہو۔ اور وہ بھی کس لئے
کہ اُس کے گناہ چھپے رہیں وہ یوں ہم سے معافی مانگنے کی جرات کرتا ہے۔ افسوس
افسوس کیا ان گناہوں کے عوض میں جو جبار خاں نے کئے ہیں کوئی اور جوابدہ
ہو سکتا ہے۔ کیا پرمیشور کی درگاہ بھی کوئی انسانی عدالت یا تختہ گاہ کیطرح ہے
کہ کسی کی شفاعت وحمایت سے ایسے گناہ کبیرہ سے راستگاری حاصل ہو سکے۔
نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں ہے یہ کہتے ہی دیوی جھٹ پانی میں غوطہ لگا گئی۔
فقیر نے پھر بدستور سابق تیسری دیوی کی آمد کے لیے منتر پڑھنا
شروع کیا اور اس کے تالی بجانے و چوب جادو کو حرکت دینے پر دو محافظین

کنڈوں نے پھڑپھڑاؤں کو زمین پر زور سے پٹکا اور تیسرے ہون کنڈ کے گوشہ سے تیسری دیوی برآمد ہوئی۔ اسکی شکل دونوں سے بہت ہی مختلف تھی بلکہ تمام چہرہ سیندھوری رنگ کا ہونے سے آگ کے شعلے اس کے سرخ اور مشتعل ہو رہا تھا۔ اور اس کی طرف دیکھنے سے آگ کے شعلے اُس کے چہرہ پر سے نکلتے معلوم ہوتے تھے دیوی جبار خان کی طرف تاکتے ہوئے ہنس رہی تھی اور اس کی خونخوار چمکتی ہوئی آنکھیں تبسم آمیز تھیں۔ لیکن سخت حقارت کے ساتھ وہ دیکھ رہی تھی کہ نفیر نے جھٹ تیسرے سہرے کو اُس کے گلے میں ڈال کر جے درگا جے درگا کہتے ہوئے کہا۔ جبار خان رحم و معافی کا خواستگار ہے اور اپنی گذشتہ بداعمالیوں کے لیئے پشیمان ہو کر آمرزش چاہتا ہے۔

دیوی قہقہہ لگا کر جب بولی (تو اُس کے منہ سے آگ کے انگارے نکلنے شروع ہوئے اور اسکا چہرہ گومنتا ہوا لیکن ایسا خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ کہ جبار خان تھر تھر کانپ رہا تھا۔) کیا جبار خاں تو اس وقت دل میں یہ نہیں سوچتا اور خوف کر رہا ہے کہ ان خونوں کے سوا جو برہمنوں کی لڑکیاں تو نے قتل کروائیں ان کا معاوضہ ہی ہے جو تو اس وقت یوں دیکھ اور سن رہا ہے ہاں سچ سچ جبار خاں تو ٹھیک یہی سوچ رہا ہے اور تیرا خوف کرنا بجا ہے کیا کبھی ایسے گناہ کبیرہ ولی خوف کو دور کر سکتے ہیں۔ نہیں۔ وہ تو مثل سانپ کے گنہگار کی گردن کے گرد لپٹے ہوئے ہر وقت اُسے کاٹتے رہتے ہیں اور اسکے من کا ساکھی (کانشنس) جب کوئی پرخطر یا بھیانک موقع دیکھتا ہے تو اُسے خوف زدہ اور متوحش بنا کر نفرین کرنے لگتا ہے۔ پس جبار خاں اب بہادر اور باہمت ہو کر معاوضہ دینے کے لئے تیار رہو۔ گو ابھی وہ وقت نزدیک نہیں آیا ہے اور کچھ مدت کے بعد ظہور پذیر ہوگا۔ لیکن خود کردہ گناہ کے لئے کیا پچھتانا اور خوف کھانا۔ ہاں خبردار رہنا کہ جس شخص کو تو اپنا خاص معاون اور عزیز جانتا ہے وہی غدار ثابت ہو کر تیری تخریب کا باعث ہوگا۔ کہتے ہی وہ دیوی جھٹ پانی میں غوطہ لگا گئی۔

اب چوتھی دیوی کے نکلنے کی باری آئی۔ اور معمولی لوازمات کے بعد جب چوتھی
کنڈ کے محافظ نے تالی بجاکر باؤں کو زمین پہ پٹکا۔ تو جھٹ چوتھے گوشہ حوض سے
دیوی برآمد ہوئی۔ اُسکا رنگ سیاہ تھا۔ اور ماتھے پہ ایک بڑا لمبا سیندور کا ٹیکا
لگا ہوا تھا۔ اور دونوں سیاہ زلفوں کے درمیان مانگ میں کوئی چیز مثل کلان
ہیرے کے ایسی چمکتی تھی جیسے کہ سانپ کا من اسکی آنکھیں حوض سے نکلتے
وقت بند تھیں اور چہرہ کی رنگت اگرچہ بہت سیاہ تھی لیکن نقش اور گولائی ایسی
خوبصورت اور موثر معلوم ہوتی تھی کہ انسان کا دل خواہ مخواہ اس کی پرستش
و تعظیم کے لیئے مائل ہوا جاتا تھا۔ پس فقیر کے سہرہ ڈالنے اور معمولی سوال کرنے پر
جب دیوی نے لب کھولی تو دانت مثل ہیرے کی کنیوں کے چمکنے لگے

دیوی نے منہ کھولتے ہی تین بار زور سے دم لیکر آگ کے بڑے بڑے لمبے
شعلے مثل سانپ کی زبان کے نکالے اور یوں گویا ہوئی۔ ہم کو کیوں دکھ دیا گیا ہے
اے رازدان تو نے کیوں جبار خاں جیسے پاپی کے سامنے مجھ کو طلب کیا ہے۔ لیکن
میں ہرگز آنکھ کھول کر ایسے پاپی کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہوں گو اس بزرگ
کلام کی تعمیل میں جس سے تو نے مجھے طلب کیا ہے آ موجود ہوئی ہوں۔ جبار خان
پرمیشور کی قانون کے ناگ پھانس میں ہم سب دیوی دیوتے مقید ہیں ورنہ تجھ
جیسے پاپی کا دم زدن میں خاک کر ڈالنا کچھ مشکل نہیں۔ لیکن یاد رکھ تیرے گناہوں
کا بوجھ خود تیری گردن پر بھاری ہوتا جاتا ہے۔ جب وہ ناقابل برداشت حالت
میں ہو جائیگا تو تو خود ہی غرق ہونے لگیگا۔ کیا تو غریب لکشمی کے قتل کیلئے
حکم دینے کو بھول گیا ہے اور ابھی تیری خونی پیاس مٹنی شروع نہیں ہوئی
جو تو اور اقبال مندی کے حاصل ہونے کے لیے یوں تدارک کرکے دیوتاؤں کو
بلاتا ہے خیر اب اتنا ہیں پیشگوئی کر جاتی ہوں کہ آج سے برس کے پیچھے
تیرے خاندانی جھگڑوں میں سخت فسادوں کی آگ مشتعل ہو اور جب تو قریب المرگ
حالت میں ہو جائے تو پھر میں تجھے آنکھیں کھول کر درشن دونگی۔

رر بتجھے بتلائونگی کہ کیا ہم دیوتاؤں کو اس فقیر کی معرفت یوُں بلانا کوئی کھیل کا ناچ ہے! یا کیا نتیجہ پیدا کریگا۔!!

یہ کہکر دیوی جھٹ غوطہ زن ہو گئی۔ جسکے بعد فقیر آہستہ آہستہ منتر پڑھتا ہوُا بیٹھ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب فقیر نے کلام کا پڑھنا ختم کیا۔ اور جبار خان کی طرف بات چیت کرنیکو متوجہ ہوُا تو جبار خان نے بڑے افسردہ و غمگین صورت میں سر اُٹھا کر فقیر سے کہا۔ کہ حضرت اب کیا کیا جائے۔ جن مطالب کے لیے یہ سب سامان اور کوششیں کی گئی تھیں اس کے برعکس نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ فقیر جواب میں کچھ سوچ رہا تھا کہ جبار خاں کے ہمراہیوں نے جو آپس میں بڑی آہستگی سے کچھ باتیں کسی غیر زبان میں کر رہے تھے۔ جبار خاں سے متوجہ ہو کر اشارہ کنایہ سے ترکی میں (جس زبان سے فقیر ناواقف تھا) کچھ کہا جسکے جواب میں جبار خان نے ایک لمبی سانس حوصلہ سے لیتے ہوئے اور کسی قدر مسکرا کر چند کلمات زبان سے نکالے لیکن فقیر جس کا نام کم رازداں اسم بامسمےٰ تھا ان کے مطالب کو جھٹ سمجھ گیا۔ اور ہنسکر زبان سے گویا ہوُا۔ ہاں ہاں حضرت آپ کے دل میں بیشک کچھ شکوک پیدا ہو رہے ہیں۔ اور جو ایسے حالات میں ایک غیر مذہب شخص کے دل میں ہونے کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ الافقیر اپنے عملیات میں کامل اور صادق ہے۔ اور جو کچھ کہ وہ ظہور میں لانیکا دعویٰ کرتا ہے اور لا سکتا ہے اسپر وہ دخل و قدرت رکھتا ہے۔ یہ کہکر فقیر پھر کچھ سوچنے لگا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد بولا چونکہ یہ موقعہ اور منتر کا استھان بحث و مباحثہ کا نہیں ہے اسلئے خیر میں آپ کو کچھ آنکھوں سے مشاہدہ کرا سکتا ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ سنگھاسن سے اُٹھ کھڑا ہوُا اور چوب جادو کو ہاتھ میں اٹھا کر زور سے منتر پڑھنا شروع کیا پھر ایک برتن میں سے جو پاس دھرا تھا۔ قدرے آب چلو میں اٹھا کر دم کیا اور حوض میں پھینک دیا۔ اور چوب جادو کو جبار خان کے سر پر گردش دیکر کہا۔ جبار خاں ذرا جھک کر تالاب میں دیکھو تو سہی کہ کیا نظر آتا ہے

جبار خان نے سرنگوں کرکے تالاب میں دیکھنا شروع کیا ہی تہا۔ کہ اسکے چہرہ پر سخت تعجب و پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ چلاکر بولا۔ حضرت حضرت یہ کشت و خون اور میری یہ حالت وہ وہ وہ اپنا۔ اپنا۔ ہائے ہائے مجھے تلوار اُٹھاکر مارنے چاہتا ہے۔ وہ وہ محل کو آگ جلا رہی ہے۔

اس پر فقیر نے جھٹ دوبارہ چوب جادو کو جبار خاں کے سر پر پھیرا اور کہا بس ہٹ جاؤ۔ اسیقدر کافی ہے۔ بعدہ جلسہ برخاست ہوا اور جبار خاں وہاں سے واپس گھر کو چلدیا

باب ہفتم

رُوپ لنکا

مشہور و معروف آب ڈل کے درمیان جسکا ذکر کہ ہم کر چکے ہیں نسیم باغ کے سامنے اور شالامار باغ کے رستہ میں ایک بہت چھوٹا سا قطعہ زمین بشکل ٹاپو یا جزیرہ دکھلائی دیتا ہے۔ جو روپ لنکا یعنے نقرہ کی لنکا کے نام سے مشہور ہے اس مقام پر دو چنار کے درخت اور گھاس و خودرو پھولوں کے سوا اگرچہ فی زمانہ کچھ اور نظر نہ آئیگا۔ لیکن جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس قطعہ زمین کے گرد بڑے بڑے شہتیر دیکھنے لگاکر اس قطعہ کو مربع شکل میں زمانہ حال کی نسبت عرض و طول میں بہت بڑہایا گیا تہا۔ بلکہ تاریخی حالات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مقام کم سے کم اُس زمانہ میں چھ سو گز مربع تو ضرور ہوگا۔ جس کے اردگرد پتھروں کی اونچی چار دیواری بنی ہوئی تہی۔ اور درمیان میں ایک کوٹھی خوب کشادہ [illegible] بنایا گیا تہا۔ جو حضرت

راز دان صاحب ہماری ناول کے مشہور و معروف ہیرو کا مسکن تھا۔ اور اس کی دوسری منزل پر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جو فقیر کی نشستگاہ یا عبادت کے لئے مخصوص تھا اس مکان میں بوقت آٹھ بجے دن کے فقیر راز دان بیٹھا ہوا تھا۔ اور چند پستک سنسکرت کے اس کے آگے رکھے ہوئے تھے۔ جن کے مطالعہ میں وہ مشغول تھا۔ اتنے میں ایک نوکر نے آکر اس کی کوٹھری کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ اور اجازت ملنے پر اندر آکر پرنام کیا۔ اور آہستہ سے کہا کہ مہاراج دُرباشا پنڈت کشتی میں پہنچ کر نیچے ملاقات کے لئے حاضر ہے۔

فقیر: ہاں۔ بیشک آج درباشا پنڈت سے میرے ملنے کا وعدہ کیا ہوا ہے بیشک آنے دو۔

نوکر یہ سنتے ہی چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پنڈت جی کو لا کر حاضر کیا۔ جنہوں نے بڑے ادب سے فقیر کو پرنام کیا۔ اور فقیر کے اشارہ پر وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

فقیر مسکرا کر۔ کہو درباشا پنڈت ہاں مہاراج کے کہنے اور بھروسہ دینے پر ہم دونوں جیو جی رہے ہیں۔ اور جس طرح آج کے دن کی انتظاری کرتے ہوئے ہم بیتاب رہے ہیں وہ ہمارا دل ہی جانتا ہے۔ ہاں سچ ہے امید بڑی چیز ہے جس پر انسان بھروسہ و توکل رکھ کے ایام بسر کرتا جاتا ہے۔

(فقیر درباشا کی بات کاٹ کر) اور پھر اُس منکھش کے تو بہت اچھے بھاگ سمجھنے چاہئیں جس کے آرزو کے دن پورے ہو کر اُسے بچھڑے ہوؤں سے ملنے کا موقعہ زندگی میں آجائے۔

[illegible] میں ایک فرانسیسی سیاح نے سفر کشمیر کرتے ہوئے جب اس مقام کو دیکھا تھا تو وہ یہاں پہ ایک چھوٹے سے مندر دیکھنے کا ذکر کرتا ہے۔ جس کی نسبت زمانہ اگرچہ نشانات منہدم ہو چکے ہیں لا انداروں پر کہیں کہیں خشت و سنگ پتھر میں لگے ہوئے کسی مکان کی بنیاد کے آثار تو اب بھی نظر آتے ہیں (مصنف)

درباشاجناب بچھڑا ہُوا ابھی کون وہ لخت جگر نورچشمی لکھشمی جیسی وہرم پُوتری
اورجسطرح سے بچھڑے وہ حالت بھی مہاراج کو خوب روشن ومعلوم ہے۔ یہ کہتے
ہی درباشاکی آنکھوں سے آنسوزارزار مثل ابرباراں کے برسنے لگے۔ اوراس کی
طبیعت پرعجیب بے چینی واضطراب نمودار ہُوا۔

فقیر نے یہ دیکھ کرجھٹ درباشا کا ہاتھ پکڑا اوراپنی نشست سے اُٹھ کراُسے
اپنے تخلیہ کے کمرہ میں جواوپر کی منزل پرتھا لیگیا۔ اوروہاں ایک مسند پرجومثل چھوٹے
تخت کے کسیقدربلند تھی نشست اختیار کی اوراُن کے دائیں طرف فرش کالین
پر بھی درباشا پنڈت بیٹھ گیا۔ فقیر کچھ عرصہ تک سوچنے کے بعد درباشا سے مخاطب ہوکر
بولا۔ دیکھو درباشا پنڈت جسطرح سے کرلکھشمی کی جان بچاکرآجتک اسکی عفت
وعصمت کی محافظت کرکے میں نے اُسے خونخوار ملیچھوں سے بچایا ہُوا ہے۔ وہ صرف
یا تو پرمیشور کی مدد کرپاسے اوریا کسی قدر لکھشمی کے میرے کہنے پرہردم عمل کرنیکا
نتیجہ ہے اورپھراگرچہ میں نے تمہارے رنج وغم کے دفعیہ کے خیال سے تم کو اُس دن
مطلع کردیا تھا کہ لکھشمی زندہ ہے۔ واویلا مت کرو۔ اورصبروخاموشی سے کام لو
۔الاجب کبھی تم نے اس سے ملنے کے لئے اصرار کیا تو میں تم کو ہمیشہ کسی مصلحت وقت
کے خیال سے ٹالتا رہا ہوں۔ پس آج حسب وعدہ لکھشمی سے تمہاری ملاقات کا دن
آگیا ہے۔ لیکن اگر تمہارا ارادہ اُسکو اپنے ہمراہ گھرلے جانے کا ہو یا کوئی اور بات
خلاف میری مرضی کے کرنی ہو تو ابھی کہدو۔ کیونکہ میرے کام اورمیرے راز
سوائے میری ذات کے ہرگز کسی دوسرے شخص پرہویدا نہیں ہوسکتے اورتم اسکو
خوب جانتے ہو۔

درباشا۔ مہاراج کیا ابھی تک جناب کو مجھپر اعتبار وبھروسہ نہیں ہے کیا
میں نے آجتک کسی امر میں سوائے جناب کی اجازت کے کبھی چوں چرا بھی کیا ہے
کیا میں ایسا احسان فراموش محسن کش ہوسکتا ہوں۔ کہ آپ جیسے دہرم اوتار کی ہدایت
کے برخلاف جنھوں نے میری بیٹی کی یوں جان ودہرم سے محافظت کرکے اس کی

پالنا کرتے رہے ہیں۔ کوئی کام کر سکوں اب تو لکھشمی آپ کی بیٹی ہو چکی ہے۔ اور میں اور اُس کی والدہ آپ کے تابعدار اور غلام ہیں۔

فقیر نے بات کاٹکر ایک چھوٹے سے کمرہ کے دروازہ کی جانب جو اسی منزل پر فقیر کی نشست کے مقابل تھا۔ آواز دیکر کہا۔ بیٹی لکھشمی آجاؤ۔ کیا تم اپنے باپ کی باتیں سُنکر بھی باہر آنا نہیں چاہتی۔ وہ تمہارے ملنے کے لئے کیسا بیتاب ہو رہا ہے

فقیر کے منہ سے لکھشمی کا نام نکلتے ہی دروازہ جھٹ کُھل گیا۔ اور اندر سے لکھشمی باہر آ گئی۔ جو ہو بہو دیوی کی صورت دکھلائی دیتی تھی۔ وہ باہر آتے ہی اپنے باپ کے گلے یک لخت لپٹ گئی اور کسقدر زور سے چلا کر رونے لگی۔ جبکہ فقیر نے کہا بس لکھشمی خبردار خبردار!! درباشا پنڈت بھی زار زار رونے سے اپنے آپ کو تھام نہ سکا۔ آخرش اُسے اپنے گلے سے علیحدہ کر کے اپنے پاس بٹھلا کر اور تسلی دیکر اُسے پُرساں حال ہوا۔

لکھشمی۔ پتا جی آپ تو ملے لیکن میری پیاری ماں کہاں ہے۔ جس کے دیدار کرنے کے لئے زیادہ تر بیکل ہو رہی ہوں۔

درباشا پنڈت۔ بیٹی ماں تمہاری کشتی میں آکر بیٹھی ہے لیکن سوائے حکم مہاراج کے (فقیر کی طرف اشارہ کر کے) میں اُسے یہاں نہیں لا سکتا۔

فقیر۔ کیا درباشا جی لکھشمی کی ماں کو بھی تم ساتھ لائے ہوئے ہو۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔ خیر اگرچہ میرا منشا تھا کہ پہلی دفعہ صرف آپ لکھشمی سے مل لیتے اور پھر دو چار روز بعد اسکی ماں بھی آکر مل جاتی۔ خیر اگر وہ آ چکی ہے۔ تو اسے بلا لاؤ وہ بھی مل جائے۔ لیکن راز افشا ہونے کی نسبت اُسے خوب سمجھا دینا چاہئے

درباشا پنڈت یہ سُنتے ہی گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پاربتی لکھشمی کی ماں کو اپنے ساتھ اس جگہ پر لکھشمی کے پاس لے آیا۔

پاربتی نے اول فقیر صاحب کے قدموں پر روتے ہوئے سر رکھکر ہاتھ اٹھایا کا اُنھوں نے آشیرباد دیتے ہوئے کہا کہ پھیشور بھلا کرے اور تمہارا اول لکھشمی کے

ملنے سے ٹھنڈا ہو۔ پھر پاربتی اور لکھشمی یعنے ماں بیٹی ایک دوسرے کو سسکی ہوئی رونے لگیں۔ اور آپس میں گلے سے ایسی چمٹ گئیں۔ کہ جدا نہ ہوسکتی تھیں یہ عجیب رنج و مسرت آمیز بلکہ رقعت انگیز نظارہ تھا۔

درباشا پنڈت۔ خیر پاربتی اب تم ان باتوں کو جانے دو۔ پرمیشور کا دہن باد اور مہاراج جی کا ہزار ہزار شکر کرو۔ جن کی کرپا اور ویلے سے آج تمہیں لکھشمی سے ملنا نصیب ہؤا۔ ورنہ ہم تو اسکو زندہ ہی موت کے حوالے کر چکے تھے (ہائے ملیچھوں کا ستیاناس ہو) اور پھر جو جو ہمارے دل میں گذر رہی تھی۔ وہ پرمیشور ہی جانتا ہے۔ ہاں جب ہم دونوں (درباشا اور پاربتی کی) حالت لکھشمی کے غم و جدائی سے قریب المرگ ہو رہی تھی۔ اور ہم دیوانہ وار شور و فغاں کرکے دنیا میں روتے پیٹتے ہوئے اس کی جستجو میں آوارہ گرد ہونے والے تھے۔ تو مہاراج نے صرف اسقدر کہہ کر کہ صبر و حوصلہ رکھو۔ لکھشمی ابھی تک زندہ ہے اور اسکی عفت و عصمت میں پرمیشور کی دیا سے کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ ہمکو ڈھارس دلایا تھا۔ اور ہمارے زیادہ تر پوچھنے اور سوالات کرنے پر بھی یہی فرمایا تھا کہ بس اب پرمیشو، پر بھروسہ رکھو۔ کسی نہ کسی دن وہ تم کو زندہ مل جائیگی۔ بشرطیکہ چپ چاپ اور خاموش رہو اور ہمارے کہنے پر عمل کرو۔ پس مہاراج جی تو پرمیشور کا اوتار ہیں جنہوں نے یوں اپنے قول کو پورا کرکے ہم کو دنیا میں آج مسرت و راحت کا یہ مبارک دن دکھلایا ہے۔

فقیر لو اب میں تھوڑی دیر کے لئے نیچے جاتا ہوں۔ تم لکھشمی سے باتیں کرو۔ اور اس کے ظالموں کے ہاتھوں سے زندہ بچنے کی کہانی سنو۔ جو آجتک تم کو معلوم نہیں ہے۔ اور نہ جسکی ان خونخوار جہنمی ملیچھوں کو کچھ خبر ہے۔ لیکن بیٹی لکھشمی خبردار اس کی طرف اشارہ کرکے ۔۔ ۔۔ کہ وہ خاص بات جو تم کو سمجھائی گئی ہے۔ اسکا خوب خیال رکھنا۔ یہ فقیر بھی فقیر نے ایک قسم کے اشارہ سے لکھشمی کو سمجھایا۔ الا منہ سے کچھ نہ کہا۔ جسکا جواب اشارۃً لکھشمی نے دیا۔ کر

مہاراج میں خوب سمجھتی ہوں) اپنی داستان کو مختصراً بیان کرو۔ کیونکہ میں نے جلد واپس آکر تمہارے ساتھ بیٹھ کر بھوجن کہانا ہے جسکا وقت اب بہت قریب ہے اور اس کے بعد میرے مقررہ تقسیم اوقات کے بموجب اور ضروری کام انجام دینے ہونگے یہ کہکر فقیر نیچے اُتر گیا۔

باب ہشتم

لکھشمی کی سرگذشت

پیاری ماں اس درگاجی کے مندر کے پاس چنار کے درختوں کے سایہ میں میرے تمہارے ساتھ لیٹ کر سو رہنے کا حال تم کو معلوم ہی ہوگا پس وہاں میں ایسی بے سدھ کر سوئی کہ مجھے جان و جہان کی خبر تک نہ رہی من بعد اُس خواب بد سے جب میں بیدار ہوئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ بجاے اس مقام پر تیرے پہلو میں لیٹے ہُوئے ہونے کے کسی اور ہی مکان و حالت میں ہوں۔ میں آنکھیں ملتی ہوئی بار بار تتر بتر نگاہوں سے ارد گرد دیکھتی تھی۔ کہ کیا میں تا ہنوز کوئی سوپن (خواب) دیکھ رہی ہوں کہ میرے اردگرد بجاے درخت زار اور جنگل ہونیکے ایک خوبصورت محل کہاں سے آگیا۔ جسمیں دو تین بادشاہی خواصین میرے پلنگ کے آس پاس بیٹھی ہیں اب رات کا سامان ہے چراغ کمرہ میں روشن ہو رہے ہیں خواب سے کسی قدر بیدار ہونے کی حالت میں جب میں نے ذرا کروٹ بدلا تو ایک عورت کی آواز میرے کان میں آئی (جو لکشمی ہی نام سے) کہتی تھی کہ اب ہوش آنے

لگا ہے دوسری نے کہا ہاں چھ سات گھنٹہ تک تو اس نے پہلو تک نہیں بدلا معلوم نہیں کہ کیا چیز اُس نے کھائی تھی۔ جو یوں مردہ پڑی رہی۔ یہ باتیں مجھے نیم خواب کی حالت میں یوں سنائی دیتی تھیں کہ جیسے کوئی بحالت سوپن کسی کے بول چال کو سنتا ہو آخرش جب میں گھبرا کر پلنگ پر اُٹھ بیٹھی اور بحالت حیرانی و سرگردانی چاروں طرف حیرت سے تاکتے ہُوئے اپنے آس پاس والی عورات سے پوچھا کہ میں کہاں ہوں۔ میری ماں کہاں ہے یہ مکان؟ کسکا ہے اور تم کون ہو۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔ پھر ایک ان میں سے بولی کہ بیوی تم بادشاہی محل میں ہو ہم کو یہ تو معلوم نہیں کہ آپ کسطرح سے یہاں پہنچی ہیں۔ ہاں ہم کو خواجہ سرا نے آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کا حکم دیا ہے۔ ماسوائے اس کے وہ تیسری عورت جو آپ دیکھتے ہو۔ یہ ہندو خادمہ ہے جسکو ہم نے کہا ہے کہ اگر آپ کچھ کھانا پینا چاہیں تو وہ آپ کو مہیا کر دے گی۔

میں یہ سن کر زار زار رونے لگی۔ اور دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کر کے تکیہ پر سر رکھ کر یہ سوچتی تھی کہ یہ کیا ہوا۔ کیا تا ہنوز میں کسی خواب میں غلطان تو نہیں ہوں۔ پھر اپنے ہاتھ پاؤں کو دیکھ کر اور اپنی باتوں کے صحیح جواب پاس کی مستورات سے سنکر حالت خواب میں ہونے کا گمان اُٹھ جاتا اور سوچنے لگی کہ میں انجان بھولی بھالی ایسی حالت میں کب گھر سے نکلتی تھی۔ اور مجھے بادشاہی محلوں سے کیا کام اب کیا کیا جائے ایک گھنٹہ تک تو سوائے رونے کے مجھ سے اور کچھ نہ بن پڑا۔ خواصیں ہر چند مجھے تسلی دیتی تھیں کہ بیٹی کیوں یوں سر دھر کر اپنی جان گنواتے ہو۔ بادشاہ کے حکم کے برخلاف کسی کی کیا طاقت ہے جو دم مار سکے!!

میں نے یہ سن کر غصہ سے کہا کہ ستیاناس ہو ایسے بادشاہ کا اور آگ لگے تمہارے ان محلوں کو مجھ غریب لڑکی سے بادشاہ کا کیا کام ہے

مجھے میری ماں کے پاس جسطرح سے ہو سکے پہنچا دو میں تمہیں بہت سا روپیہ انعام ولاؤنگی۔ یا میرے باپ کو ہی بلا لائیے۔ بیٹے وہ تو بہت دور گئے ہوئے ہیں۔ وہ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ کسی طرح سے میری اس حالت کی خبر پہنچا دو۔

ہندو خواص مجھے رونے سے بند کر کے بولی۔ بی بی پنڈتانی جی اب اس وقت کوئی ڈیڑھ پہر رات گذر چکی ہے۔ بہتر ہے کہ اگر تم نے کچھ کھانا پینا ہو تو مجھے حکم کرو۔ میں تمہارے لیئے ابھی اپنے ہاں سے بھوجن لائے دیتی ہوں جو تم کھا کر آرام کر رہو۔ صبح اُٹھ کر جو کچھ تم کہوگی ہم دارو غہ محلسرا سے عرض کر دیویں۔ یا وہ خود ہی تمہارے پاس آکر دریافت حال کر جائیگا۔ اب یوں بیتاب ہو کر رونے پیٹنے سے جان کو دکھ دینا مناسب نہیں ہے!

میں نے جوابدیا کہ مجھے کچھ کھانا پینا نہیں ہے اور میں ابھی تو سوکر اُٹھی ہوں اب مجھے نیند بھی کہاں آنے لگی ہے۔ خیر تمہاری مرضی اگر تم چاہتی ہو تو سو رہو میں اب تجھے منع نہیں کرتی ہاے جو بھگوان و نارائن کی مرضی! معلوم نہیں کہ اس نے کیوں مجھے اس قید میں بے مدد ڈالا ہے۔ میری یوں باتیں سنکر نیسے ایک خاص نے دوسروں سے کہا کہ اچھا جسطرح سے یہ کہتی ہے وہی کرو اب ہمارا کیا قصور ہے صبح دارو غہ جی سے سب حال کہدیا جائیگا۔ اس پر وہ تینوں خواصیں میرے پلنگ کے اردگرد پلنگ پر لیٹ کر سو گئیں +

جب ان کو سوئے ہوئے قریب دو گھنٹہ کے ہو چکے تو میں پلنگ پر سے یہ سوچتی ہوئی اُٹھی کہ اگر کسی دریچہ دروازہ سے بھاگنے کی راہ مل جائے تو میں خواہ کسی دریچہ سے بازار میں کود کر یا کسی دروازہ سے نکل کر اس مکان سے کسی نہ کسی طرح باہر ہو جاؤں۔ لیکن میں جس در و دیوار کی طرف جاتی سب کو بند پاتی اور کسی طرح سے راہ گریز نظر نہ آتی تھی۔ خیر میں بیتاب ہو کر پلنگ پر لیٹ رہی اور اگرچہ میرے سر میں درد ہونے سے مجھے نیند

تو کہاں آنی تھی۔ لیکن جوں توں کروٹیں لیتے ہوئے رات گذار ہی۔

صبح کے نمودار ہوتے ہی مسجدوں سے اذان و بانگ کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ مرغان سحری بھی بولنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے جانوروں کی چہچہاہٹ بھی کانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ لیکن میں چارپائی پر بیٹھے پرمیشور کا نام لیتے ہوئے سوچتی تھی کہ ہے نارائین جی! عجب تیری قدرت کے کھیل ہیں۔ کل میں کس حالت میں اپنی ماں کے ساتھ درگا جی کے درشن کیواسطے طیار ہو رہی تھی۔ دل میں کیا کیا اُمنگ اُٹھ رہے تھے۔ یہ معلوم بھی نہ تھا۔ کہ آج صبح کو میرے لیئے یہ زندان خانہ نصیب ہو جائیگا۔ ہائے ہائے معلوم نہیں کہ میری پیاری ماں پر کیا مصیبت گذر رہی ہے اُسے بھی کوئی قیدی بنا کر لے گیا۔ وہ کہیں کی کہیں میری تلاش میں جنگلوں میں خاک چھانتی پھرتی ہوگی۔ ہے پرمیشور یہ تیرا کیا کارن ہے۔ تو کس بدھ مجھے اس کٹھن بپتا میں ڈالا ہے۔

اتنے میں ٹن ٹن کی آواز گھڑیال سے آنی شروع ہوئی اور خواصیں اُٹھ بیٹھیں۔ اس وقت اس مکان کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے کوئی ماتم کدہ ہو کیونکہ نہ تو میں کسی سے بات چیت کرتی تھی اور نہ وہ خواصیں آپس میں ہنستی بولتی تھیں۔ پھر صرف ایک ہندو خواص جب میرے پاس رہی اور باقی کی دونوں رفع حاجت کے لیئے باہر اُٹھ کر چلی گئیں تو میں نے اپنے آپ کو ہندو خادمہ کے ساتھ تنہا مکان میں دیکھ کر اُس سے یوں بات چیت کرنی شروع کی۔

مائی تیرا کیا نام ہے۔ اور تو ہندو ہو کر یہاں پر کیسے ملیچھوں کی نوکری کرتی ہے اور تیری ذات کیا ہے۔

خادمہ میرا نام سکھداسی ہے۔ اور میں شہزادی زینب کے ملازموں میں سے ہوں۔ اگرچہ میں ہندو اقوام میں سے پہاڑی عورت ہوں۔ اور

میرے گھرانے کے لوگ سپاہی تھے۔ لیکن پانچ چھ برس سے میرا خاوند لڑائی میں مر چکا ہے اور مجھے پرمیشور نے شہزادی زینب کی خدمت میں مقرر کر کے میرے معاش کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ایک فرشتہ سیرت نیک خصلت شہزادی زینب کی خدمت کرنا تو کسی دیوی دیوتا کی چاکری یا خدمت گذاری سے کم نہیں ہے

لکھشمی تو کیا شہزادی زینب ایسی نیک ہو کر میرے اس بندی خانہ کی سازشوں میں شریک ہے۔ اور اگر بقول تیرے وہ ایسی نیک خصلت ہے تو کیوں تیرے وسیلہ سے مجھے یہاں سے نہیں نکال دیتی۔ جس سے پرمیشور اُسے بہت نیک پھل دیگا۔

خادمہ۔ بی بی تو بھولی بھالی نوعمر لڑکی ہے تو نہیں سوچ سکتی کہ جب تو اُس کے پاپی ملیچھ پتا (جس کا نام میں جیبھ نہ لونگی) کے حکم سے یہاں لائی گئی ہے۔ اور اس مکان کے باہر کئی مرد و زن پہرہ پر مقرر ہو کر حفاظت کر رہے ہیں۔ تو تیرے لیے کون شخص راہ گریز نکال سکتا ہے۔

لکھشمی یہ کونسا مقام ہے اور میں کس مکان میں قید ہوں اور میرے یہاں پر لانے اور قید میں ڈالنے کا کیا مطلب ہے۔

خادمہ یہ وہی منحوس مکان ہری پربت ہے۔ افسوس ہری پربت تو کسی وقت دیوتاؤں اور درگاجی کا متبرک پربت و مندروں کی جگہ تھی۔ لیکن اب ملیچھوں کے قبضہ میں آنے سے شاہی محلات کا مسکن ہے جس پر ایک طرف تو عیش و عشرت کے مکانات ہیں اور دوسری جانب بندی خانہ اور قتل گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ پس اب تو شاہی محلات کے حرم سرا کے اس حصہ میں ہے جو خواصوں اور لونڈیوں کی بود و باش کے لیئے ہے۔ اور کیا تو ایسی انجان اور بھولی بھالی ہے کہ اپنے یہاں لائے جانیکا مطلب و مدعا نہیں سمجھتی۔ افسوس اس ملیچھ راج میں حسین عورتوں اور لڑکیوں کی (خواہ ہندو ہوں یا مسلمان) سخت عفت دری ہو رہی ہے۔ اور نفسانی وحیوانی خواہشوں

کے سپرد کرنے کے لئے یہ ملیچھ حاکم جس طرح تجھ جیسی نوعمر بیکس لڑکیوں کو یوں قید میں ڈال کر ستا رہے ہیں۔ ان کا بدلہ پرمیشور ہی اُن کو دے گا۔

لکشمی یہ باتیں سنکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور سسکتے ہوئے خادمہ سے کہا۔ پھر کیا کیا جائے؟ پرمیشور کے واسطے مجھے بچاؤ۔ میں اب سمجھ گئی کہ میرے یہاں لانے اور قید میں ڈالنے کا کیا مطلب ہے!! اے پیاری سکھداسی مجھے اگر کہیں سے چھری کٹاری لادو تو خوب ہو کہ میں اپنے ہاتھوں اپنی عزت و عصمت بچانے کے لئے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں یا اگر زہر مل سکے تو وہی کھا مروں۔ ہائے مسلمان ملیچھو تمہارا ستیاناس ہو اوت! مجھے اب معلوم ہوا۔ وہ حرامزادہ سیفو ہمارے گاؤں میں آکر مجھے اسی مطلب کے لئے چھیڑا کرتا تھا۔

خادمہ پیاری بی بی خبردار ان باتوں کو کسی دوسری عورت سے جو یہاں تیرے پاس آوے نہ کہنا۔ اگر کسی کو ذرا بھی معلوم ہو گیا کہ میں ہندو ہونے سے تیری معاون بنکر خلاف منشاء سرکار کچھ کیا چاہتی ہوں تو مجھے فوراً قتل کر دیا جائیگا۔ الّا اگر تو میرے کہنے پر عمل کرے جو سدا رکھیگی تو پرمیشور کوئی نہ کوئی صورت تیری بہتری و بھلائی کی نکال دیگا۔

اتنے میں دروازہ کھٹ کھٹایا۔ اور داروغہ محلسرا جو شاہی خواجہ تھا ہاتھ میں تلوار لئے معہ دو تین کشمیری خواصوں کے میرے پاس آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

خواجہ سرا۔ کہو لکشمی جی کیا خبر ہے۔ رات کو کچھ کھایا پیا؟ ہم نے تو خاص کر تمہاری خاطر اس ہندو خادمہ سکھداسی کو مقرر کیا تھا۔ کہ تم اس مکان میں داخل ہو کر بوجہ ہندو دھرم رکھنے کے کھانے پینے سے تنگ نہ رہو۔ اگرچہ اور مستورات کے ساتھ جو یوں یہاں لائی جاتی ہیں۔ ایسا سلوک مشکل ہی کیا جاتا ہے۔ اب اگر غسل کرنے کا ارادہ حمام میں ہو۔ تو میں سب

ساماں ابھی مہیا کرا دونگا - اور نئی پوشاکیں و زیورات وغیرہ جس سے تم سچ مچ
پرستان کی شہزادی دکھلائی دوگی تمہارے پہننے کے لئے بھیج دیئے جائینگے
بس یہ سنتے ہی آنکھیں بند کرکے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - ہچکی بندھ
گئی منہ سے کچھہ نہ نکلتا تھا -

سکھداسی خادمہ حضور اس نے تو نہ رات بھر کچھہ کھایا پیا ہے - اور نہ
سوئی ہے روتے روتے رین گذار دی ہے - میں نے ہر چند منت سماجت
کی اس نے ایک نہیں مانی -

خواجہ سرا - ہاں سچ ہے - اول اول سب کی یہی حالت ہوگئی ہے -
لیکن یہ پیٹ بڑا ظالم ہے - وقت پر سب کچھہ آہستہ آہستہ کرا دیتا ہے - اور کرادیگا
لکھشمی نو دانا لڑکی معلوم ہوتی ہے - اسے اب سمجھنا چاہئے - جہاں فرمان
شاہی سے اس جیسی اور سینکڑوں یہاں پر مشرف بدین اسلام ہو کر داخل
محل شاہی ہو چکی ہیں - تو پھر اس کی کیا طاقت ہے کہ خلاف فرمان حضرت اعلے
سر پھیر سکے - بلکہ آنحضرت کی رضا جوئی کو مدنظر رکھکر بخوشی دل تابعت کرنیسے
عزت و منزلت حاصل کرنا بہت ہی مناسب و زیبا ہے -

الغرض اس طرح کی باتیں خواجہ سرا نے کرتے ہوئے مجھ سے جواب طلب
کیا لیکن میں نے جواباً ایک کلمہ بھی منہ سے نہ نکالا - اس کی تقریر کبھی خوشامدانہ
اور کبھی خوف و دھمکی دیکر مجھے کسی ڈھب پر لانے کی تھی - لیکن جب میں نے
سب کے جواب میں ایک خاموشی ہی اختیار رکھی - تو وہ تنگ ہو کر اُٹھہ کھڑا ہوا -
اور خادمہ سکھداسی سے بولا - دیکھو تم کو جس طرح سے کل شام حکم و ہدایت ہو چکی
ہے اُسی کے مطابق عمل درآمد کرکے یہاں پر حاضر رہو - خبردار اس کے
خلاف کوئی بات ظہور میں نہ آوے ورنہ نتیجہ تم خود سوچ سکتی ہو اور اس بے شعور
بدبخت لڑکی کی نسبت کیا کہنا ہے اس جیسی آگے سینکڑوں ان ہاتھوں نے
درست کر چھوڑی ہیں - زمانہ سے بڑا اتالیق ہے - اول تو آج شام تک

ورنہ ایک ادھر دن میں خود ہی سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا بس پھر بھی کسی وقت جب چاہوں گا یہاں آکر حال دریافت کر جاؤنگا۔ خواجہ سرا یہ کہتے ہوئے چلدیا اور اُس کے بعد میں رونے سے بند ہو کر سنبھل بیٹھی تھوڑی دیر کے بعد دونوں کشمیری خواصوں کو وہاں ٹھیرے رہنے کے لئے سکھداسی خادمہ نے کہا۔ اور خود رفع حاجات ضروری کے لیئے باہر گئی اور جاتے وقت مجھ سے بولی۔ بی بی جی میں ایک گھنٹہ کے بعد آؤں گی اور آپکے لئے تازہ جل وغیرہ ساتھہ لاؤں گی کہ اگر آپ نہانا چاہیں تو اشنان کرلیویں۔ سوائے اس کے وہ پردہ کی خاص جگہ رفع حاجت کے لئے ہے جہاں پر پانی وغیرہ سب کچھہ دھرا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو حسب ضرورت استعمال کرلینا۔

قریب پہر دن چڑھے کے بعد سکھداسی کچھ پانی معہ ایک ٹوکری پھل پھول و میوہ وغیرہ کے اپنے ساتھہ لائی تو اس کے کہنے پر میں نہانے کی جگہ میں بیٹھ کر ہاتھہ منہ دھویا اور ملیچھوں کے گھر میں نہانے کی چنداں ضرورت نہ سمجھ کر اشنان نہ کیا۔ بس چند پھل اور میوے کہا کر میں نے یونہی اس روز کو گذارنا مناسب سمجھا۔ کیونکہ میں ہر وقت اس دہن میں تھی کہ کسی نہ کسی طرح یہاں سے بھاگنے کی کوئی تدبیر و راہ نکل آئے تو ملیچھوں کے گھر کی چیزیں کہانے پینے سے دہرم کو کیوں بگاڑا جائے۔ نصف دن گذرنے پر سوائے سکھداسی کے جب میرے پاس کوئی نہ رہا اور میں اپنے آپ کو سخت بیکل اور زندہ درگور سمجھ کر رونے لگی۔ تو سکھداسی نے مجھے پریشان حال دیکھکر کہا۔ بی بی ذرا ہوش سنبھل کر بیٹھو میں نے تو کئی قسم کے بہانوں سے اُن ملیچھوں مسلمان خواصوں کو یہاں سے نکالہ دیا ہے۔ کیونکہ اب تھوڑے عرصہ تک شہزادی زینب تمہاری ملاقات کے واسطے آئینگی معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ان کو تم سے بہت کچھہ انس و موانست بغیر تمہارے دیکھنے کے ہی ہے۔ اور وہ تمہاری بھلائی و بہتری کی خواہاں ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک خورد سالہ لڑکی جو قریباً دس برس کے

ہو گی جھٹ پٹ کمرہ میں آگئی اور سکھداسی کو اشارہ سے بلا کر اپنے ساتھ لے گئی تھوڑے عرصہ کے بعد میں کیا دیکھتی ہوں کہ شہزادی زینب معہ سکھداسی کے بڑا بھاری برقعہ پہنے ہوئے (لیکن اس وقت سر سے اوپر چڑھائے ہوئے) میرے کمرہ میں آگئی۔ میں اس عالی رتبہ شہزادی کی شکل دیکھتے ہی (جو کہ سچ مچ مہرباتما استری کی مورت ہے) پلنگ پر سے اٹھ بیٹھی اور تعظیماً سر جھکا کر سلام کیا۔ شہزادی زینب نے اداس مغموم صورت ہیں پھر کسیقدر ہنسکر میرے سلام کا جواب بڑی خندہ پیشانی اور نظر شفقت و ترحم سے دیا۔ اور کرسی پر جو سامنے خواجہ سرا کی نشست کے واسطے رکھی تھی۔ بیٹھ گئی اور مجھے پلنگ پر بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا جس کے جواب میں یہ کہکر کہ نہیں شہزادی صاحبہ ہم آپ کی غریب رعیت ہیں ہمکو بادشاہی پلنگوں سے کیا کام اور یہ بادشاہی محل و ساز و سامان سب حضور کو مبارک ہیں فرش پر اس کی کرسی کے نزدیک بیٹھ گئی۔

شہزادی زینب۔ للکھشمی تو تو بڑی دانا اور عقلمند معلوم ہوتی ہے۔ خیر کچھ فکر نہیں اگر تو شومئے بخت سے اس مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اب مجھے تجھ سے زیادہ باتیں کرنے کے لیے وقت نہیں ہے جو کچھہ میں تجھہ سے کہنا چاہتی ہوں کان لگا کر سن۔ اور اس کی تعمیل کرنے سے کوئی نہ کوئی تیری بہتری کی صورت ہو جائیگی۔ اول تو یقین رکھہ کہ تیرے اور میرے درمیان ایک خاص تعلق و رابطہ ہے جس کی تجھکو مطلقاً خبر نہیں ہے تو بیشک اس بات سے حیران ہو گی کہ میں مسلمان شہزادی سپہ سالار کشمیر کی بیٹی ہو کر تجھ جیسی غریب پنڈتانی سے کیا تعلق ہے اور اسی وجہ سے میں تیری بہتری کے واسطے دل و جان سے مدد و معاونت کرنے کے لئے نہ صرف خواہشمند بلکہ تیار ہوں۔ اور کر رہی ہوں میں نے اپنی رازدار خادمہ سکھداسی کو جو ہندو ہے اسی مطلب کے تیرے پاس چھوڑا ہوا ہے کہ تجھکو ڈھارس رہے پس اول تو تو میرے کہنے پر عمل کرکے جو کچھہ تجھ کو کھانے پینے کے لئے دیوے

تو بخوشی تناول کر اور پھر تیری بھلائی کے واسطے جو صلاح و مشورت دیوے تجھ کو بالضرور اس پر عمل کرنا ہوگا ورنہ نہ صرف اپنا دین و دھرم اور عفت و عصمت ہی کھو بیٹھے گی بلکہ اپنی بے عقلی سے ہزارہا تکالیف میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے نامراد جائیگی۔

میں نے جواباً عرض کیا کہ اے شہزادی صاحبہ جب آپ کو اس قدر میرے حال پر نظر شفقت مبذول ہے تو سب سے آسان کام میری بہتری کے لیے یہ ہے کہ آپ مجھ کو یہاں سے جانے کی اجازت دیویں۔ ورنہ کسی نہ کسی طریق سے مجھے آج شام سے پیشتر نکل جانے کے لیئے کوئی صورت بنا دیویں۔

شہزادی زینب نے یہ سن کر افسردہ دلی سے ایک سرد آہ نکالی اور پھر پژمردہ چہرہ کی رنگت کو ذرا سرخی میں بدل کر بولی۔ بی بی تو سچی ہے تجھ کو اس مصیبت میں سوائے یہاں سے بھاگ جانے کے اور کچھ نہیں سوجھتا لیکن تجھ بھولی بھالی کو کیا خبر ہے۔ کہ تو کن نیک حضرات اور خونخوار انسانوں سے کن مطالب و اغراض کے واسطے یہاں لائی گئی ہے اور آیندہ تیری تقدیر کو یہ لوگ کیا رنگت دیا چاہتے ہیں۔ ہائے للکشمی اگر میرے بس میں تیری ؟ اور آزادی کی طاقت ہوئی تو تجھ کو اول تو یہاں آنا ہی نصیب نہ ہوتا۔ اور اگر کسی بداندیشں کی تدابیر سے لائی بھی جاتی تو میں بیشک تجھے یہاں حکماً چلے جانے کی اجازت دیتی لیکن تو یقین جان کہ میں جو کچھ تجھ سے کہہ رہی اور سمجھا رہی ہوں۔ یہ خاص تیرے فایدہ اور بہتری کے لیے ہے۔ بس اب وقت بہت تھوڑا ہے ایک بات جو میں پہلے تجھ سے کہہ چکی ہوں کہ سکھداسی کے کہنے پر عمل کرنا۔ اس کے برخلاف ہرگز نہ کرنا۔ سوائے اس کے اگر کسی طرح کا خوف اور رعب داب ڈال کر تجھے کسی فعل بد یا تیرے دھرم ایمان کے خلاف کوئی بات منظور کرنے کے لیئے تجھے مجبور کیا جائے تو ہرگز ہرگز اپنی رضامندی ظاہر مت کرنا۔ اگر جان پر بھی آ بنے تو اپنی عفت و عصمت کو ہاتھ سے نہ دینے

کے لئے جان کو قربان کرنا جائز و روا جاننا - تیرا پرمیشور نارائن ایسی حالت میں تیری مدد کے لئے سہائی ہے - کیا تو نہیں دیکھ سکتی کہ اُس کے فضل و کرم سے اس قید و بے بسی کی حالت میں کس طرح مجھ جیسی شہزادی کو تیرا ہمدرد اور خیر اندیش بنا دیا ہے پر تو یقین جان کہ وہ آئندہ بھی جو کچھ کریگا وہ تجھ مظلوم و بیگناہ لڑکی کی بہتری کے لئے ہوگا - اگر تو یہ کہے کہ مجھے اس قید میں ڈالنے سے ہی پرمیشور کا کیا مطلب ہے - تو اسے بھولی بھالی اس کی قدرت کے راز کسی پر آج تک نہیں کھلے - اس میں بھی کئی حکمتیں اور بھید ہوں گے جو وقت پر اپنے نتائج پیدا کرینگے بس اب تو آرام سے یہاں رہو میں پھر حسب ضرورت اگر تجھ سے ملنا چاہوں گی تو آکر مل جاؤں گی - ورنہ سکھداسی تمہارے دم تیرے پاس حاضر رہے گی - اور اگر بالفرض تجھے کوئی ایسی تکلیف و مصیبت پیش آتی دکھائی دے جس سے مجھے ملنا ہی ضروری ہو تو سکھداسی کو زبانی پیغام بھیجنا - میں جیسی صورت کہ دیکھونگی تدارک کروں گی - تسلی رکھنا - یہ کہکر شہزادی زینب مجھ سے رخصت ہوکر چلی گئی

اُس روز شام کو سکھداسی نے اپنے گھر کی پکی ہوئی چیزیں مجھکو لاکر کھانے کے لئے دیں تو میں نے شہزادی زینب کی نصیحت پر عمل کرکے کھالیں اور اس کے بعد بھی خورش و نوش کا یہی سلسلہ جاری رہا -

دو روز کے بعد داروغہ محلسرا (جو خواجہ شاہی تھا میرے پاس آیا - اور مجھ سے مخاطب ہوکر بولا - کہو لکشمی اب اسقدر عرصہ میں تیری طبیعت درست ہوئی یا نہیں - اور خواب و خورش کا کیا حال ہے -

میں نے جواب دیا - پنجرے میں بند جانور اور قیدی منکھش کی جو حالت ہوا کرتی ہے - وہ تو آپ جان سکتے ہیں - لیکن بیگناہ ہوں کو یوں ناحق قید میں ڈال کر ستانا اچھا نہیں ہوتا - آپ بادشاہی عمدہ دار ہیں ہزاروں غلام و لونڈیاں بخوشی آپ کی خدمت و ملازمت میں حاضر ہیں - تو پھر مجھ جیسی غریب بے مدد مذہب لڑکی کو یوں فریب سے جبراً بھگا لانا اور

اس قید تنہائی میں ڈال کر ستانا کس ملت و مذہب میں روا ہے۔
خواجہ سرا۔ سنو بادشاہ کا حکم رعیت پر بمنزلہ حکم خداوند تعالیٰ کے ہوا کرتا ہے پس جو اس کی مرضی ہو اُس کے خلاف امیر و غریب ادنے و اعلےٰ خواہ رعیت ہو یا کچھ اور کسی کو دم مارنے کی کیا مجال ہے جب بادشاہ اپنی ضروریات اور فرمان کی وجہ سے رعیت سے ہر قسم کے جزیئے اور ٹیکس وصول کرتا ہے اور بیگار میں مرد و زن کو پکڑوا کر بادشاہی کام اور خدمات پوری کرائی جاتی ہیں۔ تو کیا ایک حسین لڑکی کو جو اُس کے محل کی زیب و زینت ہو کر اس کے دل کو خوش کرنیوالی ہو یوں اٹھا کر لانا اور بادشاہ کے منظور نظر ہو کر اس کا شرف یاب ملازمت ہونا اس کے لئے بڑی عزت و حرمت کا باعث نہ ہوگا۔ اور پھر یہ کام کس طرح گناہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

لکشمی ہیں نے حوصلے سے کام لے کر اور بے خوف ہو کر کہا۔ بھلا صاحب اگر کوئی اور سلطان بلکہ شہنشاہ جو ایسے ایک بادشاہ سے بڑھ کر عظمت و طاقت رکھتا ہو۔ اسیطرح اس کی لڑکی کو منگوا کر سلوک کرے تو اس چھوٹے بادشاہ کے دل پر اور اس کی لڑکی کی حالت پر کیا کچھ گذرے گا۔ اور یہ کلمات جو آپ نے فرمائے ہیں۔ اُن کی تسلی دل کرنے والے ہیں اور وہ اس کو عین مشیت ایزدی سمجھینگے +

خواجہ سرا۔ چھ چھ اوف استغفر اللہ کافر عورت تو گردن زدنی کے قابل معلوم ہوتی ہے۔ جو آنحضرت کے شان شایان کے برخلاف یوں بے سمجھ باتیں منہ سے نکالنے کی جرأت کرتی ہے۔ بیشک کافر مذہب ہونے کا فروں کی تعلیم حاصل کرکے یوں باتیں بنانے کی عقل رکھتی ہے کیا کروں آنحضرت کے منظور نظر کسی نہ کسی طرح سے کرادی گئی ہے جو ایسے نیک سلوک اس سے کئے جا رہے ہیں۔ ورنہ اب تک کبھی کی ہوش میں آگئی ہوتی۔

خواجہ سرا یہ کہکر کچھ عرصہ تک غصہ بھرے چہرہ دکھاتا ہوا سے سبکے

نظر کئے ہوئے سوچ رہا۔ پھر کہا خیر آج تو حضرت اعلےٰ برائے شکار بجانب سمرگ تشریف لے جاتے ہیں جہاں سے چند روز کے بعد واپس تشریف فرما ہوں گے۔ پھر اس کی ان کافرانہ باتوں کا جواب اچھی طرح سے دیا جائیگا۔

(شاہی محل سرا کی اندرونی تصویر) اے پیاری ماں اگرچہ وقت بہت تھوڑا ہے لیکن میں ہری پربت کے قلعہ میں شاہی محلسرا کی اندرونی حالت کا بھی ذکر آپ سے کسی قدر کرتی ہوں۔ عام لوگ تو یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ بادشاہی بیگمات اور منظور نظر خواصین کیسی زرق برق کی پوشاکیں پہنکر اور ہر دم دلی خواہشوں کے پورے ہوتے رہنے سے سورگ بھوگتی ہونگی۔ لیکن میں نے جس قدر حالات ان کے سنے اور دریافت کئے ہیں اُس کے لحاظ سے تو وہ نرک لوگ کی رہنے والی استریاں ہیں اور ان کی اندرونی حالت اور بیرونی زندگی فی الحقیقت ایسی ہے جیسے کہ ایک مریض کو تندرست شخص کی حالت و لباس میں ظاہر کیا جائے یا ایک بھاری گنہگار کو سخت جان کندنی کے عذاب میں مبتلا ہو دم بھر کے لیے آزاد فرشتہ کی صورت میں دکھلایا جاوے۔

چنانچہ سکھدا سی کی معرفت دو تین ایسی حسین لڑکیاں جو جبراً ہندو دھرم سے مسلمان بناکر اس محلسرا میں داخل کی گئی تھیں مجھ سے ملیں اور انہوں نے سخت آہ وزاری سے یاس وحسرت بھرے آہیں نکالتے ہوئے مجھ سے بیان کیا کہ بہن لکھشمی خبردار خبردار جان دینا اور گردن زنی کروانا منظور کرنا لیکن دھرم چھوڑکر ان ملیچھوں کی لونڈی بننا ہرگز ہرگز قبول نہ کرنا کیونکہ جان دینے سے تو صرف چند لمحوں کی تکلیف اٹھاکر انسان کے لیئے زندگی کے ان عذابوں سے چھوٹ جانا آسان ہے۔ جو خلاف اس کے یہاں پر دھرم بدلنے سے ایام زیست میں ہر وقت اُس کے عاید حال رہتی ہیں اس شاہی حرم سرا کے عہدہ داروں کا نہ کوئی دھرم ہے نہ ایمان بلکہ ہر دم نفس پوری کی خیالی تصویریں ان کے دماغوں میں جاگزین ہو رہی ہیں جو ان کے بد خواہشوں کے حصول کے لیئے

وہ وہ ذریعہ سوچ رہی ہیں جو وحشی سے وحشی انسان بھی ایسے خونخوار کام کرنے سے کانپ اُٹھتا ہے۔ اس محلسرا میں ایک ایک بیوی کو کبھی کبھی دس بیس یا بسا اوقات چالیس پچاس خاوندوں کی جورو وقتاً فوقتاً بنکر رہنا ہوتا ہے تسپر بھی وہ پارسا اور عفت مآب ہونیکا دم بھرتی ہے۔ پھر شاہی تعلقدار اور رشتہ دار عہدہ دار تو غلام و لونڈوں سے بد حرکات کرتے ہیں۔ الاوقت پر خواجہ سراؤں کا بھیس کر کے اپنے آقاؤں کے زنان خانہ میں داخل ہو کر اور ہی طرح سے عوض معاوضہ کے چوپٹ کھیل جانتے ہیں۔ ماسوائے اس کے بہت ایسی حسین نازنین بھی ہیں جن کے خاوند عرصہ دراز سے ملکی مہمات کے انجام دینے کے لئے مختلف مقامات میں گئے ہوئے ہیں۔ پس وہ اپنے اردگرد عیاشی کے ساز و سامان دیکھ زنانخانہ کے پردہ کی چار دیواری میں حصول خواہشوں کے موقعہ پر وہ وہ کھیل کرتی ہیں جو غریب مسکین رعایا کے لوگ اور ان کی مستورات کے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتے۔

پھر نئی نئی حسین لڑکیاں دام فریب میں لا کر اس محلسرا میں داخل کی جاتی ہیں۔ جن سے وہ شاہی عہدہ دار جو بادشاہ کے نزدیکی رشتہ دار ہو کر اس محلسرا میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اُن کے آغاز حسن داُٹھتے ہوئے جوبن سے خط اُٹھانے کے لئے پر شیفتہ و دل دادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی پرانی معشوق اور بیاہتا استریاں جو اس محلسرا میں اپنے حُسن و جمال کے چوپٹ پر اور ہی طرح کی نرد چلتی پھرتی دیکھتی ہیں تو وہ اپنے ظالم خاوندوں سے کچھ کہہ تو نہیں سکتیں۔ (کیونکہ از روے رواج و شرح ان کو کئی کئی بیویاں گھر میں رکھنے کی اجازت ہے) لیکن ان نودار حسین لڑکیوں کی تخریب اور بربادی کے درپے ہو جاتی ہیں یعنے یا تو ان کو کسی قسم کی زہر یں کھانوں میں کھلا کر پہلے بستر بیماری پر ڈالتی ہیں جس سے وہ آہستہ آہستہ اپنے جوبن و جوانی کے دن یوں بستر مرگ پر کاٹتی ہوئی خوفناک مرضوں میں مبتلا ہو کر جو دست قدرت سے نہیں بلکہ خونخوار انسان

کے ہاتھوں اور ارادوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس جہان سے نامراد چل دیتی ہیں اگر اتفاق سے کسی منظور نظر معشوق کو یوں تباہ کرنیکا موقع نہ ملا۔ تو یہ خونخوار مستورات ایک اور ڈھب کرتی ہیں۔ یعنے ان نو عمر بھولی بھالی لڑکیوں کو اس طرح سے اپنے محبت و اعتبار کے دام فریب میں لاتی ہیں کہ وہ ہر طرح سے اُن کے ہتھے پر چڑھ کر اُن کی مرضی کے موافق کام کرتی ہیں۔ پس موقع پر کسی دوسرے مرد و غلام سے اُن کی آشنائی کرا دیتی ہیں۔ پھر اپنے عالیجاہ خاوندوں کو اس حال سے مطلع کر کے ان سادہ لوح لڑکیوں کو ایسے ایسے عذاب و سزائیں دلاتی ہیں کہ وہ جام مرگ پی کر اس جہان سے چل بستی ہیں۔ اور یا ایسی تکالیف کے برداشت نہ کرنیکی طاقت رکھکر وہ خودکشی کرنیکو مقدم و بہتر سمجھ کر اپنے ہاتھوں سے اپنی جان و جوانی پر کھیل جاتی ہیں۔ لیکن کیا یہ بدی و برائی کے سامان اور عیش و عشرت کے لوازمات جو ان شاہی محلات میں بھیانک صورتیں اور حالتیں وقتاً فوقتاً پیدا کر کے آتش دوزخ کو وہاں پر مشتعل کرتے ہیں۔ اسمیں کیا صرف حسین عورات اور بیگناہ لڑکیاں ہی قربان ہوتی ہیں۔ اور یہ ظلم ان کی ذات پر ہی ختم ہوتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔؟ –

بلکہ بسا اوقات ان کی بد تاثیریں اُن عالیجاہ حضرات کے حق میں بھی نمودار ہوتی ہیں۔ جو ان عیش و عشرتوں سے حظ اٹھانے کی خاطر ان مظلوم و بیکس لڑکیوں کو دام فریب میں لاتے ہیں اور اس شاہی قید خانہ میں ڈال کر ان کے حسن و جمال کے مزے اڑانا چاہتے ہیں اس حالت میں اس شطرنج کے مہرے یوں بدلتے ہیں یعنی خاندانی مستورات اور بیگمات جو حسب دستور اولاً نکاح کر کے سرتاج محل بنائی جاتی ہیں۔ جب اپنے خاوندوں کے رخ محبت اور طرف پھرے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ اس رشک و حسد کے باعث جسکی آگ خاص کر عورت کے جسم و جان میں ایسی حالت میں سخت شعلہ زن ہوتی ہے۔ قوتِ انتقامیہ کو کام میں لاکر اپنے شوہروں کی ہلاکت کا ذریعہ ہو جاتی ہیں۔ اور بالفرض اگر اس کی

زیست سے اُن کو فایدہ پہنچانا ضروری ہو تو اُن کو زندہ درگور رہی رکھنے کا علاج کرتی
ہیں۔ پس ان خونخوار شاہی بیگمات کے پاس ایسے ایسے نسخے اور دوائیاں پرانی
دائیوں اور خادمان کی معرفت پہنچی ہوتی ہوتی ہیں جن سے وہ کئی اقسام کی
بدامراض اپنے خاوندوں کے اجسام پر پیدا کر کے ان کو لیں عیش و عشرت سے مزے
چکھاتی ہیں یعنی وہ نامرد و ناکارہ ہو کر تا دم زیست حسرت و یاس سے دن گذارتے
رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دلربا معشوقوں اور لونڈیوں کو
غیر مردوں سے کھیل و کرتب کرتے ہوئے دیکھکر چون و چرا نہیں کرسکتے *
ہائے ہائے ایسی جلاد بیگمات کی نوبت انتقامیہ یہاں پر ہی بس نہیں ہوتی
بلکہ وہ ایسے حالات میں ان بے وفا مردوں کی قطع نسل کرنے کے درپے ہوتی
ہیں یعنی اگر ایک بھائی کے ہاں خداوند کی مہربانی سے لڑکا پیدا ہوا تو دوسرے
بھائی کی عورت خود لا اولاد ہونیکا حسد نہ برداشت کر کے اُسے کسی نہ کسی طرح
سے مروا ڈالتی ہے۔ اور پھر یہ جب اس حال سے مطلع ہوتی ہے تو وہ اس
کے سارے کنبے کے تباہ کرنے کی فکر و تدابیر کرنے لگتی ہے۔ ان مطالب کے
انجام دینے کے لئے زہریلی دوائوں اور بسا اوقات زہر آلودہ کھانوں و مٹھائیوں
سے تو کام لیا جاتا ہے لیکن کہنے کے واسطے کسی فقیر کی بد دعا اور منتر جنتر کے
بہانے بنائے جاتے ہیں۔
پس یہ جو مشہور بات ہے کہ فلاں امیر و بادشاہ اس قدر بیگمات اور
لونڈیاں ہونے سے بھی لاولد مرا۔ اور اس کے گھر میں کوئی چراغ جلانیوالا اور
نام لیوا نہ رہا وہ دراصل ان خونخوار اعمال کے نتائج ہوتے ہیں۔
(پھول کی کرامات) ان مذکورہ بالا حالات کے سنتے اور شاہی بیگمات کے
نئے نئے جھگڑے و فسادوں کے تماشے دیکھتے۔ جب دس بارہ دن گذر چکے
تو جبار خاں سیر و شکار سے قلعہ میں واپس آیا اس عرصہ میں اگرچہ کئی بار مجھے شاہی
بیگمات کی خدمت میں بہت سی باتیں جتنے کرنے کے موقع ملے۔ لیکن شہزادی

زینب نے مجھ سے ظاہرا ملاقات کرنے سے کنارہ ہی رکھا۔ مجھے مسلمان لونڈیوں خواصوں حتی کہ شاہی بیگمات نے ہندو دھرم چھوڑ کر دین اسلام قبول کرکے شاہی خاص بننے کی ہزار ہا ترغیبیں دیں۔ لیکن میں نے ایک بھی نہ سنی اور ان سب کی باتوں کے جواب میں خاموشی ہی اختیار رکھی۔

آخر کار جس شب کو کہ قلعہ میں جابر خاں نے مجھے قتل کرنیکا حکم دیا تھا۔ اس سے دو روز پیشتر ٹھیک دو بجے دن کے شہزادی زینب (اولاً سکھداسی کی معرفت پیغام پہنچاکر) میرے پاس ملنے آئی اور میرے کمرہ میں اگرچہ پہلے سے ہی تخلیہ کرادیا گیا تھا۔ لیکن اس موقع پر اس نے سکھداسی کو بھی دروازہ سے باہر بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور مجھ سے مخاطب ہوکر بولی۔ دیکھ لکھشمی اب تک تو دن گذر گئے جو چنداں مشکل نہ تھے۔ کیونکہ اعلےٰ حضرت سیر و شکار کو گئے ہوئے تھے۔ آج وہ واپس آ گئے ہیں اور یہ پختہ خبر ہے کہ شام کو تیرے پاس تشریف لادیں گے۔

میں یہ سنتے ہی کانپ اُٹھی اور رونے لگی۔ تب شہزادی زینب نے مجھے تسلی دیکر کہا۔ بس خبردار ہو اور دیکھ میں کس مطلب کے لیئے آئی ہوں ذرا توجہ سے سن تو سہی آنحضرت کے آنے سے پہلے تیرے پاس داروغہ عمدہ عمدہ نفیس جوڑے پہننے کے اور معطر ساز و سامان و زیورات وغیرہ لیکر آویگا لیکن تو نے کسی چیز کو چھونا تک بھی نہیں اور اس سبق پر جو تجھے پڑھایا ہوا ہے یعنے نیچے نگاہ کئے ہوئے زار زار روتے جانا اور منہ سے کسی بات کا جواب نہ دینا خوب عمل کرنا۔ اُس روز تو نے بڑی بیوقوفی کی جو داروغہ سے غصہ بھری اور رنج آمیز تقریر کرکے اُسے ناحق اپنا دشمن بنالیا تھا۔ خیر اب میں نے اُسے اپنے ذرایع سے اس قدر سمجھا دیا ہے کہ وہ آنحضرت سے تیری نسبت کوئی شکایت نہ کرے گا اور نہ تجھے شاہی لباس و زیورات کے پہننے کے لئے جبر و سختی کرے گا بلکہ صرف اس کمرہ کو فرش فروش سے آنحضرت کے آرام کرنے کے لایق آراستہ کرکے اور سب چیزیں یہیں چھوڑ کر چلا جاویگا اور آنحضرت سے اطلاع کردیگا کہ وہ

بتعمیل حکم اس مکان کو اور تجھ کو آراستہ و پیراستہ کرایا ہے۔ پس جب آنحضرت
یہاں پہنچکر تجھے اس اپنے معمولی لباس میں دیکھکر پوچھیں کہ لکھشمی یہ کیا حرکت ہے
کہ تو نے کوئی چیز زیب بدن نہیں کی۔ تو تم نے یہی جواب دینا کہ جب میں گنوار لڑکی
آنحضرت کے کسی لایق نہیں ہوں تو پھر یہ سازوسامان اور آرایش کے لوازمات کسی
اور کے لائق ہیں یہ سُن کر جب آنحضرت ناخوش ہونے لگیں گے تو تو نے یہ خوبصورت
چھوٹا سا پھولوں کا گلدستہ جو میں تجھکو دیتی ہوں (شہزادی زیب نے اپنے پاس
سے ایک خوبصورت چھوٹے سے بکس میں گلدستہ کو دکھلایا۔) جھٹ آنحضرت کے
پیش کش کرنا اور بڑی منت وسماجت سے عرض کرنا کہ برگ سبز ست تحفہ درویش
میں غریب برہمن کی لڑکی اس ناچیز گلدستہ سے آنحضرت کا دماغ معطر کرکے رنج
وغصہ رفع کرنا چاہتی ہوں پہلے حضور اسے سونگھ کر اپنا دماغ معطر کریں۔ پھر جو کچھ
فرمائینگے میں بجالاؤں گی۔

یہ سنتے ہی جب آنحضرت تیری ایسی موہنی باتوں سے کسی قدر رضامندی کا
اظہار پاکر دل میں خوشی ہونے سے ان پھولوں کو سونگھینگے تو میرے اس پچے مرشد
کے فرمان سے (یہ کلمہ آہستہ سے شہزادی زینب نے منہ سے نکالا۔) اُن پر اور ہی
ہیئت وحالت طاری ہونے لگے گی یعنی وہ اس کی خوشبو کو بہت مرغوب الطبع
پاکر اُسے اپنے ناک سے جدا نہ کرسکیں گے۔ لیکن اس کے سونگھتے رہنے سے دمبدم
اُن پر نیند وسستی اعضاء کا غلبہ پڑتا جائیگا۔ اور ایک ایسی نشہ کی حالت نمودار
ہوگی کہ وہ بہت تھوڑے عرصہ میں بغیر زیادہ باتیں کرنے کے اس پلنگ پر استراحت
کرنے کے لئے لیٹ جائیں گے جب اس نیم خواب کی حالت میں تو ان کو دیکھیگی
تو جھٹ باواز بلند یہ الفاظ جو آنحضرت کا فرمان ہے) اس طرح منہ سے نکال
کہ آنحضرت سن سکیں۔ اگرچہ وہ کسی قدر خواب آلود آنکھیں کھول کر تیرے بستر نگاہ
سے تیری طرف دیکھینگے اور تیرے الفاظ سنتے ہوئے معلوم ہونگے لیکن اس
حرکت تمام کی بابت [illegible] کوئی حرکت کرنے کی طاقت نہ رہے گی اور

وہ وہیں سو جائیں گے۔ پس اس کے بعد تو سکھداسی کے ساتھ دوسرے کمرہ میں رات کو آرام کرنا صبح کی کیفیت دیکھی جائے گی۔ لیکن سخت تاکید کرتی ہوں کہ سوائے آنحضرت کے اس گلدستہ کو نہ تو اور نہ کوئی اور شخص ہرگز سونگھنے نہ پائے بلکہ اسے اس چھوٹے بکس میں بند ہی رکھنا اور جب آنحضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہو تب اس پیکدان میں پلنگ کے متصل رکھ لینا۔ خبردار میری ان باتوں کے خلاف ہرگز عمل میں نہ آئے ورنہ سخت پچھتائیگی۔ اب میں جاتی ہوں زیادہ بیٹھنے کی فرصت نہیں ٭

یہ کہکر شہزادی زینب چلی گئی اور میں دن بھر فکر و غم میں ڈوبی ہوئی پرمیشور سے یہی پرارتھنا کرتی تھی۔ کہ ہے نارائین جیسے سیتا اور دروپدی کی لجیا تو نے رکھی تھی!! ویسے ہی آج مجھ بے مدد و بیکس کی عفت و عصمت کی نگہبانی تو کرنیوالا ہے۔ تیرے سوا ان ملیچھوں کی قید اور ان کے ظلم و جبر سے مجھے اور کون بچانیوالا ہے۔ خیر میں اسی سوچ و فکر میں مبتلا تھی کہ قریب شام خواجہ سرا چند خاصوں کے ساتھ مکان کی آرایش کے سامان اور میرے پہننے کے لیئے نہایت بیش بہا اور خوبصورت کپڑے مع دیگر لوازمات کے لیئے آیا۔ اور مجھ سے گویا ہوا کہ لکشمی تو تھوڑی دیر کے لیئے سکھداسی کی کوٹھری میں (جو اس کمرہ کے ساتھ ہی تھی) جا بیٹھ ا میں اس کے حکم کی تعمیل کر کے چلی گئی آدھ پہر کے بعد جب میں بلائے جانے پر اپنے کمرہ میں واپس آئی تو وہ کچھ اور ہی سج دہج سے سجا ہوا شاہی خوابگاہ دکھلائی دیتا تھا ایک طرف جبار رحمان کے لیٹنے کے لیے نہایت آرایش سے پلنگ بچھایا گیا تھا اور تکلف سے فرش پر بیش قیمت در رکھے گئے تھے۔ ہر ایک چیز بڑی گراں بہا اور دلکش دکھائی دیتی تھی۔ میرے پہننے کے لیئے تمام پارچہ جات جو وہاں دھرے تھے وہ داروغہ نے میرے سامنے کھول کر رکھ دیئے تھے لیکن میں نے شہزادی زینب کے کہنے پر عمل کر کے اُن کو چھوا تک بھی نہیں

آخر داروغہ ان کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا اور میں نے پھر ان کو باندھ کر ایک طرف رکھدیا۔

جبار خاں معہ ایک دو اور خواصوں کے جو بہت حسین تھیں میرے کمرہ میں داخل ہوا اور میں تعظیماً اپنی جائے نشست سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

جبار خاں اے نالائق کنیز یہ کیا ناواجب حرکت ہے۔ کہ تو نے وہی اپنے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ہم کو تو اطلاع دی گئی تھی کہ تو نے شاہی پوشاک کو زیب تن کر لیا ہے۔ اے کافر دین یہ کیا حرکت ہے یہ کہکر جبار خاں نے خشم آلود آنکھوں سے اُن ہر دو خواصوں کی طرف دیکھا اور وہ جھٹ کمرہ سے باہر نکل گئیں اور دروازہ بند کر دیا گیا۔

جبار خاں نے پلنگ پر بیٹھ کر بہت غصہ بھری باتیں کبھی شاہانہ رعب داب سے دھمکی دیتے ہوئے پھر دنیاوی عز و جاہ کا لالچ دکھا کر کیں۔ لیکن میں نے سب کے جواب میں وہی خاموشی اختیار رکھی۔

کھلا ہیں ان سے اے واغ مجھ سے اُڑ کے
خفا تو اُن کو میری شرح آرزو نے کیا۔

آخر جب اُس کے بڑھتے ہوئے جوش و خروش سے میں نے دیکھا کہ اس کے تیور بدلنے لگے ہیں اور وہ کچھ بد ارادے دل میں لا رہا ہے۔ تو میں نے شہزادی زینب کی نصیحت کے بموجب برتاؤ کر کے جھٹ اس گلدستہ کو پھول دان سے نکال کر جبار خاں کے ہاتھ میں دیا۔ اور یہ کہکر کہ برگ سبز است تحفہ درویش۔ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را۔ بڑے عجز و ادب سے ملتجی ہوئی کہ حضور پہلے اسے سونگھ کر اپنے دماغ کو معطر کر کے غصہ دور کریں۔ شاہی خلعت بھی یہاں پر موجود ہے اور میں عنقریب بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ سوائے آپ کے اور کون میرا گھر آباد کرنے کا یا مددگار ہو سکتا ہے آپ مجھ نا چیز پر شفقت کر کے غصہ و رنج دور کریں۔

جبار خاں - اہا ہا - یہ گلدستہ کیا عمدہ ہے اس کی خوشبو دماغ میں گھر کئے جاتی ہے کیا سوائے قدرتی پھولوں کی خوشبو کے اس پر کوئی عطر یا معطر چیز چھڑکی گئی ہے جس سے اُس کی خوشبو مجھے ایسی پیاری معلوم ہوتی ہے کہ میں نے عمر تک پھولوں کی باسنا نہیں سونگھی - جبار خاں یہ کہتا ہوا بار بار گلدستہ کو ناک سے لگاتا تھا - اور اس کے ساتھ ہی اس کے غصہ و غضب بھرے تیور و آثار اُس کے چہرہ سے کافور ہوئے جاتے تھے بلکہ چند لحموں میں آہستہ آہستہ اُس کے رخساروں کی رنگت سرخ ہونے لگی - اور سخت حالت نشہ طاری ہوئی - پھر جبار خاں نے جب بولنے کا قصد کیا تو اُس کے لب و لہجہ میں بھی تسکن پڑتا ہوا اور رکاوٹ معلوم ہوئی۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ اونگھیں لینے لگ گیا ہے - پس میں نے آہستہ سے اُٹھ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا اور جو منتر کہ شہزادی زینب نے مجھے بتلایا ہوا تھا وہ جبار خاں کے متصل سامنے کھڑے ہو کر پڑھا - جس کے سنتے ہی اس نے چونک کر بھیانک صورت میں منہ سے یہ الفاظ نکالے - حضرت رازدان کا نام کیوں لیتی ہے !! یہ کیا ڈراؤنا فقرہ ہے میں نے اسے آہ آہ آگے بھی ایک کبھی کسی سخت موقعہ پر سنا تھا - !! اوف اوف پھر وہی پھر وہی !! یہ کہتے ہی جبار خاں بستر پر گر کر لیٹ گیا اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں گویا زندہ ہی بستر مرگ پر (بجائے کسی نازنین سے ہم بغل ہونے کے) خواب عدم کے مزے لیتا ہوا معلوم ہوتا تھا - یہ دیکھ کر میرے منہ سے جھٹ نکلا - ہے پرمیشور تو دھن ہے ہے نارائن یہ تیری دیا ہے جو تو نے شہزادی زینب کے جسم میں میرے بچاؤ کے لئے اوتار لیکر اوس ظالم کے ہاتھوں سے یوں اس وقت بچایا -

دوسرے دن دوپہر کے بعد جب شہزادی زینب مجھ سے ملنے آئی تو مسکرا کر کہا - کہو بہن لکشمی رات کیسی گذری اور بفضل تعالیٰ عزت تو بچی -

میں یہ کلمات سنکر اس کے گلے لپٹ گئی اور ہچکیاں لیتے ہوئے کہا -

ہے!!! اے دیوی دھرم اوتار شہزادی زینب میں تیرا شکریہ کہاں تک ادا کر سکتی ہوں جو تو نے یوں مجھے ظلم وستم کی جلتی ہوئی چتا سے بچایا ہے۔

پیاری شہزادی! اب میں عمر بھر تیری داسی ہوکر رہوں گی جو تو فرمائیگی وہی کروں گی۔ کیونکہ میں نے آزمالیا ہے تو میری سچی خیر اندیش اور بھلا چاہنے والی ہے۔"

آج علے الصباح جب میں سکھداسی کی کوٹھری میں خواب غفلت سے بیدار ہوئی تو سکھداسی نے مجھے کہا چلو لکھشمی جی اپنے کمرہ میں آرام کرو۔ میں نے کہا وہاں تو بادشاہ صاحب رات بھر سے بسترا کرتے ہیں۔ جس کے جواب میں سکھداسی نے مسکرا کر کہا۔ کیا خوب۔ وہ تو پو پھٹتے ہی وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے ہیں۔ اور وہ سب شاہانہ فرش فروش وہاں سے اٹھا دیا گیا ہے۔ اب تو وہ کمرہ پھر تیرے اور میرے لیے معمولی جائے مسکن ہے پس جب میں اپنے کمرہ میں آئی تو وہی حالت دیکھی۔

شہزادی زینب۔ خیر اب میں ایک اور ضروری بات تجھ سے کہنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ تجھ کو غالباً معلوم ہوگا کہ پنڈت رازدان صاحب سے تمہارے باپ و باشا پنڈت کو بہت کچھ نیاز حاصل ہے۔

میں نے یہ سنکر کہا ہاں، رازدان صاحب کو میں بہت چھوٹی عمر سے جانتی ہوں۔ وہ ہمارے خاندان کے گورو اور ہمارے حال پر ہمیشہ سے بہت نظر شفقت رکھتے ہیں بلکہ میں کل آپ سے پوچھنے والی تھی۔

شہزادی زینب بات کاٹ کر۔ خیر اب جلدی میری بات سنو۔ آج صبح آنحضرت نے اس کمرہ سے جاکر تمہاری نسبت ساحرہ وغیرہ ہونے کی بہت بدگمانیاں ظاہر کی ہیں۔ اور آج رات کو بادشاہی بارہ دری میں بڑا بھاری جلسہ رقص و سرود کا ہوگا۔ جس میں غالباً اگر تیری نسبت کوئی حکم ہو یا تجھے طلب کرکے کچھ تحقیقات کیا جائے تو اس کی پرواہ مت کیجیو!

تو اُس محفل میں حضرت راز دان جب تو بیٹھے ہوئے دیکھے گی پس اگر ان کی موجودگی میں خواہ کسی قسم کی سختی سہنے اگر تیرے قتل کے لئے حکم بھی دیا جاے تو اُسے بخوشی منظور کرنا۔ اور ہرگز دل میں خوف نہ لانا میں نے سنا ہے کہ آنحضرت کا منشاء تجھ کو جبراً مسلمان کر کے اپنے عقد میں لانیکا ہے۔ آیندہ جو کچھ ہوگا دیکھا جاویگا۔ پس اس پر عمل کرنا۔ اب میں جاتی ہوں یہ کہکر شہزادی زینب وہاں سے چلی گئی۔

اے پیاری ماں اس وقت سے کوئی آدھہ پہر کے بعد وہی خواجہ سرا میرے پاس آیا اور مجھے حکم دیا کہ رات کو آنحضرت تجھ سے بہت ناراض ہو گئے ہیں۔ اور تجھ کو بندی خانہ میں ڈالنے کا حکم ہے۔

مجھے چونکہ شہزادی زینب کی باتوں سے حوصلہ ہو چکا تھا۔ میں نے کہا کچھ فکر و مضایقہ نہیں۔ یہاں ہی کونسی گھر میں بیٹھی خوشیاں منا رہی ہوں چلو تمہارے اس بندی خانے کے دکھہ و تکالیف بھی سب بھوگ لوں گی یہ کہکر میں داروغہ کے ساتھہ ہولی اور اُس نے مجھے برقعہ پہنائے۔ کیقدر دور فاصلہ پرے جا کر ایک کوٹھری میں جو تیرہ و تاریک کی تھی بند کر دیا۔

اس حالت میں سکھہ اسی وغیرہ بھی میرے پاس موجود نہ تھی اور میں وہاں بیٹھی ہوئی اپنے مصیبت کے گذشتہ حالات کو یاد کر کے کبھی رو دیتی اور کبھی ڈھارس باندھکر نارائن کو یاد کرنے لگتی مجھے وہاں بند ہوئے دن گذر کر آدھی رات کے قریب وقت ہوا ہوگا۔ کہ وہی داروغہ میرے پاس آکر بولا چلو آنحضرت نے تم کو طلب کیا ہے۔

راوی۔ جب لکھشمی اس جلسہ کی کیفیت بیان کرنے لگی جو ناظرین ہمارے اس ناول کے باب اول میں پڑھ چکے ہیں تو اُس کے باپ دربا شاہ پنڈت نے کہا پیاری بیٹی اس موقعہ کی کیفیت بس نے تمام رنج و زوان صاحب من لی ہوئی ہے۔ اب تیرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکہ تیری ماں سے

بھی میں نے وہ سب احوال سنا دیا تھا۔ اب تو یہ بتلا کہ جب تجھے قلعہ کے نیچے تہ خانہ میں لے جا کر قتل کئے جانیکا حکم ملا تو پھر کیونکر بچے۔

لکشمی بہت خوب اگر پتاجی آپ کو اس جگہ کا حال پہلے سے معلوم ہے تو میرے دوبارہ ذکر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں پھر اس صورت میں تو اب مجھے بہت تھوڑا احوال بیان کرنا باقی رہ گیا ہے۔ یعنے جب خونخوار قاتل جبروت نامی خواجہ سرا مجھے تہ خانہ کو لے چلا۔ تو راستہ میں جب ہم دونوں تنہائی کے موقعہ پر پہنچے تو جبروت نے آہستہ سے کہا بیٹی لکشمی ہرگز خوف نہ کر میں تجھے قتل نہیں کرونگا یہ سنتے ہی مثل مردہ جسم میں جان آگئی۔ میں لہلہا اُٹھی۔ اور پرمیشور اُسکا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعائیں دینے لگی۔ اس اثنا میں ہم دونوں تہ خانہ کے نیچے ڈل کی سیڑھیوں پر پہنچے تو وہاں ایک چھوٹی سی کشتی جس کی چھت اوپر سے ڈھنپی ہوئی تھی موجود تھی۔ پس خواجہ سرا نے مجھے اُس کشتی میں بٹھا کر کہا۔ لو لکشمی مبارک ہو کہ بجائے قتل ہونے کے نہ صرف تیری جان ہی بچی ہے بلکہ اس قید سے آزاد ہوئی ہے جہاں سے آجتک کوئی مرد و زن جان بر نہیں ہوا میں نے پھر آہستگی سے اُسے دعا دیں اور خواجہ سرا نے ایک ملاح کو آہستہ سے حکم دیا کہ کشتی پری محل کو لیجاؤ جہاں پر پہونچکر ہمارے گورو راز دان جی کے ملازمان نے بڑی خاطر و عزت سے مجھے کھانا کھلا کر ایک کمرہ میں آرام سے سلایا دوسرے روز علے الصباح مہاراج جی (راز دان صاحب) میرے پاس آئے اور باخندہ پیشانی مجھ سے فرمایا بیٹی لکشمی اب تو آزاد ہے لیکن یہ یاد رکھ کہ اگرچہ خونخوار جبار خاں کی قید سے یوں رہا کی گئی ہے لیکن تو دنیا میں آزادانہ طور سے چل پھر نہ سکیگی۔ کیونکہ اگر تجھے کوئی شخص کہیں دیکھکر جبار خاں کو تیرے زندہ ہونیکی خبر پہنچا دیگا تو اس کا نتیجہ ہم دونوں کے لیئے اچھا نہ ہوگا اس لیئے تو اب میرے پاس کچھ مدت بیٹی کی طرح رہ۔ تجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی اور پرمیشور نے چاہا تو تیری کامل آزادی کا وقت بھی آجائیگا۔ میں نے کہا مہاراج

میں آپ کے حکم کی دل و جان سے تعمیل کروں گی۔ اور کوئی بات آپ کے خلاف منشاء نہ ہوگی۔

پس اے میرے پیارے باپ آج تک میں نہایت عزت و آرام سے مہاراج جی کے گھر میں رہی ہوں وہ مجھے لکھنا پڑھنا سکھلاتے رہے ہیں اور میں تادم زیست ان کی فرمانبردار بیٹی بنے رہنے کا اقرار کرتی ہوں۔ بلکہ مہاراج جی نے مجھے کرپا کرکے وہ وہ دھرم پستک پڑھا کر گیان دھیان کی سکھشا دی ہے جو آپ کے گھر میں رہنے سے ہرگز میسر نہ ہو سکتی تھی۔

درباشا پنڈت۔ بیٹی مہاراج جی تو ہمارے گورو اور بزرگ ہیں پس اُنکے گھر میں رہنا ہمارے لئے کوئی لجیا کی بات نہیں ہے اور جیسے حالات کہ تو نے بیان کئے ہیں۔ ان کے لحاظ سے تو جو کچھ کیا گیا ہے وہی مناسب تھا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ جھٹ رازدان صاحب آ پہنچے اور بولے چلو نیچے چل کر کھانا کھائیں۔ بھوجن تیار پڑا ہے جس پر درباشا پنڈت مع اپنی بیوی اور بیٹی لکھشمی کے رازدان صاحب کو دعائیں دیتے ہوئے اور دل و جان سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اُن کے ساتھ بھوجن کھانے کو گئے +

باب نہم

چند تاریخی واقعات

ناظرین ناول کی توجہ اب ہم کچھ عرصہ کے لیئے لکھشمی کی سرگذشت منعطف کرکے چند ضروری تاریخی حالات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں ہم اپنے ناول کے آغاز میں یہ لکھ چکے ہیں کہ اس انیسویں صدی

کے شروع میں خطہ کشمیر پر سردار عظیم خاں بارک زئی کا دور حکومت ہو چکا تھا۔ پس لکھشمی اور اس کے خاندان کی تکالیف کے گذشتہ واقعات کے پڑھنے سے ناظرین نے یہ اندازہ کر لیا ہوگا کہ اسلامیہ ظلم و ستم سے غریب ہندو کشمیری رعایا کا دم کس درجہ تنگ ناک میں آ رہا تھا۔ لیکن ہم اُس زمانہ کے چند تاریخی واقعات ایسے بیان کیا چاہتے ہیں جن کے مطالعہ سے قلمرو کشمیر میں عظیم خاں کے عہد حکومت قائم ہونیکا سلسلہ سرحدی پٹھانوں کے پولیٹیکل معاملات سے اس طرح پر منکشف ہوتا ہوا ناظرین کو نظر آئے کہ وہ نظر غور بین کو کام میں لانے سے اپنے ظلم و سختیوں کے ظہور کے اسباب اور ان کے آئندہ نتائج خود بخود معلوم کرنیکے قابل ہو جائیں۔ اور یہ دیکھیں کہ رفتار زمانہ اپنی چال ڈھال پر چلتے ہوئے کس طرح شاہ و گدا کو اپنے لپیٹ میں ساتھ لیے جاتی ہے اور گردش روزگار اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے وہ وہ حالات ظہور پذیر کرتی ہے جن کے آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کی کسی کو تاب تک نہیں رہتی ہے۔

کہ داند کہ فردا چہ خواہد رسید
نہ دیدہ کہ خواہد شدن ناپدید۔
گرا تاج اقبال بر سر نہند
گرا ہر دو از خانہ بیرون نہند۔

اب ہم ان ضروری تاریخی حالات کو یوں قلمبند کرتے ہیں کہ ۱۲۲۸ ہجری میں فتح خاں بارک زئی نے جب خطہ کشمیر کی حکومت کا نقشہ اوس ہی طرح پر پلٹے ہوئے دیکھا تو اس نے شیر پنجاب خالصہ قوم کے مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سے طلب مدد حاصل کرنے کے لئے منصوبے گانٹھنے شروع کیے یعنے جس زمانہ کا کہ ہم ذکر کر رہے ہیں خطہ کشمیر میں دولت شاہ زمان کے زوال میں آچکنے سے اور وقتاً فوقتاً جہانگیر عالم سوز شیغ تلوار سے کشمیر میں فرمانروا موسم

یہاں پر طوایف الملوکی یا برچھا گردی کی حالت نمودار ہو رہی تھی۔

قلمرو کشمیر زمانہ ہائے دراز تک شاہان کابل کی سلطنت کا ایک ٹکڑا سمجھا جاتا تھا۔ اور جب کبھی تخت کابل کو ہل چل نصیب ہوتی تھی۔ تو وہاں کے زلزلہ کا اثر اس خطہ میں پہنچکر یہاں پر بھی صورت تغیر و تبدل پیدا کرتا تھا چنانچہ اس ملک میں دور حکومت شاہ زمان کو زوال نصیب ہونے کے بعد فتح خاں سپہ نے احمد شاہ کو قید کر کے عطا محمد خان کے سپرد کیا تھا جب پر اُس مذکور الذکر حاکم نے شہر سرینگر میں تخت نشین ہو کر اپنے جور و ظلم کے رنگ دکھلانے شروع کئے چنانچہ اس خونخوار حاکم کی خونریز تلوار دل غریب ہندؤں کے سر پر ہی نہ چمکی بلکہ اتفاق وہ زمانہ ایام محرم ہونے سے اور حضرت عطا محمد خاں خود از فرقہ اہل سنت جماعت ہونے کے باعث طبقہ شیعہ کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہو گئے۔ اور اپنے ہم مذہب بھائیوں کی وہ درگت کی کہ اُن ایام محرم میں شہر سرینگر کو فی الحقیقت کربلا شریف اور ہر ایک گھر کو ماتم کدہ بنا دیا۔ لیکن بی بی تقدیر ایسے خونخوار حاکم کو بھی اس ماتم میں شریک کئے بغیر کب چھوڑتی تھی۔ پس ادھر تو یہ نقشہ کھنچ رہا تھا ادھر سلطنت کابل میں نیرنگئے فلک نے روز و شب پلٹے کھاتے ہوئے عبد اللہ خاں کو قید سے آزاد کر کے صوبہ کشمیر کا پٹہ و خلعت وہیں سے دیکر روانہ کیا جب تائید یزدانی شامل حال تھی۔ بھلا پھر کون اس کے آنے میں سد راہ ہو سکتا تھا۔ اس کے یہاں پر پہنچتے ہی تمام حکام وقت نے سر تسلیم خم کیا اور دارو غہ بالا حصار نے تمام شاہی خزائن و دولت سرا کی کنجیاں حوالہ کر دیں جس کے معاوضہ میں اُسے ایک لاکھ روپیہ انعام میں عبد اللہ خاں نے عطا کیا اور عطا محمد صاحب اپنے ظلم و ستم کا بوریا بندھنا باندھ کر ایک گوشہ میں الگ بیٹھ گئے۔ اور آلام فقر و فاقہ کو جھیلتے ہوئے پاسہ پلٹنے کے ہر وقت منتظر رہے۔

عبد اللہ خاں کو ابھی مسند حکومت پر بیٹھے بہت عرصہ نہ گزرا تھا کہ اُسکا سر بھی اس بوجھ کے برداشت کے قابل نہ رہا اور دن بدن خود مختاری

کی طاقت ظہور پذیر ہونے لگی چنانچہ وہ کھلے بندوں محمود شاہ فرمانروائے افغانستان سے بغاوت اختیار کرکے خود مختار حاکم کشمیر بن بیٹھا۔

شاہ کابل کو جب اس باغی حاکم کی ان حرکات کی خبریں پہنچیں تو وزیر الملک شیر محمد خاں مختار الدولہ نے بہت سا لشکر لیکر کشمیر پر چڑھائی کی۔ اودھر سے دریائے جہلم پر عبداللہ خاں نے بھی دل کھول کر مقابلہ کیا۔ لیکن اس سہ سالہ عیش و عشرت کی حکومت نے اب اسے میدان جنگ میں ظفریاب ہونے کے قابل کہاں رکھا تھا۔ بلکہ ہوائے سرد کشمیر نے اس کی طاقت مردانہ کو سُن کر دیا تھا۔ اس لئے راہ گریز ہی اختیار کرنی پڑی اور وہ دریا میں کود کر جان سلامت لے نکلا۔ مختار الدولہ بفتح و فیروزی شہر سرینگر میں داخل ہوا اور اپنا دور حکومت جما دیا۔ عطا محمد خان جو زمانہ کے یوں پلٹنے کا منتظر تھا جھٹ مختار الدولہ سے آملا اور دونوں کی آپس میں خوب گھٹنے لگی حتیٰ کہ مختار الدولہ نے عطا محمد خاں کی چال ڈھال اور سلوکوں سے خوش ہوکر دختر عبداللہ خاں کا جو ازبس حسین و شکیل تھی۔ اس سے عقد مواصلت باندھ دیا اور از سر نو کابل کی حکومت کا سلسلہ یہاں پر قایم کرکے اور عطا محمد خاں کو حاکم کشمیر بنا کر وہ خود کابل کو روانہ ہوگیا۔ لیکن یہ قلمرو کشمیر ایسے شخص کو کب عرصہ دراز تک آرام سے اقامت گزیں ہونے دیتی تھی عطا محمد خان کو ابھی چند سال ہی اپنی حکومت کا سکہ جمائے نہ گذرنے پائے تھے کہ اکرم خاں لشکر عظیم لیکر تسخیر کشمیر کے لئے جھٹ بارہ مولا میں آپہنچا۔

عطا محمد خاں کے دوبارہ عنان حکومت کو ہاتھ میں لانے سے اسنے شاہی فوج و جنگجوئی کی طاقت بھی خوب حاصل کرلی تھی جس سے کہ اسنے اسموقعہ پر شکست فاش دی اور پھر اپنی سخاوت و مردانگی کو کام میں لاکر تمام قیدیان لشکر کو آزاد کر دیا۔

جیسا کہ ہم آغاز ناول میں بیان کر آئے ہیں ۱۲۲۹ ھ ہجری میں ماس فرخی

وفیروزی کے زمانہ میں عطا محمد خاں نے ہری پربت پر نئی جدید عمارت کی تعمیر کیا اپنے بھائی جہاندادخاں کو مع دیوان نندرام کے لشکر کشمیر دیکر شجاع الملک کی مدد کو بجانب پشاور بھیجا کیونکہ ان دنوں شاہ کابل خالصہ فوج کی لشکر کشیوں کے اولجھاؤ میں آکر سخت محتاج مدد تھا پس عطا محمد خان کی اس اقبالمندی اور فتح و فیروزی کے زمانہ میں فتح خاں بارکزئی نے حکومت کشمیر کا نقشہ پلٹنے کی نیت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سے طالب مدد ہو کر اس ملک کی حکومت وفرمانروائی کو اور ہی صورت و حالت میں مبدل کرنا چاہا۔

پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب کا دور حکومت اس وقت بڑی اقبالمندی کے درجہ پہنچا ہوا تھا اس کے جاہ و جلال کا آفتاب عین نصف النہار پر پہنچ کر اس کی عظمت و جلال کی شعاعوں کو اہل جہاں کی نظروں میں منور کر رہا تھا تمام ہمسایہ سلطنتیں اس کی زبردست فوجی طاقت سے خائف ہو کر اس سے دوستی پیدا کرنے کی خواہاں تھیں لیکن کشمیر میں جب یہ طوائف الملوکی کی حالت ہو رہی تھی تو یہاں پر ہمسایہ سلطنتوں کی طاقت و عظمت کی کوئی خبر نہ رکھتا تھا ایسے حالات میں فتح خاں کا شیر پنجاب سے متمنی فتح کشی کشمیر ہونا ایک بڑی زبردست پولیٹکل چال اور معرکہ آرائی کی صورت تھی۔

باب دہم

سکھوں کی کشمیر پر چڑھائی

فتح خاں بارکزئی نے پنجاب میں پہنچتے ہی مہاراجہ صاحب بہادر کی بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر کشمیر کے ظلم و ستم کی حالت کا نقشہ کھینچا دیا اور عرض کیا کہ فوج خالصہ کشمیر پر لشکر کشی کرے تو یہ ملک آسانی سے فتح ہو جاوے

خطۂ کشمیر کا مملکت پنجاب سے الحاک ہو جائے اور آگے اس بیش بہا خدمت کے صلہ میں کوئی عالی مرتبہ نصیب ہو تو اس کے تہ بہ سعادت مہاراجہ صاحب رنجیت سنگھ بہادر نام کو توان پڑھے ہوئے تھے لیکن پولیٹیکل امور اور چالوں سے ایسے ماہر تھے کہ بڑے بڑے مدبران جہان ان کے نام اور دانائی کے حالات سننے سے کان پکڑتے ہیں اور وہ جھٹ فتح خاں کی چال سمجھ گئے۔

دراصل بات یہ ہے کہ مہاراجہ صاحب نے ملک گیری کو شمشیر کو بطور قلم اُسی مکتب میں بیٹھ کر ہاتھ میں پکڑا تھا کہ جہاں اُن سے پہلے چنگیز خاں تیمور بابر اور آخرش نادر شاہ جیسے فاتحان جہان اُسے مشق کر چکے تھے پس جب کبھی پولٹیکل معاملات کے اولجھاؤ پڑنے سے مہاراجہ کو اپنی جورت طبع اور شاہی وقار کے اظہار کا موقعہ پڑتا تھا تو وہ یوں کہتے تھے کہ میرا حکم قانون ملک ہے اور میرے فرمان کی تعمیل حکام شاہی پر واجب اور لازم ہے اور مجھے ملک گیری اور شہریاری کے واسطے صرف گھوڑے کی پیٹھ اور شمشیر پر قبضہ کافی ہے۔ اور جب تک کہ یہ میرے قبضہ میں ہیں مجھے کسی کا خوف و اندیشہ نہیں سچ ہے اگر مہاراجہ صاحب کے زمانہ طفولیت کے تاریخی حالات دیکھے جائیں تو نہیں ہوں پرکار بند ہونے سے اُن کی آیندہ لایف کا نقشہ دست قدرت نے روز ازل سے کھینچ رکھا تھا جس سے کہ وہ فاتحانِ جہاں میں مشہور ہوئے۔

مہاراجہ صاحب بہادر نے فتح خاں سے آخرش یوں فیصلہ کیا کہ اگر وہ خطہ کشمیر کو فتح کر کے اُس کے حوالہ کر دیں تو وہ اُن کی متابعت کا جوا اٹھائیگا اور ان کی گورنمنٹ عالیہ کا صوبہ دار کشمیر کہلانیکا فخر حاصل کریگا۔ اور آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ بطور نظرانہ و خراج تا دم حکومت ادا کرتا رہیگا۔ پس یہ شرایط قرار پانے سے خالصہ لشکر بہ سپہ سالاری دیوان حکم چند موسم سرما میں فتح خاں کے ہمراہ فتح کشمیر کے لیے روانہ ہوا۔

جب اس خالصہ فوج نے براستہ گجرات و بھمبر کوچ کرتے ہوئے بہیرہ نہال

کار ہوئی تو عطا محمد خان کو بھی کشمیر میں خبریں پہنچیں کہ فوج خالصہ مثل موج بحر کے کشمیر پر آ رہی ہے پس اس نے جھٹ پٹ اپنے تمام لشکر کو فراہم کرکے پیر پنجال کی جانب روانہ کیا۔ لیکن یہ کشمیری فوج مدتوں سے خطۂ کشمیر کے مرغزاروں میں بود و باش رکھتے اور کبھی نوبت ہنگامہ و جنگ بھی ہوئی تو کشمیر کی چار دیواری میں ہی لڑائی کرنے کی عادی ہو چکی تھی اور ان کو آج تک خالصہ قوم کے جنگی سپاہیوں سے مقابلہ کرنا تو کجا ان کی بہادرانہ و جنگجو صورتیں دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا تھا پس کشمیری افسران فوج نے جب دیکھا کہ جنگجو بہادر لوگ لاہور سے کشمیر فتح کرنے کے لئے کمر ہمت باندھکر روانہ ہوئے ہیں اور وہ ان کے کوہ پیر پنجال پر مقابلہ کرنے سے کب پس پا ہو سکینگے تو انہوں نے دلوں میں کچھ اور ہی ارادے ٹھانے شروع کئے پھر جب کہ فتح خاں بارکزئی کی طرف سے رنگ آمیزی سازشوں کے پیغامات ہر دم جاری تھے۔ تو آخر کار عطا محمد خان کی یہ کشمیری فوج جو مقابلہ کے لئے پیر پنجال پر سد راہ ہوئی تھی جھٹ پٹ خالصہ کیمپ میں آ داخل ہوئی اور من بعد عطا محمد خاں کے تخت کشمیر سے اتارنے کی خواہاں ہو کر خالصہ فوج کو بخوشی و خرمی اور بفتح و فیروزی پیر پنجال کی بلند چوٹیاں عبور کراتے ہوئے سرینگر میں لے آئی۔

پس اس صورت میں تو عطا محمد خاں کو اپنی جان بچانے کے ایسے لالے پڑے کہ اس نے میدان جنگ میں نکل کر مقابلہ کرنا تو کجا اپنے آپ کو شیر گڑھی کے محلسرا میں ہی محصور رکھا اور اس کی معاون اور منتشر شدہ فوج کے حصہ کو خالصہ بہادران سے تھوڑی سی گوشمالی ہونے کے بعد جانبین میں صلح و صفائی کے نامے و پیام جاری ہو کر مصالحت ہو گئی۔ سپہ سالار فوج خالصہ کا بھی مطلب یہ تھا کہ جس مطلب کے لئے ہم آئے

تھے۔ جبکہ وہ حاصل ہو چکا ہے تو اب بہتر ہے کہ عطا محمد خان اپنے جان و مال عیال و اطفال کو ہمراہ لیکر سرینگر سے کسی اور سمت کا راستہ لے۔ اور تخت قلمرو کشمیر سے مہاراجہ صاحب بہادر شیر پنجاب کے لئے خالی کر دے۔ لاچار اس بے کسی و بے مددی کی حالت میں عطا محمد خان نے قلعہ جات کشمیر تو فتح خاں کے حوالے کئے اور تخت قلمرو کو دیوان محکم چند صاحب کے پیش کر کے اپنا بوریا بندھنا باندھ کر بجانب پشاور روانہ ہوا۔

فتح خاں بارک زئی پھر تو اپنی تمام گذشتہ مصائب کو بھول کر تخت کشمیر پر جلوہ افروز ہوا اور خالصہ قوم کے سپہ سالار دیوان محکم چند صاحب اسقدر عزت و خاطر شاہانہ سلوکوں سے کی کہ وہ اس کے مشفقانہ مدارات پر از حد خوش ہوا اور اس کی خلوص دلی سے دیوان مذکور کو یقین واثق ہو گیا کہ وہ تا دم زیست اس کے آقا مہاراجہ صاحب کا حلقہ بگوش خادم رہ کر ان کے نام نامی سے صوبہ کشمیر کہلائیگا۔

اور اسی سال ۱۸۱۳ء میں صوبہ پنجاب کے پولٹیکل معاملات میں ایک عجیب الجھاؤ نمودار ہوا یعنی ایک طرف تو سرحد پشاور پر والیانِ افغانستان کی فوج مجتمع ہوتے ہوئے مہاراجہ پنجاب سے مقابلہ کرنے کی تدابیر سوچ رہی تھی اور دوسری جانب سرحدات ملک سندھ اور پنجاب کی مشرقی سرحد ستلج پر انگریزوں سے کئی ایک معاملات میں پیچیدگیاں نمایاں ہو رہی تھیں مہاراجہ صاحب اپنی تمام افواج یکجا جمع و فراہم کرنے کی فکر میں تھے پر اس صورت میں یہ لازم تھا کہ فوج کشمیر بھی اس خطہ سے واپس بلائی جائے چنانچہ دیوان محکم چند صاحب کو جب یہ کانفیڈنشل ڈیسپیچ منجانب مہاراجہ صاحب بہادر کا پہنچا تو اس نے ایماً فتح خاں سے کہا کہ لو حضرت اب حسب خواہش آپکے خطۂ کشمیر آپ کے حوالہ کر دیا گیا ہے اور اس فتح نصرت کی خوشی ہم نے اپنے عالی ہمت مہاراجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہو کر

عنایی ہے اور تمہاری عقیدت اندیشی اور نمک حلالی اور فرمانبرداری سے مجھے کامل امید ہے کہ تا دم زیست اس فتح شدہ کشمیر پر مہاراجہ صاحب کے نام سے جانشین ہو کر حکومت کرو گے پس اگر ہم اپنی افواج کو لیکر یہاں سے چلدیں تو اس میں تمہاری کیا مرضی ہے

فتح خان نے اس کے جواب میں سر جھکا کر بڑے ادب سے کہا کہ میں بیشک مہاراجہ صاحب بہادر کا حلقہ بگوش خادم ہوں اور تا دم زیست رہوں گا۔ اور اگر آپ واپس تشریف لے جانا چاہیں تو اس میں مجھے کچھ عذر نہیں ہے بیشک اب میں یہاں پر امن و حکومت قایم رکھنے کے قابل ہو گیا ہوں یہ کہتے ہی مبلغ آٹھ لاکھ روپے کی ہنڈوی فتح خاں نے لکھ کر دیوان صاحب کے نذر کی اور کہا جناب کو خود معلوم ہے کہ اس وقت نقد روپیہ تو شاہی خزانہ میں موجود نہیں ہے پس یہ تا چیز تحریر بعوض خراج کشمیر آپ میری جانب سے بحضور مہاراجہ صاحب بہادر نذر کر دیں *

دیوان حکم چند نے اس سے اپنی تسلی کر کے فوج خالصہ کو بجانب پنجاب واپس روانہ ہونے کا حکم دیا الا اپنے نامی گرامی سنگھ سردار فتح سنگھ صاحب کو دربار کشمیر میں بطور سفیر رہنے کے لئے مقرر کیا جسے فتح خاں نے بھی بخوشی منظور کیا۔ پس دیوان صاحب بہادر تو پنجاب کو روانہ ہو گئے الا فتح خان نے کچھ عرصہ کے بعد یہ سوچکر کہ اگرچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے تو اس نے یوں سلسلہ اتحاد دوستی قایم کر کے ان کی مدد سے اس ملک کو حاصل کر لیا ہے۔ لیکن شاہان افغانستان جو مدتوں سے خطہ کشمیر پر اپنے تسلط جمائے ہوئے رہیں اور اس ملک کو اپنی سلطنت کا ایک ٹکڑہ سمجھتے ہیں اُسے آرام سے بیٹھنے دیں گے پشاور میں پہنچنے کی صورت ٹھہرائی پس تین ماہ کے بعد اس نے اپنے چھوٹے بھائی محمد عظیم خاں

بارک زئی کو ناظم کشمیر مقرر کیا اور خود دیوان نند رام کو ہمراہ لیکر پشاور پہنچا اور شجاع الملک سے میل ملاپ کرکے دوستی و یگانگت کا سلسلہ مربوط کیا۔

محمد عظیم خاں نے تخت کشمیر پر بیٹھتے ہی، پرانی عیش و عشرت دامنگیر ہوئی اور خودسری کے خیالات طبیعت میں جوش زن ہونے سے اُس نے اپنی حکومت کے دوسرے سال میں ہی دربار لاہور کو خراج مقررہ بھیجنے میں پہلوتہی کی کہ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۱۳ء میں مہاراجہ صاحب بہادر کا لشکر خالصہ مکرر فتح کشمیر کے لیئے روانہ ہو پڑا اور فوج ظفر موج نے فتح و نصرت کے نقارے بجاتے ہوئے مقام پونچھ میں پہنچکر اپنے پھریرہ علم کو بلند کیا۔ عظیم خاں نے بھی لشکر خالصہ کی آمد آمد کے یہ حالت سنکر اپنی فوج کو ہیرپور کی جانب دامن کوہ پیر پنچال میں بھیج دیا اور اُن کے حملہ کے روکنے کے واسطے بہت سی کوششیں اور تدبیریں کیں۔

پس پیر پنچال کے دامن میں جب ہر دو افواج مقابل ہوئیں تو جنگ آزمودہ فوج خالصہ نے اپنی ہمت و دلاوری کو کام میں لاکر کشمیری فوج کا آناً فاناً میں رخ پھیر دیا۔ دیوان رام دیال و دیگر نامی گرامی سرداران فوج خالصہ نے خود میدان جنگ میں آکر وہ وہ شجاعت کے کارنامے دکھلائے کہ دشمن ہراساں و خایف ہوکر دم خود ہو گئے اور کبھی تو پہلے کی طرح خالصہ فوج میں شامل ہو جانے کے لیئے اور کبھی کشمیر کو واپس جانے کے ارادے کرنے لگے مگر دست قدرت نے ایک اور ہی نیا شگوفہ دکھلایا یعنی راجہ اغر خاں راجوڑی والہ نے ایک جھوٹی خبر مہاراجہ صاحب کو پہنچائی کر خالصہ فوج کو پیر پنچال کی لڑائی میں بہت نقصان پہنچا ہے اور ایسے بے موقعہ جنگ سے نامی گرامی شجاع قتل ہو گئے ہیں اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی مہاراجہ صاحب بہادر تو تفکرات میں مبتلا ہوکر امدادی فوج کے بھیجنے کی تدبیر مہیا کرنے لگے اور ادہر عظیم خاں کی جانب سے دیوان رام دیال کے پاس صلح کے نام و پیام پہنچنے شروع ہوئے

دیوان صاحب نے آخرش جب دیکھا کہ وقت مقررہ پر پنجاب سے امدادی فوج کے پہنچنے میں تاخیر ہو رہی ہے اور آیندہ موسم بھی کچھ مخالفانہ رنگ دکھلا رہا ہے تو انہوں نے عظیم خاں کی جانب سے صلح وصفائی کی شرائط پیش ہونے کو ہی اپنی فتح و کامیابی سمجھا اور اُس سے سابقہ عہد نامہ کے شرائط کی تکمیل کرا کر پنجاب کو بفتح و ظفر نہضت فرما ہوئے۔

مہاراجہ صاحب بہادر نے ان کو معہ خالصہ لشکر کے مظفر و منصور پہنچتے ہوئے دیکھ کر بڑی خوشیاں منائیں اور ان کی اس لیاقت و دانائی کے صلہ میں شاہی الطاف و عنایات سے معہ دیگر سرداران فوج کے ان کی بڑی قدر و افزائی کی۔ اُدھر عظیم خاں نے بھی یوں شکست سے بچکر کشمیر کو واپس جانے سے اپنی فتح مشہور کیا کیونکہ عوام کو تو خفیہ نام پیام اور عہد نامہ کے شرائط کا حال بالکل معلوم نہ تھا پس انہوں نے خالصہ فوج کے واپس چلے جانے اور عظیم خاں کو نقارے بجاتے ہوئے داخل شہر سرینگر ہونیکو اس کی فتح اختیار کیا۔

باب یازدہم

جورِ عظیم

محمد عظیم خاں جب اپنے آپ کو عوام خاص میں یوں مظفر و منصور ظاہر کر کے تخت کشمیر پر مسند آرا ہوا تو اس نے ظلم و سختی کی وہی پرانی اسلامی شمشیر پھر میان سے نکالی اور چونکہ اُسے کشمیری فوج کے بزدل ہو کر خالصہ لشکر سے بروقت جنگ جا ملنے کے حالات معلوم ہو چکے تھے اس سے

اُس کا غصہ و غضب اور ہی بھیانک صورت میں مشتعل ہونے لگا۔ پس اُس نے اپنے نامی گرامی اُمرا اور سرداروں پر شکوک رکھ کے اُن کی تخریب و بربادی کی تدبیریں کرنی شروع کیں۔ اولاً یہ بہانہ دھر کر کہ مخالف دین سکھوں سے مقابلہ کے لئے لشکر کشی اور رزم آرا ہونے سے اس کا بہت ساز و مال خرچ ہو گیا ہے اور خزانہ شاہی خالی پڑا ہے اُس نے ہندوؤں سے ہی جزیئے وصول کرنے شروع کئے۔ جس سے غریب ہندو رعایا کی خونریزی ہونے سے بازار قتل گرم ہوا سینکڑوں مظلوم عورتیں ننگ و ناموس میں فرق آنے کے خیالات سے ہزار ہا قسم کی تکلیفوں میں مبتلا تھیں اور یوں دن بدن بیوہ مستورات کی تعداد اس اسلامی جور سے بڑھتی جاتی تھی اس کے ساتھ ہی ملعون شیطان صفت حاکم نے سردار فتح سنگھ سفیر دربار پنجاب سے اعلےٰ درجہ کا شریفانہ برتاؤ اور حفظ اعزاز مراتب کا ایسا رکھا ہوا تھا کہ عوام سردار کو عظیم خاں کا دوست سمجھتے تھے اور اس لئے اُس سے طالب مدد ہونے کی غرض سے اُس کی خدمت میں پہنچکر شکوہ و شکایت کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔

شاہی دربار میں جب سفیر پنجاب آتا تو عظیم خاں اُٹھ کر تعظیم کرتا اور اپنے برابر مسند شاہی پر بجانب راست بٹھلاتا اور اس موقع پر ایسی لیاقت و دانائی سے میل ملاپ کی باتیں ہوتیں کہ کسی کو شاہی جور و جفاؤں کا خیال تک نہ رہتا۔ لیکن انتظامی معاملات کے انفصال کی آڑ میں وہ وہ ظلم ستم ہندوؤں پر ہوتے کہ طاقت بیان نہیں چنانچہ ان جور و جفاؤں کے ایام میں عظیم خاں کے دل میں مسلمان امرا نے یہ شک پیدا کیا کہ خالصہ لشکر کشی کا باعث در اصل دیوان ہرداس پنڈت تکو ہے۔ جو اس وقت امرا کشمیر میں بڑا عالی رتبہ و باہمت شخص تھا۔ اور صاحب دولت ہونے سے چشمہ فیض اور جود و سخا تھا۔ دربار شاہی میں صاحب کار اور اعلےٰ منصب رکھتا تھا

پس اس بیچارہ پر یہ بھاری الزام قایم کیا گیا کہ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے سازش رکھتا ہے اور خفیہ نامہ پیام بھیجتے رہنے سے دربار کشمیر کے حالات سے اطلاع دیتا رہتا ہے۔

اُس وقت کشمیر میں مندرجہ ذیل نامی گرامی پنڈت صاحبان کی جماعت تھی جو بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے اور رموز سلطنت سے وہ ایسے واقفکار تھے کہ ان کی صلاح و مشورت کے بغیر ملکی و مالی معاملات کو سرانجام دینا حاکم وقت کے لیئے بہت مشکل تھا۔

(۱) دیوان ھرداس پنڈت تکو جو ہندو رعایا کیطرف سے ایک بھاری منسٹر شاہی تھا۔

(۲) دیوان سہجرام پنڈت مشیر مال۔

(۳) مرزا پنڈت بڑا دولت مند اور صاحب عزّ و جاہ تھا۔

(۴) پنڈت بیربل جو عقل و لیاقت میں فی الحقیقت راجہ بیربل اکبری کا اوتار تھا۔ اور تمام فارن معاملات اسی کے صلاح و مشورہ سے سرانجام پاتے تھے۔

(۵) پنڈت راجہ کاک افسر صیغہ دیوانی۔

(۶) دیوان نندرام پنڈت صیغہ جنگی کا افسر تھا۔

(۷) پنڈت سازوان صاحب جنکا اسم مبارک ہماری ناول میں اکثر مقامات پر بطور ہیرو کے آیا ہے یہ بڑے خاندانی تھے اور علم و فضیلت میں بھی یکتاء زمانہ تھے الا فقیری کے لباس میں ہر دم ملبوس رہ کر ہندو مسلمانوں میں عارف کامل کے نام سے مشہور تھے اور تمام حاکمان وقت اور امراو وزرا ان کے نام لیتے کان پر ہاتھ دھرتے تھے۔

عظیم خان کو باوجود فرمانروا کشمیر ہوئے اور سامان رعایا و حکام وقت کے زور سے بلا مداخلت غیر سے حکومت کرنے کے اسباب حاصل تھے لیکن

وہ ان پنڈتوں کی جماعت سے ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ اس لئے بمشورہ اسلامی وزرا و امرا اُس نے اُن کی تباہی اور بیخ کنی کی تدبیریں کرنی شروع کیں۔

پس عظیم خاں کو پنڈت ہرداس کی جانب سے ایسا بدظن کیا گیا کہ وہ اُس کے قتل کرانے کے درپے ہوا لیکن غریب پنڈت کو عظیم خان کے ان بدارادوں سے مطلقاً خبر نہ تھی۔

ایک روز دیوان ہرداس اپنے عظیم الشان خیمہ میں بہ جاہ و جلال امیرانہ نشست پذیر تھا اور چند لایق فایق پنڈتان کشمیر اُس کی مجلس میں بیٹھے ہوئے اپنی قوم و ملت کے بچاؤ کی تدبیریں کر رہے تھے کہ ایسے ناہنجار زمانہ میں ظالم عظیم خاں کے جور و جفاؤں سے بچنے کے لئے کونسی تدابیر عمل میں لائی جائیں۔ پنڈت موصوف اگرچہ پولیٹیکل معاملات میں اعلےٰ درجہ کی لیاقت رکھنے سے ایک عالی جاہ رتبہ رکھتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے وہ پکا دیندار اور خدا پرست ہونے سے زمانہ کی نیرنگیوں اور گردش روزگار کے پلٹوں سے بھی خوب ماہر و آگاہ تھا پس اُس نے اپنے ہمنشیں پنڈتوں سے کہا کہ ظالم کا ظلم ہی اُسے ایک دن اپنے کرموں کا پھل دینے والا ہوتا ہے۔ پس ایسے حالات میں جسقدر کہ ظلم و ستم بڑھتے جائیں یہ خوب سمجھنا چاہیئے کہ ظالم کی حکومت کا خاتمہ نزدیک ہی ہے۔ میرا تجربہ اور عقل دوربین اب گواہی دیتی ہے کہ یہ خطۂ کشمیر کسی نہ کسی دن جو دور نہیں ہے سکھوں کے عہد معدلت مہد میں آکر مسکین ہندوؤں کی گردنوں کو اسلامی جور و ستم کے بوجھ سے سبکدوش کریگا۔ پس جہانتک کہ لایق اور عالی ہمت کشمیری پنڈتان سے ہو سکے وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سے طالب مدد ہونے کی تدابیر عمل میں لائیں کیونکہ حالات افغانستان سے فی زمانہ واضح ہو رہا ہے کہ اس ملک کے حکمران اپنی خانہ جنگیوں کے جھگڑے میں مبتلا ہو کر دوسرے ملکوں پر حکومت و قبضہ رکھنے کی طاقت کو کھوتے جاتے ہیں۔ پس جب ان کے گھر کا یہ حال ہے

تو پھر وہ یہاں پر لشکر کشی کرنیکی کیا طاقت رکھ سکتے ہیں اور گذشتہ حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ جب کبھی خالصہ قوم کے دلاوروں نے اس ملک پر لشکر کشی کی ہے وہ ہمیشہ ظفر و منصور ہو کر واپس پنجاب ہوتے رہے ہیں پس اس ملیچھ راج کا ستیاناس اُن کے زبردست ہاتھوں سے ہوگا۔

یہاں پر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عظیم خاں کا ایک ملازم مثل اجل کے سر پر آ پہنچا اور اس نے دیوان ہرداس جی سے کہا کہ اعلےٰ حضرت (عظیم خان) نے آپ کو کسی خاص مشورہ کے لئے طلب کیا ہے یہ سنتے ہی دیوان صاحب کے دل میں کچھ گدگدی سی پیدا ہوئی۔ اور انہیں شبہ گذرا کہ یہ شاہی پیغام خالی از علت نہیں لیکن انہوں نے اپنی بزدلی کو دبا کر اس کے ساتھ جانیکے لیئے مستعدی ظاہر کی۔ اگرچہ ان کے رفیقوں نے اشارے سے سمجھایا کہ قاصد کو ٹال مٹول سے واپس بھیجدیا جاوے لیکن اس راستباز عالی ہمت شخص نے یہ گوارا نہ کیا۔ اور قاصد سے جو کریاں نامی ایک معتبر شاہی تھا پوچھا کہ کچھ مطلب بھی بتلاؤ کہ کس غرض سے آنحضرت مجھے اس وقت طلب کیا چاہتے ہیں۔

قریاں نے جواباً اشارہ سے انہیں ایک طرف چلنے سے کہا اور اس وسیع الشان خیمہ کے ایک تنہا گوشہ میں لیجا کر اُنہیں بغور ایک راز کے سننے کے لیئے متوجہ کیا۔ پس بیچارے ہرداس نے بڑے متفکرانہ اِلا لاپروائی کی حالت میں پیغام شاہی کو بتوجہ سننے کے لیئے سر جھکایا ہی تھا کہ حرامزادہ قربان نے میان سے جھٹ تلوار نکال کر ان کی کمر پر بڑے زور سے وار کیا اور ایک ہی ہاتھ سے اُس نازک جسم کو دو ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دیا اور خود چپکے سے رستہ لیا اس قتل کی مطلقاً کسی کو خبر تک نہ ہوئی کیونکہ خیمہ کے ایک تنہا گوشہ میں قریاں اور پنڈت موصوف بات چیت کرنیکے لیئے کھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد جب دیوان ہرداس جسم اُس مقام پر مقتول پایا گیا تو طبقہ پنڈتان میں بڑا شور وشر ہوا حتی کہ اصلی راز سے ناواقف ہو کر صاحب رتبہ پنڈتوں نے عظیم خاں کے دربار میں اس قتل کی فریاد کرتے ہوئے ء قربان قاتل کی گرفتاری کے لیئے نالش کی پس عظیم خاں نے یہ سمجھ کر کہ اس کا منتر بھی چل گیا اور راز بھی کسی پر نہیں کھلا۔ اُس نے خدمتگار مذکورہ کو بھی قتل کروا ڈالا۔ اور یوں کشمیری پنڈتوں کو خوش وراضی کر دینے کی ایک چال نکالی۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد جب اس سازش قتل کا اصلی احوال منکشف ہو گیا۔ کہ ہرداس پنڈت محض عظیم خاں کی مرضی اور حکم سے قتل کیا گیا ہے تو بیدار مغز عالم پنڈتان نے دیوان موصوف کے قتل کی تاریخ جور عظیم نکالی کہ ایسے تاریخی یادداشت سے سیاہی کا ٹیکا اس بزدل ظالم اور کمینہ صفت حاکم کے نام کے ساتھ لگا رہے!!

تاریخ گلدستہ کشمیر کا لایق مصنف لکھتا ہے کہ ۱۲۱۸؁ء میں اس ظالم صوبہ کشمیر کے عہد میں قدرت ایزدی نے بھی باشندگان کشمیر کی تباہی وبربادی کے لئے وہی رنگ وتیور بدلے جو ایسے خونریز ظالم فرمانرواؤں کی بدکرداریوں اور بداعمالوں کے نتایج ہوا کرتے ہیں۔ یعنے قدرت ربانی نے جب دیکھا کہ خلق اللہ اس طرح اس ظالم کے ہاتھوں سے لاچار وغربت زدہ ہو کر قتل وبربادی ہو رہی ہے تو قحط ووباؤں کے نمودار کرنے سے لوگوں کو قدرت موت سے مرنے کی ترجیح دی۔ پس اول تو گرانی غلہ ایسی ہوئی کہ رعایا کشمیر گلی کوچوں میں فاقہ کشی سے مرے ہوئے چاروں طرف دکھلائی دیتی تھی جب یوں کثیر التعداد بندگان فاقہ کشی سے مر چکے تو باقیماند وبائی بیماریوں کی نظر ہو گئے۔ لیکن بایں ہمہ اس ظالم کے تشنہ لب جو حرص وطمع کے دامنگیر ہونے سے اُسے دیوانہ صفت بنائے ہوئے تھے ہندؤ کا خون پینے کیلیے ہر دم تیار تھے چنانچہ وہ غریب ہندؤں پر

ایسے بیکسی و بے بسی کے زمانہ میں بھی سخت ظالمانہ ٹیکس اور جزیئے لگا کر روپیہ وصول کرتا اور بحالت عدم وصولی انہیں انواع انواع کی عقوبتیں اور تکالیف پہنچاتا تعصب و عداوت مذہبی سے ناحق تہمتیں لگا کر قید کر دیتا اور یوں حال و اسباب مظلوم بیگناہوں کا دست تظلم دراز کر کے لوٹ لیتا اور جہاں کوئی حسین عورت و لڑکی نظر پڑتی اُسے جبر و سختی سے داخل حرم سرا کرتا ؛

ناظرین جس زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے ہم یہاں پہنچے ہیں۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ جبار خاں اُس ظالم عظیم خاں فرمانروا کا بھائی سپہ سالار بلکہ بادشاہ ثانی خطہ کشمیر بنا ہوا تھا۔ اور اس ظلم و ستم کے زمانہ میں بیچاری لکھشمی دام فریب سے قید میں مبتلا ہو کر ہمارے اس ناول کے حالات کی ہیروئین بنی ہے پس مذکورہ بالا تاریخی حالات سے واضح ہو گیا ہے کہ اس زمانہ میں ملک کشمیر اور رعایا خطہ بے نظیر کی حالت کیسی تھی۔ بس اب ہم پھر اپنے ناول کے سلسلہ کو اُسی پیرایہ و صورت میں قلمبند کرینگے۔ جو ناظرین پہلے ملاحظہ و مطالعہ کر چکے ہیں۔

حصہ دوئم

باب دوازدہم

چشمہ شاہی

ناظرین مشہور و معروف ڈل کے مشرقی کنارہ پر بفاصلہ ایک میل
چشمہ شاہی کی عمارت واقع ہے جو کسی قدر نشاط باغ کی طرز پر ۱۴۳ گز طول
و ۷۴۲ گز عریض اور ۷ فیٹ بلند دیوار سے فی زمانہ محدود ہے۔ الا جس زمانہ کا
کہ ہم ذکر کر رہے ہیں۔ ان ایام میں اس چشمہ پر وسیع الشان عمارات کا
سلسلہ واقع تھا۔ جہاں فرمانروایان وقت اپنی بیگیات محلسرا کو ہمراہ لا کر
معہ اپنے ہمنشیں مجلس کے کئی روز تک قیام پذیر ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ اس
مقام کی آب و ہوا صحت افزائی اور خوشگوار طبع کے لحاظ سے نہ صرف خطۂ
کشمیر میں بلکہ ہمچنیں مقامات جہاں میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ بالخصوص
اس چشمہ کا پانی تو ایسا ہاضم اور سُبک ہے کہ ہمیشہ عالیجاہ اور مقتدر
باشندگانِ کشمیر رواجاً یہاں سے پانی منگوا کر استعمال کرتے ہیں۔ پس
موسم بہار میں عظیم خاں اپنے بھائی جبار خاں کے چشمہ شاہی پر
رونق افروز تھا۔ اور بہارِ ڈل کے قدرتی نظاروں سے خطوط و لطائف

زندگی اٹھانے سے رنجیدہ و غم آلود دل کو مسرت و راحت آمیز بنایا چاہتا تھا کیونکہ خطۂ کشمیر پر خالصہ لشکر کی فوج کشی کے بعد وہ عالیجاہ کشمیری پنڈتوں کی بیخ کنی کے ہر دم فکر میں رہا کرتا تھا۔ اس حالت میں وہ جبار خاں و خواجہ نور شاہ سے (جو ایک رئیس و امیر باختیار تھا) بارہ دری کے ایک کمرہ میں تخلیہ میں بیٹھ کر یوں ہمکلام ہوا۔ برادر عزیز (جبار خاں) آپ سپہ سالار فوج ہیں۔ پس ان شیطان صفت ملعون کشمیری پنڈتوں کا نام و نشان سرزمین کشمیر سے مٹانا آپ کا کام ہے اور جب تک کہ آپ ان گھر کے بھیدیوں کو تباہ کر کے خاک میں نہ ملا ڈالیں۔ میں ہرگز چین کی نیند میں نہیں سو سکتا۔

جبار خاں نے یہ سُنکر خواجہ نور شاہ کی طرف سوال کا جواب طلب کرتے ہوئے دیکھا۔

خواجہ نور شاہ۔ "یہ کام تو بہت آسان ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کا سرانجام کرنے کے لیئے مجھے پورا ذمہ و اختیار دیویں اور سب سے اول ابتدائی چال یہ ہے۔ کہ قبل ازیں فوج خالصہ کی لشکر کشی کا خرچ و جزیہ ان کافر پنڈتوں پر ڈالا ہی جا چکا ہے۔ پس آپ یہ مشتہر کر کے کہ ابھی تک سرمایہ مطلوبہ وصول نہیں ہوا۔ اور شاہی اخراجات کی مالی ضروریات اور پیش ہیں۔ مجھے اس رقم گراں کے وصول کرنے کے لیئے ناظم مقرر کریں۔ تو میں اس بہانہ سے میرزا پنڈت کی ہلاکت کا تدارک کر کے اور نیز دوسرے پنڈتوں کو سخت سزائیں اور تکالیف پہنچاتا ہوا بستر مرگ پر لوٹا دونگا۔ پس اس ترکیب سے کم سے کم تین چار لاکھ روپے وصول بھی ہو جائینگے۔ اور ان کافروں کو فنا فی النار کر کے آنحضرت کے دل کو تفکرات سے سبکدوش کر دوں گا۔

عظیم خاں و جبار خاں نے یہ سنتے ہی آفرین و مرحبا کے کلمات۔ خالی اور خواجہ مذکور کو اپنے تدابیر کی تکمیل کیواسطے مختار کامل بنا و یا جس پر دوسرے

دن ہی اس چیہ شاہی کے مقام پر خواجہ نور شاہ نے منجانب عظیم خاں وشاہی پالٹی کے مرزا پنڈت سہجرام صاحب در معہ اور چند مقتدر پنڈت صاحبان کے شامل جلسہ دعوت ہوئے اور اتفاقاً سردار فتح سنگھ سفیر دربار پنجاب کو بھی پنڈت سہجرام اپنے ہمراہ لینے آئے۔ بوقت پانچ بجے شام کے جلسہ رقص وسرود گرم ہوا۔ اور خاص طور پر داب اور لحاظ کے ساتھ دور شراب بھی چلنا شروع ہوا۔ الاجبار خاں و مرزا پنڈت جب سردار فتح سنگھ کی جانب نگاہ ڈالتے تو ان کے چہروں پر فکر و سوچ کے آثار نمایاں ہوتے۔ قریب ایک گھنٹہ کے جب جلسۂ رقص سرود کو ہوتے ہوئے گذر چکا۔ تو سردار فتح سنگھ رفع حاجت بشری کے لئے بارہ دری سے باہر نکل آئے۔ اور کسی قدر فاصلہ پر جاکر فارغ از حاجت فطرت ہوکر وہ ایک درخت چنار کے سایہ میں جو پردہ سرا شاہی کی قناتوں کے بالمقابل تھا۔ تنہا کھڑے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے۔ کہ ایک نہایت حسین نوجوان خواجہ سرا نے پچھلی طرف سے آہستہ آکر اُن کے کان میں کہا۔ کہ جناب کو اُس خیمہ میں جو پردہ سرائے قناعت کے گوشہ شمال مشرق پر استادہ ہے۔ قدم رنجہ فرمانے کے لیئے تکلیف دی گئی ہے۔"

فتح سنگھ نے یہ سنکر بڑی سوچ و تعجب سے خواجہ سرا کے چہرہ کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے پوچھا شاہی محلسرا میں مجھے طلب کرنے والا کون ہے۔ اور میرا وہاں کیا کام!!

خواجہ سرا "بغیر حکم کے تو میری بھی طاقت نہ تھی کہ جناب کو یوں پیغام پہنچانیکی جرأت کرتا اور حضور اپنے طالب کو وہاں پہنچکر خود دیکھ لیجئے۔ سنتے ہی فتح سنگھ کے دل میں کچھ گدگدی سی پیدا ہوئی۔ اور اُس نے ادرگرد دیکھ کر کہ کوئی ان کی حرکات ورفتار کے دیکھنے والا نہیں ہے خیمہ مذکور کا راستہ لیا۔

خیمہ میں داخل ہوتے ہی فتح سنگھ ایک مرصع کرسی پر بیٹھ گیا

اور زنان خانہ کے اندرونی حصہ پردہ سرک سے یکایک ایک نازنین شرم وحیا کا برقعہ اُٹھائے بحالت بے خبری دروازہ میں سے گذر کر اُن کے بالمقابل خیمہ میں آ کھڑی ہوئی سردار فتح سنگھ اگرچہ آہٹ کی آواز سنکر چوکنا ہو گیا تھا لیکن وہ اس نازنین کی آمد پر اُس کے شاہانہ حسن و جمال اور رعب و داب کو بڑے تعجب سے دیکھتا ہُوا (جس سے مثل شعاع آفتابِ حکومت و اقبال کے آثار نمایاں تھے) اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہ سخت حیرت و اچنبھا میں تھا۔ کہ اُس کے وہاں یوں بلائے جانے کا کیا باعث ہے۔؟

ادھر نازنین سخت تعجب و شرمساری سے سفیر پنجاب کی شکل مثل بدر کامل دیکھ کر۔ "ایں! یہ کیا! آہا! یہ کیا"! چہ خوش! "پھر طفل خواجہ سرا، کو آواز دیکر جو اس وقت دروازہ کے باہر مثل دربان استادہ تھا حسینی! حسینی (یہ اُس لڑکے کا نام تھا)۔۔

حسینی اندر آیا۔ پھر نازنین خاموش ہو گئی۔ عجب وسوسہ و ولولہ کی حالت اس پر طاری ہو رہی تھی۔ وہ کچھ منہ سے کہنا چاہتی تھی۔ لیکن معلوم نہیں کہ کیوں بول نہیں سکتی! مہر حیا و خاموشی اُس کے منہ پر ایسی لگ گئی تھی کہ جیسے کوئی مسحور ہو گیا ہو۔

سفیر پنجاب بھی جرأت کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن کیا مجال کہ طاقت گویائی سے وہ کام لے سکے۔ اُس وقت وہ حسن و اتفاق سے ایک ایسی حسین شکیل اور صاحب عز و جاہ مہ جبین کی حضوری میں کھڑا تھا۔ کہ جس کی مقناطیسی طاقت سے مثل کہربا دل و جان ہاتھ سے دے رہا تھا۔ بلکہ عامل و معمول بحالت خاموشی صورت بمورت بنکر استادہ تھے۔ آخرش سفیر پنجاب مردانہ حوصلہ و جرأت کو کام میں لاکر بولا ع

گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

کیا کچھ غلطی ہوئی ہے! جو آپ مجھے یوں طلب کر کے گھبرا رہے ہیں! اور کچھ ایسی سوچ و فکر میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں۔ کہ جیسے کوئی آپ نے کیئے پر

پشیمان ہو۔ اگر فی الحقیقت بھول بھلیاں کا معاملہ ہے تو آپ مجھے حکم دیں میں ابھی باہر چلا جاؤنگا۔ بہرحال میرا یہاں آنا خالی از فایدہ نہیں۔ کیونکہ جس چیز کے دیکھنے کا میں شب و روز خواہاں تھا اور جس کے دیدار کے فکر و خیال میں ہمیشہ دل دیوانہ کو قابو کئے تھا آج زہے طالع!! وہ یاوریٔ بخت سے مجھے میسر ہو گیا۔!!

نازنین۔ (نظر جھکائے ہوئے۔ دہن تنگ کو بڑی کوشش سے کھولکر) اور آپ کس کے دیکھنے کے خواہاں تھے +

فتح سنگھ (بڑی جرأت و حوصلے سے) جسکی حضوری میں اس وقت کھڑا ہوں۔ جس کی تاب حسن سے میری تمام سپاہیانہ اور برادرانہ طاقت مثل موم کے پگھل رہی ہے جس کی شکل دلربا اور حسن کا انجذاب میرے دل و جان میں گھر کر گئی ہے۔

نازنین۔ آپ غیر وطن شخص معلوم ہوتے ہیں اور پھر کسی خاص عالی منصب پر شرف رکھنے کے آثار دکھلا رہے ہیں تو ایسی صورت میں آپ کو اس ملک کی کسی حسین عورت اور بادشاہی محلسراء سے تعلقات رکھنے کی کیا ضرورت ہے +

سفیر پنجاب۔ "اُف۔ ہائے سچ ہے" حسن کافر لاکھ پردوں میں نہاں رہتا نہیں" اگرچہ آفتاب و ماہتاب بلند نیلگون آسمانوں میں چمکتے ہیں۔ لیکن حسینان جہاں اپنے حسن عالم افروز کے جلوؤں کو جو نور قدرت کی طرح چمکنے والے ہوتے ہیں۔ کیا پردہ سرائوں اور شاہی محلات کی قیود میں مقید رکھہ سکتے ہیں۔ اور پھر غریب الوطن شخص پر جب اس حسن و جمال پری تمثال کا سایہ پڑ جائے تو کیا وہ اپنے آپ پر کچھ زور و قوت رکھنے کے قابل رہ سکتا ہے" سچ ہے۔

شیراں زبلائے عشق نالاں
خوں خوردہ نرگس غزالاں

نازنین۔ "معلوم ہوتا ہے کہ آپ پیشتر سے ہی عشق و عاشقی کے مکتب میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں"

سفیر پنجاب۔ "اگرچہ مجھ جیسے شخص نے اس مکتب میں تعلیم حاصل نہ بھی کی ہو۔ الا خطۂ بے نظیر کشمیر کی ہوا جو معشوقوں اور پریزادوں کا مسکن ہے۔ ایک اجنبی شخص کو دیوانہ صفت بنانے کے لیئے کافی ہے اور پھر جب کسی پری پیکر کے جادوئے حسن کا سایہ و پرتوہ پڑ جائے۔ تو عشق و عاشقی کی مرض میں وہ خود ہی مبتلا ہو جاتا ہے۔"

نازنین"۔ لیکن آپ تو کسی ہماری کام کے سرانجام دینے کے لیئے اس ملک میں آئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ جس کے لیئے عقل و لیاقت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ تو پھر عشق و عاشقی سے کیا کام!

سفیر۔ عقل است ہزار پنبہ ود تاب   عشق ہست ہزار شعلہ در آب
چوں آتش عشق بر فروزند   فرزانہ و عقل ہر دو سوزند

نازنین۔ "یہ سنکر کچھ عرصہ تک سوچ میں مبتلا ہو گئی۔ اور پھر سفیر کی طرف بڑی سنجیدگی سے متوجہ ہو کر بولی۔ "اے سردار بلند اقبال میرا مطلب دیوان سہجرام پنڈت کو یہاں طلب کر کے کوئی خاص بات بتلانیکا تھا۔ لیکن نہ معلوم کہ بجائے اُن کے آپ کو حسینی (خواجہ سرا) نے کس طرح یہاں تشریف لانے کی تکلیف دی"

سفیر۔ ہوش و حواس سنبھال کر آپ سچ کہتے ہیں۔ جب میں اس چنار کے پیڑ کے پاس پہنچا۔ تو پنڈت سہجرام باغ کے مغربی حصہ کو جاتے ہوئے دکھلائی دیتے تھے"

حسینی۔ (بات کاٹکر اور نازنین کیطرف بڑے ادب سے بحالت خوف مخاطب ہو کر) حضور نے مجھے صرف اسی قدر حکم دیا تھا کہ اس پیڑ چنار کے پاس جو ہندو [illegible] مت کرنا

پس میں نے وہاں پہنچکر جناب کو استادہ دیکھا اور حسب الطلب آنحضور یہاں لے آیا ہوں۔ اگر کوئی قصور ہوا ہے۔ تو خواہنگار معافی ہوں"۔

نازنین نے یہ سنتے ہی حسینی کو باہر جانے کے لئے اشارہ کیا۔ اور اس کے چلے جانے پر سفیر پنجاب سے مخاطب ہو کر بولی۔" کیا آپ اہل پنجاب ہو کر اس ملک کے ہندؤں سے بھی ہمدردی رکھتے ہیں اور ان کی بہتری و تحفظ سے بچاؤ کے لئے اگر کوئی صورت دربیش آئے تو اپنے پر تکلیف گوارا کر کے مدد و معاونت کرنے کو فرایض انسانی و قومی میں سے سمجھتے ہیں۔

سفیر۔ آہ اہا ہا۔ چہ خوش! میرے خوش طالع! زہے بخت! اب میرے رہے سہے شکوک بھی رفع ہو گئے۔ ! (یہ تعجب آمیز کلمات منہ سے نکالتے ہوئے کہا) اے شہزادی زینب آپ مجھ پر پورا بھروسہ اور اعتماد رکھیں"۔ زینب کا نام سنتے ہی نازنین چونک پڑی۔ اس کے چہرہ کی رنگت بدلنے لگی۔ جو کسی قدر مغموم ہوئے طبیعت ہونیکے اطوار دکھلا رہی تھی۔

سفیر۔ پھر سلسلہ کلام جاری کر کے)"میں پہلے سے ہی آپ کی نیک خصلت سچی ہمدردی اور پاک طینت کے بہت سے حالات خفیہ طور پر سن چکا ہوں اور آج ان کے آزمانے کا موقع حسن اتفاق سے ملگیا ہے۔ پس آپ یقین جانیں کہ جو کچھ آپ فرمائینگے میں اُسے اپنا فرض سمجھ کر اس کی تعمیل کروں گا۔

نازنین۔ کیا آپ میرے نام اور اس قسم کے حالات سے پیشتر سے واقف ہیں؟ اور کیا یہ شہرت و مشہوری جلد تر میری گردن زنی کا باعث ہونیوالی تو نہیں ہے؟ جو سفیر پنجاب کو محلسرا کے حالات تک کی خبریں پہنچی ہوئی ہیں؟"

سفیر" آپ ہرگز نہ گھبرائیں۔ میں اپنے دہرم و عزت کی قسم کھا کر آپکو یقین دلاتا ہوں۔ کہ جن ذرایعہ سے مجھے اطلاع پہنچی ہے۔ اُن سے

عام لوگ تو کجا مقربان شاہی اور بڑے معتبر امرا بھی واقف نہیں۔ اور آپکے راز صرف آپ کی ذات سے وابستہ ہیں آپ خیال فرمائیں کہ حسن اتفاق سے مجھے آج آپ کی حضوری میں پہنچنا نصیب ہوا ہے۔ ویسے ہی خوبیٔ طالع سے مجھے آپکے فرشتہ سیرت حالات کو ایک خاص ذریعہ سے آگاہی ہو چکی ہے "

نازنین۔ اور اس ذریعہ سے کیا آپ مطلع کر سکتے ہیں۔

سفیر۔ بیشک۔ وہی جو آپ کا ذریعہ ہے۔

نازنین۔ کیا یہ سچ ہے "

سفیر۔ ہاں۔ رازدان صاحب "

نازنین تعجب آمیز لہجہ سے " تو اب فیصلہ ہو گیا " اور اگرچہ پہلے سے ہی یہاں اس قسم کی گفتگو میں بہت وقت گذر چکا ہے۔ اس لیے آپ ذرا متوجہ ہو کر (یہ کہتے ہی نازنین نے بڑے ادب و انداز سے سفیر کے کان میں کوئی بات مختصر طور پر چند کلمات میں کہی) اور پھر کسیقدر بلند آواز سے۔ دیوار گوش دلرد"۔ آپ نے مطلب تو بخوبی سمجھ لیا ہو گا۔

سفیر کا چہرہ اس خفیہ راز کے سنتے ہی تغیر پذیر ہوا۔ اور اس کے تمام جسم پر گھبراہٹ و جلد بازی کے آثار نمودار ہوئے۔ وہ جھٹ اٹھہ کھڑا ہوا اور نازنین سے مخاطب ہو کر بولا انجام بخیر ہوا۔ خدا مددگار ہے۔ تو کیا اب آپ مجھے اجازت نہیں دیتے ہیں۔

نازنین۔ خدا حافظ۔ آپ بہادر سپاہی معلوم ہوتے ہیں مجھے امید ہے کہ اگر کوئی موقعہ آ پڑیگا تو مردانگی کو ہاتھہ سے نہ دینگے۔

سفیر کا چہرہ یہ کلمات سنتے ہی سرخ ہو گیا۔ اور وہ تلوار اٹھا کر بولا اے پیاری شہزادی زینب اگرچہ اس سرزمین میں داخل ہو کر میں نے اُسے (تلوار) [illegible] شخص کو [illegible] سمجھ کر کسی پر

بھروسہ نہ رکھا تھا۔ لیکن آج سے مین نے تجھے فرشتہ سیرت کو اپنا سچا مددگار اور دلی پرستش کی تصویر قرار دے لیا ہے۔ بس تیرا فرمان میرے لیئے فرض ہے۔ اور ممکن نہیں۔ کہ اس کی تعمیل میں ذرا بھی فرق آسکے۔ اور پھر بالخصوص کہ اُس میں میری ہمقوم وملت کا اسقدر فایدہ ہو

یہ کہتے ہی سفیر نے زینب سے ہاتھ ملایا اور دونوں شوقیہ یا عشقیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہی جدا ہوگئے۔

باب سیزدہم ۱۳

حمام

سردار فتح سنگھ جب رقص وسرود کی محفل میں واپس آئے۔ تو اب گویا ہی شام ہوگئی تھی اور گانے بجانے کا خوب ٹھاٹھ بندھ رہا تھا۔ دور شراب کے متواتر چلتے رہنے سے حاضرین محفل کی اور ہی رنگت بدل چکی تھی۔ خواجہ نور شاہ اگرچہ کثرت شراب خوری سے خود بچا ہوا تھا۔ لیکن وہ ہندو شرفا اور معزز شرفوں کو بڑے فرط محبت اور ربط وارتباط سے جام شراب کی طرف مایل کرتا تھا اور کسی کسی موقعہ پر نوک جھوک اور چھیڑ چھاڑ کی باتیں بھی ہو جاتی تھیں۔ سردار فتح سنگھ کے باہر سے کسی قدر دیر سے آنے کے باعث پنڈت سہجرام اور خواجہ مذکور نے بڑی تعظیم سے ان کو جائے نشست پر بٹھلا کر پوچھا۔ کہ "جناب اسقدر دیر تک کہاں تشریف فرما تھے۔

سفیر پنجاب نے۔ رفع حاجت بشری کے لئے دور فاصلہ پر باغ چشمہ کی حد سے چلا گیا تھا۔ جہاں چند جھاڑیوں کی آڑ میں بیٹھے ہوئے میں نے ایک

کا تماشا چند لمحوں میں دیکھا۔ اور وہ یہ ہے کہ مجھ سے کوئی تیس چالیس گز کے فاصلہ پر چند چھوٹے چھوٹے پودوں کے پیچھے ایک خونخوار سیاہ سانپ چھپا ہوا ایک پیڑ شہتوت کی شاخ کی طرف تاک لگائے دکھائی دیا۔ پھر بغور دیکھنے سے معلوم ہوا۔ کہ اس شاخ پر ایک خوبصورت پرند بیٹھا ہے لیکن وہ ایسا خوف زدہ ہو چکا ہے۔ کہ اڑنے بلکہ ہلنے جلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ سانپ آہستہ آہستہ اُس خوبصورت جانور کیطرف جا رہا تھا۔ لیکن اپنی خونخوار آنکھیں پرند کی آنکھوں سے ملائے ہوئے اُس پر دہشت آمیز تاثیر ڈال رہا تھا۔ پس پہلے میں بہت حیران ہوا۔ کہ جانور سانپ کو دیکھکر کیوں نہیں اڑ جاتا۔ اور پھر اس حالت میں کہ سانپ آہستہ آہستہ اُس کی طرف جا رہا ہے۔ لیکن ذرا غور سے سوچنے پر معلوم ہوا۔ کہ سانپ کی آنکھوں سے جو مقناطیسی طاقت نکل رہی تھی اس سے غریب جانور محور ہو کر اس موذی دشمن کا شکار بن رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے اُس غریب جانور کے بچاؤ کے لیئے جھٹ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا۔ اور سانپ پر حملہ کرنے کے لیئے آمادہ ہوا۔ لیکن قدرت ایزدی دیکھیے کہ وہ ایسی سخت بے مددی اور خوفناک مصائب کے زمانہ میں غریبوں اور مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے کن حکمتوں سے مدد و یاوری کرتا ہے۔

(اس فقرے کے سنتے ہی خواجہ نور شاد اور جبار خاں کے چہروں کے تیور بدلے اور انہوں نے آپس میں کچھ اشارے کیئے ادھر پنڈت سہج رام اور سفیر پنجاب کے درمیان بھی کچھ سمجھوتہ کا ایما ہو گیا۔

پس میں (فتح سنگھ) تلوار پر رکھہ اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک نیولا جھاڑیوں سے نکلکر جھٹ سانپ پر حملہ آور ہوا۔ جس سے کہ سانپ کی جانور پر نگہبانی ہٹ گئی۔ اور ساتھ ہی مقناطیسی اثر دور ہونا شروع ہوا۔ سانپ اگرچہ قد و قامت میں نیولے سے بھاری تھا۔ لیکن

نیولے کو بھی اس وقت قدرت ایزدی نے کسی مطلب کے واسطے مامور کیا تھا۔
پس ان کی ایک آدھ جھپٹ ہوتے ہی جانور تو درخت سے اڑ گیا اور پینچ
زور سے للکارتے ہوئے نزدیک پہنچکر سانپ اور نیولے کو اپنے سوراخوں
میں بھگا دیا۔ چنانچہ قدرت کے اس عجیب غریب شعبدہ ظہور کو دیکھتے ہوئے
مجھے کچھ دیر لگ گئی +

سفیر پنجاب نے اس بات کو ختم کیا ہی تھا۔ کہ جبار خاں نے ایک ملازم
کو حکم دیا کہ دیکھو میرے غسل کے لیئے حمام تیار ہو چکا ہے"۔؟

فتح سنگھ کی حمام کا لفظ سنتے ہی رنگت بدل گئی۔ اور اس نے جبار خاں
سے پوچھا۔ کہ اس عیش ونشاط کے موقع پر حمام سے کیا مطلب؟

جبار خاں۔ چند دنوں سے میں اس وقت سخت گرم پانی سے غسل
کیا کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے جوڑوں میں درد ہونے سے حکیم صاحب نے
صحت بدنی کے لیئے اس کی صلاح دی ہے" یہ کہکر وہ اندر چلا گیا +

اس پر سفیر پنجاب نے خود ایک جام شراب بھر کر پیا۔ اور تھوڑے
عرصہ کے بعد اپنے آپ کو حالت نشہ میں ہو جانے کے اطوار ظاہر کیئے۔ اور
پنڈت سہجرام سے مخاطب ہوکر لکنت آمیز فقرات میں کہا۔

پنڈت صاحب کیا آپ لوگ بھی کبھی ایسے وقت حمام کیا کرتے ہیں۔

سہجرام۔ نہیں۔ جناب ہم لوگ تو صبح ہی اشنان کرنے کے عادی ہیں۔

فتح سنگھ۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہو گا کہ حضرت اورنگ زیب کی دختر
نیک اختر زیب النسا کی امیر کبیر عاقل خاں سے دوستی وآشنائی تھی۔ جس سے
اورنگ زیب بہت رنجیدہ رہا کرتا تھا۔ بلکہ وہ عاقل خاں جیسے کریم النفس امیر کا
نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹانے کی فکر میں ہوا۔ ایک روز ایسے ہی موقعہ
پر (یہ فقرہ سنتے ہی پھر خواجہ نور شاہ کے چہرہ کا رنگ بدلا۔ اور وہ ادھر ادھر
اپنی حالت اضطراب کو چھپانے کیلیئے دیکھنے لگا")

ادہر پنڈت سبھرام اور سفیر پنجاب میں اشارہ کنایہ ہوا۔ زیب النسا اپنی خلوت گاہ میں عاقل خاں کے ساتھ ہمنشیں تھی۔ کہ اورنگ زیب کو خبر پہنچے پر وہ جھٹ آوارد ہوئے۔ لونڈی نے دوڑ کر زیب النسا کو بھی خبر پہنچا دی۔ پس زیب النسا نے عاقل خاں کے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھکر فی الفور ایک دیگ کلاں میں اسے چھپا دیا۔ اور ارد گرد تھوڑی سی آگ برائے نام روشن کرنے کے لئے لونڈی کو حکم دیا۔ اور خود کپڑے اوتارنے شروع کر دیئے۔ تاکہ بادشاہ اس کی غسل کی تیاری کو دیکھ کر جلد واپس چلے جاویں۔ لیکن حضرت اورنگ زیب بڑے موقع شناس اور استری کرتبوں سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے پہونچتے ہی زیب النسا سے پوچھا۔ کہ اس وقت یہ دیگ کیوں گرم ہونے لگی ہے +

وہ بولی کہ قبلۂ عالم نہانے کے لیئے آب غسل تیار کرا رہی ہوں "

جس پر اورنگ زیب نے کہا الحمد للہ بہت خوب ہو۔ کہ راستہ میں میں ابھی ناپاک ہو گیا تھا اور وقت نماز قضا ہوا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ جلد آگ مشتعل ہو کر پانی گرم کیا جائے۔ پہلے میں غسل کر لوں۔ اور نماز پڑھ کر چلا جاؤں پھر تم نے نہا لینا "

اس حکم کے ہوتے ہی فی الفور اس خونی دیگ کے نیچے آگ مشتعل کر دی گئی اور عاقل خاں نے یہ کہتے ہوئے تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔

این وقت دریں جائے سیاہ پوش ہنم ۔ از یار جدا ماندہ و مدہوش ہنم
من پختم و بیہوشم و خاموش ہنم ۔ دیگے کہ بجوش آمدہ سرپوش ہنم

سفیر پنجاب نے ابھی یہ قصہ ختم کیا ہی تہا کہ خواجہ نورشاہ متفکر صورت بنا اس جگہ سے اٹھ کر جھٹ اندر گیا۔ اور فتح سنگھ نے موقع پا کر پنڈت سبھرام سے بڑی آہستگی اور اشارہ سے کہا۔ کیا دیکھتے ہو! تم اور مرزا پنڈت جلد کہیں نکل جاؤ تمہارے زندہ جلانے کے لیئے حمام گرم ہو رہا ہے اس میں کچھ

شک وشبہ نہیں۔ اگر ہو سکے تو میری اودل کے سپاہی لے جاؤ اور یہ میری انگشتری کی نشانی اپنے ہاتھ میں رکھو۔ تمہارے اسکو دکھلانے پر وہ جان تک دینے سے بھی دریغ نہ کرینگے۔

یہ سنتے ہی سہجرام پنڈت نے مرزا پنڈت کو اپنے ساتھ ہاتھ پکڑ کر اُٹھا لیا۔ اور اوڑھنے کی شال پشمینہ وہی مجلس میں چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ باہر آب جوے پر چند لمحوں میں سندھیا کر کے ابھی واپس آتے ہیں"۔ ان کے یوں چلدینے پر کسی کو شک وگمان نہ ہو۔ اور جب دربان اور پہرہ داران شاہی نے اونہیں بغیر اوڑھنی کے باہر جانیکا باعث پوچھا، تو انہوں نے وہی سندھیا کا بہانہ کیا۔ اخرش وہ بڑے فکر وخوف سے جان بچاتے گرتے پڑتے بہت جلد کنارہ ڈل پر پہنچے اور کشتی میں سوار ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

تھوڑے سے عرصہ کے بعد خواجہ نور شاہ نے جب محفل میں واپس آکر دیکھا تو وہ جھٹ سمجھ گیا۔ کہ سونے کی چڑیا پنجرہ سے اُڑ گئیں۔ اس نے سفیر پنجاب سے پوچھا کہ پنڈت صاحب کہاں ہیں۔ تو سردار موصوف نے سخت نشہ میں مخمور ہونے کے آثار ظاہر کر کے یہ شعر پڑھا۔

دیگے بجوش آمدہ سرپوش منم
از یار جدا ماندہ ومدہوش منم

پس نور شاہ نے جھٹ اس حال سے جبار خاں کو اطلاع دی۔ اور اُس نے بہت سے سپاہی اور سوار ہر دو پنڈتوں کی گرفتاری کیلئے ان کے تعاقب میں بھیجے۔ لیکن وہ سب ناکامیاب ہو کر واپس آے اور محفل رقص وسرود یوں اور ہی رنگ ڈھنگ میں ختم ہوئی۔

—۰—۰—۱—۰—*—۰—۱—۰—۰—

باب چہاردہم ۱۴

شیر گڑھی

دوسرے دن صبح کے وقت قریب ۸ بجے ایوان شاہی شیر گڑھی میں محمد عظیم خاں و جبار خاں تخلیہ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سرینگر میں مقام شیر گڑھی اگرچہ فی زمانہ بھی رائل پیلیس (Royal Palace) کے نام سے مشہور ہے جسمیں سر کیہنور مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب بہادر بالقابہ کے عہدہ معدلت عہد میں شاہی محلات کی نئی عمارات تعمیر کئے جانے سے اسے رونق و دوبالا نصیب ہو گئی ہے۔ لیکن جس زمانہ کا کہ ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس کی عمارت کی وضع قطع اور ہی ڈھنگ کی تھی۔ قانون قدرت صفحہ روزگار پر اپنے مشہور و معروف مقامات کو کسی خاص منشا ر و ضروریات کے لحاظ سے قایم کیا کرتا ہے اور اگرچہ ان کی ابتدائی حالت و وضع بانی مبانی اشخاص کے خیال و اندازہ کے بموجب کسی اور صورت میں ظہور پذیر ہوا کرتی ہے۔ لیکن رفتار زمانہ جس طرح سے پست مقامات کو بلند چھوٹی چھوٹی ندیوں کو دریا گھاٹیوں کو عظیم الشان پہاڑ اور ان پر نوخیز پیڑوں کو چند سالوں میں بڑے بھاری تناور درخت بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی مشاہیر مقامات کو انقلاب زمانہ آینہ شناسوں کی نگاہوں میں بسا اوقات ایسی کایا پلٹ صورت میں دکہلاتا ہے جو ان کے گذشتہ و ابتدائی حالات کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ظاہر کرے۔

علی ہذا القیاس یہ شیر گڑھی بھی پہلے بہت چھوٹی سی عمارت تھی

جسکو امیر خاں جوان شیر حاکم افغانہ نے تعمیر کرایا تھا۔ پھر اس پر انقلاب زمانہ سے عمارات ایزاد ہوتے ہوئے کئی قسم کے رد و بدل ہوئے الا فی زمانہ تو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ شاہی عمارات قریبًا پانسو گز طویل و تین سو گز عریض قطعہ زمین پر دریائے جہلم کے کنارے بجانب جنوب مشرق واقع ہے۔ جسمیں سرکار حضور مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر معہ اپنے برادر عزیز راجہ سر امر سنگھ صاحب بالقابہ کے موسم گرما میں تشریف فرما کر فروکش ہوتے ہیں۔ نیز حاکم اعلیٰ صاحب کشمیر اور تمام جنگی و ملکی دفاتر وغیرہ کے لیئے دبیرونی حصہ صحن میں شاہی مکانات ہیں پھر ہر سال ہی نئی عمارات کا تعمیر ہوتے جانا اس کے جوبن کو عالم پیری میں تازہ کر رہا ہے سیاحان کشمیر سرینگر میں داخل ہوتے ہی ان وسیع الشان عمارات کو دیکھ ان کے قطعہ جنت بے نظیر ہونیکا تصور باندھنے لگتے ہیں۔ کیونکہ کوہستانی مقامات میں اس عظیم الشان بارگاہ سلطان کے متعلقہ مندروں کے سیمی و سنہری کنگروں اور کلسوں کا چمکنا دوسری جانب سے جنگی باجہ کی آوازوں کا کانوں میں پہنچنا باغ قدرت میں رونق و خوبی کے عجیب نظارے ہیں۔

لیکن پیارے ناظرین جس زمانہ اور عہد حکومت کا ہم ذکر کرتے ہوئے اس شیر گڑھی کے شاہی ایوان میں عظیم خاں و جبار خاں کے تخلیہ میں بیٹھ کر باتیں کرنیکا حال تحریر کر رہے ہیں۔ تب شیر گڑھی فی الحقیقت بجائے شیروں کے شغالوں یا اس سے بڑھ کر مکار گرگوں کا مسکن اور جائے بود و باش تھی۔ خالصہ لشکر کے حملوں اور گرجتی ہوئی توپوں نے اس کی تعمیر کو منہدم کر ڈالا تھا۔ اور اس کی چار دیواری گولوں سے چھد کر مثل دریدہ چادر کے بے پردہ ہو رہی تھی۔ اس کی برج کی چوٹیاں اور کنگرے گر جانے سے کسی سر کی بگڑی ہوئی حجامت کا نمونہ دکھلاتے تھے اور گولائی عمارت کا ڈیل ڈول تو فی الحقیقت ایسا ہی نظر آتا تھا۔ جیسے کہ راون کا کچو

(statue) جلکر کاہ و ہیزم کے سیاہ بُت کی شکل میں ایستادہ ہو۔ پس اس بھیانک شاہی مقام کے رہنے والے بھی ماتم زدہ صورت میں ایام محرم گذار رہے تھے۔

اس تخلیہ میں محمد عظیم خاں جبار خاں سے یوں گویا ہوا۔ برادر عزیز کل کا حال تو آپ نے دیکھا۔ کہ ہم کو کیسی ناکامیابی ہوئی۔ خواجہ نور شاہ کی سب تدبیریں الٹی پڑیں۔ ہماری تمام سازش کا حال افشا ہو گیا۔ اور کافر پنڈت دام فریب سے بھی بچ نکلے۔

جبار خاں۔ معلوم نہیں کہ سردار فتح سنگھ کو کسطرح اس جلسہ میں پہنچا ہوا۔ پہلے تو وہ ہماری دوستی کا دم بھرتا تھا۔ اِلاّ اب ملعون شیطان صفت پنڈتوں کے ہاتھوں پر چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

عظیم خاں۔ "اگر یہ صحیح ہے۔ تو ہمارے لیئے اچھا نہیں۔ اور ہماری حکمت عملی بار آور نہ ہوسکیگی۔ یہ ملعون پنڈت آگے ہی سکھوں کی طاقت کی شیخی اور حوصلہ پر بھروسہ رکھکے ہمارے برخلاف کارروائیاں کر رہے ہیں۔ تو اس صورت میں سفیر پنجاب کو اُن کا ہاتھ میں لینا ہمارے لیئے بہت مضرت بخش ثابت ہوگا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ سفیر پنجاب معہ دیوان سہجرام پنڈت کے تشریف فرما ہوئے۔

(جبار خاں۔ ہر دو ہندو امرا سے مخاطب ہو کر) "کل شام کی محفل کا خاتمہ تو عجیب صورت میں ہوا۔ آپ مہمان نوازوں کو اطلاع دیئے بغیر چلدیئے اور میرے اندر باہر آنیکا بھی انتظار نہ کیا کہ آپ کے شمولیت جلسہ کی شکرگذاری کا اظہار کر کے رخصت کرتا۔

سفیر پنجاب۔ کیا خواجہ نور شاہ ابھی تک نہیں آیا؟"

جبار خاں (یکدم دلی اضطراب کو چھپاتے ہوئے) نہیں۔ وہ ابھی

تک نہیں آیا۔ افسوس اُس نے کل خواہ مخواہ صدر محفل بنکر کچھ ایسی باتیں
شکوک آمیز ظاہر کیں (جو غالباً شراب خوری کا باعث تھیں) جس سے
تمام محفل کا رنگ اور ہی صورت میں مبدل ہُوا۔

پنڈت سمبھرام۔ میں تو سندھیا پڑھنے کے لئے باہر آیا تھا کہ سنا کہ
شاہی سواران کسی خاص مطلب سے جلد ہتھیار باندھ کر تیار ہو رہے ہیں
اور پھر چونکہ اعلےٰ حضرت اور آنحضور بھی (مراد از عظیم و جبار خان) اندر سے
تشریف فرما محفل نہ ہوئے تھے۔ اور انجام محفل کچھ اور ہی طرح کا نظر
آتا تھا۔ اس لیئے ہم کشتی میں سوار ہو کر چلے آئے اور اب معذرت کے لئے
کہ اگر کسی طرح کی حضور کی گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں"۔ حاضر خدمت ہُوا
ہوں"۔

سفیر پنجاب۔ (جبار خاں کو بولنے سے روک کر) یہ بات یہ ہے۔ کہ اگرچہ
مجھے خاص طور پر کل محفل میں مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ یعنی جس خیال و مسرت
سے میں خود بخود شامل ہوا۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ پنڈت صاحبان تین لاکھ روپیہ
کی رقم ایسے نازک ضروریات کے موقع پر جبکہ تخت پنجاب سالیانہ نذرانہ
نہ پہنچنے کے باعث متواتر مطالبہ کے مراسلے پہنچ رہے ہیں۔ بذریعہ خواجہ نور شاہ
داخل خزانہ شاہی اُسی روز کر چکے تھے۔ پس یہ معتبر طور پر سنا گیا تھا۔ کہ اس خاص
جلسہ میں اُن کو بلوا کر شایان طریق پر اُن کی عزت و خاطر کی جاوے گی
اور آیندہ ملک کی بہتری و بہبودی کے لیئے کوئی معقول تجاویز سوچی جائینگی
بخلاف جس کے محفل کا کچھ اور ہی رنگ نظر آیا۔ اور خواجہ نور شاہ نے معلوم نہیں
کس دعوےٰ اور حوصلہ سے وہ وہ باتیں اور حرکات نمودار کیئے جو غالباً آنحضرت سے
پوشیدہ نہ ہوں گے"۔

عظیم و جبار خاں کا رنگ یہ فقرے سنتے ہی اُڑ گیا۔ اور ان کے چہروں
پر غصہ بھرے تعجب و حیرت کے آثار نمایاں ہُوئے۔

جبار خاں "تین لاکھ روپیہ کی رقم کیسی! اور خواجہ نور شاہ کی معرفت شاہی خزانہ میں داخل کئے جانے سے کیا مراد ہے!!

پنڈت سہجرام "آپ موجودہ حالت میں خواجہ نور شاہ کو دولتمند امیر سمجھتے ہیں یا خالی باتیں بنانے کی کل ہے۔

جبار خاں "ہم تو اُسے عقل و دانائی کا پتلا لیکن تہیدست اور خالی از زرومال سمجھتے ہیں۔ (... اس کلمہ کے کہتے ہی جبار خاں نے عظیم خاں کی طرف رخ پھیر کر دیکھا ادھر پنڈت سہجرام اور سفیر پنجاب کی باہمی آنکھیں کسی اشارہ پر لڑیں۔

پنڈت سہجرام "تو پس اگر حضور مجھے اسی وقت اجازت و حکم دیں۔ تو میں آج شام سے پہلے تین لاکھ روپیہ جو خواجہ نور شاہ نے ہم سے وصول کرکے اپنے گھر رکھا ہوا ہے۔ حاضر خدمت کر دونگا۔ اور سفیر پنجاب کو اپنے اس دعوی کے لئے ضامن قرار دیتا ہوں +

عظیم خاں "اُف! اہو۔ کیا یہ سچ ہے۔ اور سفیر پنجاب جیسے عالی رتبہ امیر کو تم ضامن دینے کا وعدہ کرتے ہو۔ تو بیشک میں تمہیں اختیار کامل دیتا ہوں کہ جس طرح ہوسکے مبلغ تین لاکھ روپیہ کی رقم خواجہ نور شاہ سے وصول کرکے داخل خزانہ شاہی کرو۔

جبار خاں (عظیم خاں سے مخاطب ہوکر) برادر دیکھا نہ۔ ملعون خواجہ کیسا شیطان جعت نکلا۔ وہ پرسوں آپ سے کہتا تھا۔ اس پر عظیم خاں نے اُسے کچھ اشارہ کیا۔ اور جبار خاں رخ مطلب بدل کر) ہاں۔ ہاں کہ نہ میرے اور نہ میرے رشتہ داروں اور دوستوں کے پاس سوائے گذارہ اوقات کے ایک پیسہ بھی فالتو نہیں" +

فتح سنگھ "اور ممکن ہے۔ کہ یہ بھی کہتا ہو کہ کافر ہندوؤں و پنڈتوں سے زیر جبر دیئے گئے تمام یہ رقوم وصول کی جائیں +

عظیم خاں (یہ سنکر اور چہرہ کے تیور بدل کر) نہیں نہیں وہ زیادہ تر

اپنی مفلسی اور ناداری کو ظاہر کر کے یہ رائے دیتا تھا۔ کہ پنڈت صاحبوں سے صلاح و مشورت کر کے مسر بہ رقوم کی فراہمی کی کوشش کرنی چاہیے +

پنڈت سہجرام۔ "تو حضور مجھے ابھی ارشاد شاہی رقم مذکورہ کے خواجہ سے وصول کرنے کے لیئے تحریر کر دیں۔ اور نیز ایک دستہ فوج خاصہ بھی مرحمت ہو۔ ورنہ ہاتھ سے گیا ہوا وقت پھر نہ آئیگا۔ ابھی دم بھر میں اگر خواجہ مذکور کو اس تخلیہ وراز کی خبر ہو گئی۔ تو وہ اور نہ مبلغات ہی دستیاب ہو سکینگے +

عظیم خاں۔ "کیا ایسے تخلیہ اور راز کی باتیں افشاء ہوتی ناممکن ہیں"؟

سفیر پنجاب۔ "نہاں کے مانند آں رازے کزو سازند محفلہا"۔ ابھی تو کل شام کی محفل کا حال ہی جناب کو معلوم ہو گا +

عظیم خاں وجبار خاں کے ہوش یہ فقرہ سنکر اُڑنے لگے۔ وہ دل میں کہتے تھے۔ کہ یہ شخص کیسی رمز و کنایہ کی باتوں میں اظہار مطلب کے فقرے کہہ جاتا ہے +

سفیر پنجاب نے "من پوشم و پرجوشم و خاموش منم۔ دیگے کہ بجوش آمدہ سرپوش منم"۔ کا شعر پھر اعتنائی سے پڑھا۔ اور پنڈت سہجرام کے زور دینے پر عظیم خاں نے دست خاص سے ایک ارشاد بنام پنڈت موصوف مبلغ ۲ لاکھ روپے کی رقم خواجہ نور شاہ سے وصول کرنیکے لیئے تحریر کر دیا۔ اور نیز ایک دستہ سواران خاصہ کو اس کے زیر کمان کام کرنے کے لئے حکم دیا +

اس پر سفیر پنجاب نے وہاں سے اُٹھ کر پنڈت سہجرام کے کان میں کہا۔ "تو تم جاؤ۔ اور میں جسقدر عرصہ تک کہ ممکن ہو گا۔ ان دونوں بھائیوں کے پاس سے نہ ہلونگا۔ تاکہ پیچھے سے کسی کے سمجھانے اور بہکانے سے ہماری پالیسی میں خلل نہ آئے۔ بلکہ تم میرے خاص وفادار سردار شیر سنگھ عہدہ دار کو اپنے ہمراہ لیتے آؤ۔ یہ تمہیں بہت مدد دینگے اور ایسے کام و موقع کے لیئے انکا ہونا بہت مفید ہو گا +

یہ سنکر بہرام نے کہا۔ "بہت خوب اور وہ وہاں سے رخصت ہوکر چلدیا +

باب ۱۵ پانزدہم

شاہِ ہمدان

ٹھیک نصف حصہ دن یعنے بارہ بجے کے وقت خواجہ نور شاہ آستان حضرت شاہ ہمدان میں معہ چند رفقا کے بیٹھا ہوا تھا۔ اور جوش خروش مذہبی سے کشمیری پنڈتان کو تکالیف وافر پہنچانے کی تجاویز و تدابیر ہو رہی تھیں ہماری ناول کے ناظرین جنہوں نے کہ شہر سرینگر کی سیر نہیں کی؟ مندرجہ ذیل حال سے آستانِ شاہ ہمدان کی کیفیت معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ اسلامیہ معبد مابین فتح کدل پائیں۔ اور زینہ کدل کے واقع ہے۔ اور باہر سے اسکی تمام عمارت لکڑی کی بنی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جو حضرت شاہ ہمدان کی زیارت گاہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بائیں جانب کالی کنڈ برلب دریا واقع ہے۔ جو محض ایک چھوٹا سا کنڈ بغیر کسی قسم کے چھوٹے ہونے آستان کے ہے۔ اِلّا تاہم ہندوں کی بڑی بھاری جائے پرستش ہے۔ اس کنڈ کے مذکورہ اسلامیہ زیارت کے دامن میں واقع ہونے سے متصور ہو سکتا ہے۔ کہ کسی زمانہ میں یہاں پر اس کالی کنڈ کی بھاری عمارت بصورت مندر ہوگی جو بعد ازاں اسلامیہ گورنمنٹ میں اس کے منہدم کئے جانے سے زیارت شاہ ہمدان کو جگہ دی گئی۔ ورنہ ممکن نہیں۔ کہ شاہ ہمدان کی زیارت کے قیام کے بعد ہندوان کشمیر کو اس مقام پر اس کنڈ کے قائم کرنے کی جرات وطاقت ہوتی۔ یا اہل اسلام بخوشی ان کو اس پرستش گاہ

کے بنانے کی اجازت دیتے +

شاہِ ہمدان کی عمارت بڑی وسیع الشان زیارتگاہ فی زمانہ دکھلائی دیتی ہے۔ اور ممکن ہے شاہانِ اسلام کے عہد میں اس کو بہت ہی عروج حاصل ہو۔ اور اب بھی سرینگر میں اہل اسلام کی مجالس اور مشوروں کے لیے بھی جگہ مشہور ہے۔ چنانچہ ہر روز سینکڑوں مسلمان اس متبرک مقام پر زیارت کو آکر نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور بعد فراغت یکجا بیٹھ کر کشمیر کی حالات کی خبریں گپیں یا اور کسی قسم کی افتراعی باتوں کے مشہور کرنے کیلئے تضیع اوقات سے کام لیتے ہیں۔

پس جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں خواجہ نور شاہ اہل مجالس کے ساتھ یہاں پر بیٹھا ہوا مذہبی و ملکی سازشوں میں مصروف تھا۔ کہ پنڈت سہجرام تنہا اس کے پاس آ پہنچا۔ اور بہ بہانہ تخلیہ میں اس سے بات چیت کرنے کے لیے اشارہ کر کے اپنے ہمراہ زیارت گاہ سے باہر لے آیا۔

خواجہ نور شاہ نے سوارانِ شاہی کے دستہ کو دیکھتے ہی پوچھا کہ یہ سوار کس لیئے ہیں +

پنڈت سہجرام "جس مطلب کے لیئے آپ کل شام ہمارے پیچھے روانہ گئے تھے" یہ سنتے ہی خواجہ صاحب تو حیرانی وا چنبھے سے ادہر ادہر تاکنے لگا اور شیر سنگھ عہدہ دار نے جھٹ سواران کو اشارہ کر کے خواجہ کو زیر حراست کر لیا۔ یہ دیکھ کر خواجہ نہایت حیرانی کے عالم میں تھا۔ کہ یہ کیا شگوفہ کھلتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اور اس طرح سے سواران کا اُسے گھیر ہیں لینا چہ معنے؟

پنڈت سہجرام۔ "خواجہ صاحب چلو۔ آپ کے دولت خانہ کی طرف چلیں یہاں بازار میں بات چیت کرنے سے کیا فایدہ" یہ کہتے ہی سب نے خواجہ کے گھر کا رستہ لیا۔

خواجہ نور شاہ۔ "میرے خانہ سے آپ کو کیا کام۔ چلنا ہے تو آنحضرت

کی خدمت میں شیر گڑھی کے دربار میں چلو۔

سہجرام۔ بیشک وہاں بھی آپ کو چلنا۔ لیکن اس وقت تو آپ میرے کہنے پر عمل کریں۔"

خواجہ۔ آپ کے پاس ایسی کونسی شاہی سند ہے۔ جس سے کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں +

سہجرام۔ "وہ بھی آپ کو دکھلا دی جائیگی۔ لیکن ابھی وقت نہیں آیا" +

خواجہ۔ "تو میں بغیر اس کے دیکھنے سے آپ کے کہنے کو نہ مانونگا"+

شیر سنگھ۔ "پنڈت صاحب سے مخاطب ہوکر۔ "تو آپ مجھے اپنی سند دکھلاکر اُن سے تعمیل کرانے کی اجازت دیں۔ یہ کہتے ہی اس نے تلوار جھٹ میان سے نکال کر دکھلائی۔

خواجہ "چہ خوش نوبت بایں جا رسیدہ است"۔

شیر سنگھ "بلے۔ زاسومار راگرفتہ است" یہ کہکر اس نے دو چار ہمراہیوں کی مدد سے جنہیں پیشتر سے سمجھایا ہوا تھا۔ خواجہ کی مشکیں کس لیں +

خواجہ۔ "اے کافرو یہ کیا حرکت نا ملایم ہے"+

پنڈت سہجرام۔ "تین لاکھ روپیہ کا مطالبہ"۔

شیر سنگھ۔ "اور شاہی فرمان کی تعمیل ہو رہی ہے۔

خواجہ نور شاہ تین لاکھ روپیہ کا نام سنتے ہی حواس باختہ ہو گیا۔ وہ عجیب حیرانی کے عالم میں تھا۔ کہ یہ کیا کارروائیاں ہو رہی ہیں اور اس سے ایسے سلوک کئے جانے اور پنڈت کے یوں غالب آنے کی علت غائی کیا ہے وہ نہایت پریشان خاطر ہو کر سوچ رہا تھا کہ کل شام وہ ان کی ذات اور خانمان پر کس طرح قابو پائے ہوئے تھا۔ بلکہ ان کی فنا فی النار کرنے کے سامان بڑی سرگرمی سے کر چکا تھا۔ اور اب کس طرح سے اُن کے قابو میں آگیا ہے +

پنڈت بھجرام نے اس کی حالت اضطراب کو تاڑ کر یہ مصرع پڑھا۔

شب درمیان بتر س از بلا

شیر سنگھ۔ نہیں جناب اس سے بڑھکر کہئے +

"بیک لحظہ بیک ساعت بیکدم۔ دگرگوں میشود احوال عالم"

یہ باتیں ہوتے ہوئے وہ جھٹ خواجہ نور شاہ کے مکان کے پاس آ گئے۔ اور نصف دستہ سواران نے جنکو پیشتر سے سمجھایا ہوا تھا۔ زیر کمان شیر سنگھ خواجہ کے مکان کے اردگرد باہر پہرے جماکر دخل پا لیا۔ جس پر کہ خواجہ لاچار ہوکر پنڈت سے یوں مخاطب ہوا۔ "آخر تم مجھے سمجھاؤ تو سہی۔ کہ تمہارے اس طرح سے مجھے گرفتار کر کے زیر حراست کرنے اور پھر بجائے بندی خانہ یا شاہ وقت کے سامنے مجھے لے جانے کے میرے گھر میں لانے اور میرے خان ومان اور عیال واطفال پر قبضہ کرنے کی کارروائی سے کیا مطلب ہے"۔

پنڈت بھجرام۔ "بہتر ہے کہ آپ اپنے دیوان خانہ میں تشریف لے چلیں وہاں بیٹھ کر سب کچھ آپ کو سمجھا دونگا"

خواجہ بحالت مجبوری وناچاری دیوانخانہ کا دروازہ کھلوا کر داخل ہوا اور پنڈت بھجرام وشیر سنگھ نے تخلیہ میں بیٹھ کر یوں تقریر شروع کی۔ خواجہ صاحب یہ فرمان شاہی ہمیں آپ سے مبلغ تین لاکھ روپیہ اسی وقت وصول کر کے خزانہ شاہی میں پہنچانے کے لئے ملا ہے۔ پس یا تو آپ اپنی رضا ومرضی سے کسی معتبر خاص کو بلوا کر حکم دیویں۔ کہ وہ تین لاکھ روپیہ اندر سے یا کسی اور جگہ سے لاکر ہمارے حوالہ کر دیوے۔ ورنہ ہمیں اجازت دیویں۔ کہ جس طرح سے ہم چاہیں۔ اُسے وصول کرنے کی تدابیر عمل میں لائیں۔

خواجہ نور شاہ بڑے تحمل سے "پنڈت صاحب! یہ عجب اشرافت اور حیلہ سازی کی آپ باتیں کر رہے ہیں۔ اولاً یہ فرمان شاہی مجھے جعلی

معلوم ہوتا ہے۔ اور بالفرض اگر تم نے کسی فریب دغا سے اسے حاصل بھی کر لیا ہو۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ میرے پاس تین لاکھ روپیہ کی رقم کثیر موجود ہے جو میں آپ کے حوالہ کر دوں۔ اور جس کے حوالہ نہ کر سکنے سے آپ اس کی وصولی کی تدبیر ہی کیا کر سکتے ہیں"

پنڈت "چہ خوش" آپ تو خواجہ صاحب بہت عاقل اور دانا ے زمانہ مشہور تھے۔ بھلا اگر یہ فرمان شاہی جعلی ہے۔ تو کیا یہ سواران خاصہ بھی میرے گھر سے بناوٹی بن کر آئے ہیں۔ باقی تین لاکھ وصولی کی تدبیر کی نسبت آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ کہ جب بادشاہ سے مبلغات مطلوبہ سے لا دینے کا وعدہ کر کے آئے ہیں۔ تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی آئے ہیں۔

شیر سنگھ۔ قطع کلام کر کے اور بڑے زور سے چلا کر بولا "پنڈت صاحب روپے وصول کرنے کا کام میرا ہے۔ اور میں ابھی!! یہ کہتے ہی اس نے جھٹ تلوار کو میان سے نکال کر خواجہ کے سر کے گرد ایک خاص انداز سے گردش دی اور دیوان خانہ کے باہر خواجہ کے گھر کے لوگ جو دریچوں سوراخوں اور آئینوں میں سے نظریں لگائے جہانک رہے تھے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ یوں گردش تلوار کو دیکھ کر سب کے سب یکبارگی چلا اُٹھے" اوہ اوہ ہائے۔ ہائے خواجہ صاحب مارے گئے۔ خواجہ صاحب قتل کئے گئے۔ رو پیہ رو پیہ کی کچھ باتیں ہوتی تھیں" بس اتنے میں تمام زنان خانہ میں کہرام مچ گیا۔ گریہ وزاری کی آوازیں نکلنی شروع ہوئیں مستورات نے چلا چلا کر رونا پیٹنا شروع کیا اور عجز وانکساری سے جان بخشنے کے حیلے کرنے لگیں۔ ادہر شیر سنگھ نے جھٹ دیوان خانہ سے باہر آ کر ایک خواجہ سرا کو مستورات میں بھیجکر کہا۔ کہ اگر آناً فاناً میں تین لاکھ روپے کی رقم فراہم کر کے دیوانخانہ میں اس کے پاس نہ بھیج دیئے جائینگے۔ تو وہ فرمان شاہی کی تعمیل میں ابھی تمام محلسرا میں لوٹ مچا دیگا اور

آتش زنی کر کے خانمان کو جلا اور برباد کرے جسطرح سے ہو سکیگا۔ مبلغات مطلوبہ کو وصول کر لیگا۔ خواجہ کے حرم میں اگرچہ مستورات پردہ میں تھیں لیکن ایسی نازک حالت میں وہ مکان کی کھڑکیوں دریچوں اور دیوار کے سوراخوں سے تتر بتر جھانکتے ہوئے شیر سنگھ کی بھیانک اور خوفناک شکل کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ کس طرح سے ہاتھ میں برہنہ شمشیر پکڑے اور خونی چہرہ و آنکھوں سے آگ برساتے ہوئے مطالبہ زر کر رہا ہے۔ اور دم زدن میں سب کو خاک کرنے کیلئے آمادہ ہے بیچارہ خواجہ قید میں مبتلا شدہ تو کہیں نظر نہ آتا تھا۔ ایسی مشکل اور جنجال کے وقت میں اُس کے دوست اور مددگار بھی اپنی اپنی جان بچاتے ہوئے الگ ہو چکے تھے اور جو کسی کے ہاتھ لگا تھا وہ لیکر چلا تھا۔ لیکن سواران شاہی کے مکان کو یک بیک بے خبر گھیر لینے سے تمام زر و مال۔ مکان کے اندر موجود تھا۔

پس جب خواجہ کے رشتہ داران اور عیالان نے دیکھا۔ کہ خواجہ سے تو کوئی پیغام اُنہیں پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر خود بخود روپیہ باہر نہ بھیج دیں گے تو شیر سنگھ اور اس کے ہمراہی بلاشک مکان کے اندر جبراً داخل ہو کر ناموس کے علاوہ نقد روپے کے سب زر و مال لوٹ لیجائینگے۔ آخر کار انہوں نے اپنی جان و ننگ ناموس بچانے کے لئے تمام مبلغات کی تھیلیاں اور بیٹیاں جو خواجہ صاحب نے عمر بھر کی کمائی سے غریبوں کو لوٹ لوٹ کر جمع کی ہوئی تھی۔ باہر بھیجنی شروع کیں۔ اور شیر سنگھ نے مبلغات کو یوں برآمد ہوتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ بیشک اب اہل خانہ کی عزت و ناموس کا میں ذمہ وار ہوں۔ بشرطیکہ تین لاکھ روپے کی رقم کا یہاں ڈھیر لگا دیا جائے۔ اس سے نہ کوڑی کم اور نہ کوڑی زیادہ لینے کا مجاز ہونگا۔ لیکن اندر سے بلا گنے گنائے جلد جلد روپیہ آکر شیر سنگھ کی موجودگی میں ایک جا جمع ہوا جاتا تھا۔ جو خواجہ صاحب نے عرصوں تک عہدہ قاضی صدر الصدور وغیرہ پر حکومت کرتے ہوئے غریب رعایا کشمیر سے رشوت وغیرہ

میں وصول کر کے جمع کر رکھا تھا اور جس کے حال سے پنڈت لوگ خوب واقف تھے۔ اور دیوان سہجرام کے معتبر روپے کو گن گن کر تھیلیوں میں ڈال کر بند کرتے جاتے تھے۔ آخر شش کوئی دو تین گھنٹہ کے اندر تین لاکھ روپے کی رقم مطلوبہ جمع ہو گئی اور پنڈت سہجرام و شبیر سنگھ معہ سواران شاہی کے روپیوں کی تھیلیاں اپنے ہمراہ اُٹھوا کر شیر گڑھی کو لے آئے۔

باب شانزدہم

دربار پنجاب

شاشاہ میں اندر بسر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر کا صوبہ پنجاب میں عہد معدلت مہد بڑی رونق و ترقی کا زمانہ تھا۔ اُس کے عروج و اقبال کا ستارہ مثل نیئر اعظم کے عالم افروز تھا۔ دنیا کی تمام مشہور و معروف اقوام میں خالصہ قوم کی شجاعت اور بہادری کی دھاک بیٹھ رہی تھی۔ بلکہ اگر صفحہ ہائے تاریخ جہاں میں اس زمانہ کے تاریخی حالات کو نظر غور سے دیکھا جائے۔ تو اس وقت شجاعت و بہادری کی شمشیر صرف دو نامی شجاعان جہان کے ہی قبضہ میں تھی۔ یعنی ایک طرف سلاطین یورپ میں نامی گرامی نپولین بونا بارٹ اپنی بہادری اور لیاقت خداداد کے کرتب دکھا رہا تھا۔ ادھر ہندوستان کی شمال مغربی حد سے محمود غزنوی۔ تیمور۔ چنگیز خاں۔ بابر سے لے کر نادر محمد شاہ ابدالی جیسے فاتحان جہان کے ناموں سے میثار ہا تھا۔ اور ان مشہور و معروف سرحدات کا دروازہ جہاں سے مذکورہ فاتحان ہندوستان داخل ہو کر اور اہل ہند کو تہ تیغ کر کے اس سرزمین کا نقشہ اوراق صفحہ میں بدل چکے تھے

اس سنگھ سور بیر مہاراجہ کے قبضہ میں آیا تہا کہ جسکا ثانی اُس وقت ہمسایہ سلطنتوں میں کہیں دکھائی نہ دیتا تہا۔ اور مقدر نے شمالی دروں کے مقفل و بند رکھنے کے بھاری کام کے لئے اس سنگھ مہاراجہ کو ہی نامزد و مامور کیا تہا۔ چنانچہ جسکا نتیجہ صاف عیاں ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب بلند اقبال کی حکومت سے لیکر آج تک کوئی ملک گیر سرزمین افغانستان یا وسط ایشیا سے آکر اور اُسی قدیمی راستے سے گذر کر اہل پنجاب و ہندوستان پر حملہ آور نہیں ہوا۔

پس اس زمانہ میں نیپولین بوناپارٹ یورپ کے بالمقابل مہاراجۂ پنجاب کے کارنامے نہ صرف اہل ہند بلکہ اقوام ایشیا میں بڑے شوق و عزت اور ہیبت کی نگاہ سے دیکھے جا رہے تھے۔ اور خود مختاریئے سلطنت اور آزادیئے حکومت کے اس تخت پر وہ مسند آرا ہو رہا تہا۔ کہ جس کی زیبائی و خوبی اُسی کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ ختم ہوگئی۔

شیر پنجاب اس خوش اقبالی کے زمانہ میں بڑے آرام و تمکنت سے ایک شام کو لاہور کے شاہی قلعہ سمن برج کے عظیم الشان تخت گاہ سے بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا ملک گیری کے ذکر و اذکار اپنے وزراء و امراء سے کر رہا تہا مختلف ممالک فتح شدہ اور نیز جنگی معارکہ و محاصرے ہو رہے تھے کے تذکرات اور رپوٹیں سفیران دربار پیش خدمت کر رہے تھے کہ اثنائے معروضات میں دیوان رام دیال نے جو معاملات کوہستان کشمیر کے وزیر خارجیہ یعنی فارن منسٹر تھے بڑے ادب سے بحضور مہاراجہ صاحب بہادر خطاب کر کے گذارش کی۔ کہ سرکار حضور مہاراجہ صاحب بہادر کا اوج اقبال بلند ہو۔ آنحضور کی ذات ستودہ صفات کا سایہ ہما پایہ جس ملک و قوم پر پڑے وہ تسخیر و زیر نگین ہو میں بایجاز سرکار والا صرف اسقدر عرض کیا چاہتا ہوں۔ کہ اب غلامان حضور کو توسیع مملکت اور فتوحات ممالک غیر کے لئے اگر کسیطرف لشکر کشی کی ضرورت ہے تو وہ

بجانب شمال مغرب ہے، مانا کہ وحوش افغانستان اور موش روباہ صفت زیریوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ ہوتے رہنے سے خالصہ لشکر نے ان کے ممالک کو اپنی زور آزمائی اور مشق جنگ کی غرض سے کمپ آف ایکسرسائز کے میدان اور دشمن اقوام قرار دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن اب سرکار والا کا فتح شدہ صوبہ کشمیر بھی رخ متابعت پھیرنے کے آثار و اطوار دکھلانے لگا ہے۔ اور سفیر دربار پنجاب متعینہ کشمیر سے جو خبریں پہنچ رہی ہیں۔ وہ پھر خالصہ فوج ظفر موج کے پھریرہ کو ان بلند کوہستانوں کی چوٹیوں پر نیلگونہ آسمانوں میں اڑنے کے آثار دکھلاتی ہیں۔

مہاراجہ صاحب بہادر نے صوبہ کشمیر کا نام سنتے ہی نظر اٹھا کر ایک طرف دیکھا۔ اور پھر تلوار کی نوک زمین میں ذرا زور سے ٹیک کر کہا اور اس آٹھ لاکھ کی ہنڈوی کا روپیہ فتح خاں نے دیوان محکم چند کو دی تھی اب تک وصول ہو چکا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق تمام کاغذات کل دربار میں پیش ہوں۔" اس حکم کے بعد وہ مسند شاہی سے اٹھ کر محلسرا کو تشریف لے گئے اور مجلس وزرا و امرا برخاست ہوئی۔

دربار خالصہ دوسرے دن ٹھیک آٹھ بجے صبح کے دربار شاہی قلعہ میں منعقد ہوا۔ اس عالیشان دربار خالصہ کی عظمت اور جاہ و جلال کی کیفیت کو ایک غریب کشمیری پنڈت ایک گوشہ میں کھڑا ہوا بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا (یہ غریب کشمیری پنڈت کون ہے۔ ناظرین کو آئندہ حالات سے خود ہی معلوم ہو جائیگا) قلعہ سمن کے ایک وسیع الشان کمرہ (یعنی ہال) میں جو تمام سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا دربار خالصہ منعقد ہو رہا تھا۔ یہ دربار کا شاہی ایوان بجانب جنوب و مشرق واقع تھا جسکے بڑے بھاری ستون اور محرابوں پر بیش قیمت پشمینہ اور زربفت و کمخواب وغیرہ کے خوبصورت پردے لٹک رہے تھے اس ایوان کے سامنے ایک میدان تھا۔ جس میں

شاہی فیلاں بڑے زرق برق کے جھول وسنہری ہودجوں سے سجے ہوئے سبک صبا و رفتار اسپان جو عمدگی نسل کے لحاظ سے ثانی نہ رکھتے تھے سنہری پاکھروں و زیوروزینوں سے ملبس ہو کر کھڑے تھے ایک طرف فوج خالصہ کے چیدہ چیدہ سواراں و پیادہ اور نامہ پیام لیجانے کے لیے شتر وسانڈنی سوار لپنے اپنے عہدہ داران وافسران کی سرکردگی میں بڑی خوشنما اور بیش قیمت وردیاں وپوشاکیں پہنے ہوئے اس سج دھج سے استادہ تھے۔ کہ شان واقبال ایزدی وہاں پر برستا ہوا نظر آرہا تھا بالخصوص مہاراجہ صاحب بہادر کی فوج اڑدل کے لباس ہیں تو طلائی گنٹھوں وکڑوں کی ایزادی اور خوشنما نگین پوشاکیں طلاء وغیرہ سے مزین ہونے سے والئے مملکت کی شان وعظمت کا نمونہ دکھلا رہی تھیں۔

دوسری جانب اکال رجمنٹ استادہ تھی۔ جس میں اکالی سپاہی نیلا رنگ کا لباس پہنے اور معمولی جنگی ہتھیاروں اُوردی کے علاوہ سروں پر چکر وکارد وغیرہ کے نشان رکھنے سے ناظرین کو فی الحقیقت پُرکھ کے جمدوت دکھائی دیتے تھے۔ اب ان شاہانہ سازوسامان سے نظر پھیر کر اگر ایک اور جانب نگاہ ڈالیں تو اہالیان درباری اُڑدل کے سوار وپیادے اور ان کی سواری کے فیلان واسپان وخاصہ پالکی برداران اپنی اپنی جائے مقررہ پر چپ چاپ الا بڑے رعب وداب کی وضع وصورت میں کھڑے دکھلائی دیتے تھے۔ الغرض ہر ایک عالیجاہ درباری کا ساز وسامان ایک راجہ اور رئیس ملک کی حیثیت سے کم نظر نہ آتا تھا +

پس اب بیرونی سپاہ اڑدل (گارڈ آف اُنر) کی سج دھج سے نظر پھیر کر دربار خالصہ کے انعقاد کی خوبی اور مسرت بخش نظارہ کو غور سے دیکھنے کیلئے غریب الوطن کشمیری پنڈت نے جو رخ تعجب کو پھیر کر دیکھا۔ تو اُسے اور ہی کیفیت پر بہار نظر آنے لگی۔ یعنے اس دربار شاہانہ میں تمام اہالیان

دربار فرش نشیں تھے۔ الا یہ فرش بیش قیمت کشمیری قالینوں اور گراں بہا
زردوزی مسندوں سے ایسا آراستہ و پیراستہ تھا۔ کہ محفل شاہجہانی
اور فرش کاؤیانی کے لوازمات اُس کے آگے ہیچ معلوم ہوتے تھے۔
سرکار پُرنور مہاراجہ صاحب بہادر کی جائے نشست ایک بلند تخت شاہی تھا
جو اپنی وضع و خوبی میں تخت طاؤس سے سبقت لے گیا ہوا تھا۔ اس مسند
شاہی کے جانب چپ و راست صرف تین کرسیاں مرصع کار رکھی تھیں۔ جنکے
پاس چند بڑے بیش بہا زردوزی کار مخملی اور کمخواب وغیرہ کے گدیلے فرش
پر دھرے تھے جو وزراؤں شیران خاص الخاص کی جائے نشست کے لئے
تھے۔ باقی اہالیان دربار فرش قالینوں پر نشست پذیر تھے اس وقت
مہاراجہ صاحب بہادر کے دربار میں تشریف فرما ہونے سے پیشتر حاضرین
دربار میں ایک طرف مہاراجہ صاحب کی فتوحات ملتان کا ذکر ہو رہا تھا۔
کہ کس طرح مظفر خاں جیسے فرمانروا ملتان کو فوج خالصہ نے شکست دیکر
تہ تیغ کیا۔ اور قلعہ ملتان جیسے سخت خونریز اور محاصرہ کے مقام کا قلع قمع
کر ڈالا۔ دوسری طرف فتوحات علاقہ جات ستلج اور عالیشان عہدہ داران
سرکار انگریزی سے عہدہ نامہ ہونے کے حالات بیان ہو رہے تھے۔ کہ
کس طرح سر چارلس مٹکاف جیسے بیدار مغز سفیر کمپنی کو مہاراجہ صاحب نے طرح دیکر
ٹال مٹول میں رکھا۔ اور بعض علاقہ جات راجگان ستلج و سرحد سرکار انگریزی
پر دانت مارتے ہوئے قبضہ کر لیا۔ پھر کوئی ہندوستانی امیر ہولکر کو محض مہاراج
صاحب رنجیت سنگھ کی دستگیری سے اس کا وسیع الشان ملک واپس
ملنے کا حال سناتا تھا۔ کہ جس ہولکر نے دہلی اور علاقہ جات انگریزی پر لوٹ مار
کرتے ہوئے مہاراجہ سے طلب مدد کی۔ اور محض مہاراجہ کی کمک مدد کے لحاظ
سے پھر عہدہ داران کمپنی نے اپنے ارادے اور پالیسی کا رخ بدلکر اس
سے عہدنامہ کر کے اس کا اصل ملک واپس دیا۔ دوسری جانب

سرحداتِ پشاور کی فتوحات کے اذکار ہو رہے تھے۔ کہ اسی اثنا میں فتح! فتح! مہاراجہ صاحب فتح!! خالصہ جی کی فتح۔ سری واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح!! فتح کی آوازیں دربار کے باہر سے آنی شروع ہوئیں۔ اور ہِز ہائینس شیر پنجاب بسواری خاصہ دروازہ ایوان دربار پر تشریف فرما ہوئے۔ اور پہر خاصہ سے اتر کر جب داخل دربار ہوئے تو چند معزز وزراء و امرا ہمرکاب آنحضور تھے۔ (جن کے ساتھ جنگی عہدہ داران و دو چار یورپین صاحبان بھی تھے۔) ابھی ہی پنڈت کیا دیکھتا ہے کہ آناً فاناً میں دربار کی وضع عجب اور ہی صورت میں مبدل ہو گئی ہے اس کی عظمت و خوبی بڑی عظیم الشان بارگاہ سلطانی کا رنگ دکھلا رہی ہے جنکی شجاعان و ملکی عہدہ داران اس سج دہج سے نشست پذیر ہیں۔ کہ سچ مچ اندرپوری کا نقشہ بندھ رہا ہے جہاں پر کہ عدل و انصاف اور دادگستری کے لیئے یہ سب شاہانہ خداداد سامان جمع ہو رہے ہیں +

مہاراجہ پنجاب فی الحقیقت دہرم اوتار ہو کر اندر کے سنگھاسن پر تکیہ آرا تھے۔ جنکی دستار مبارک کے ہر دو جانب ہیروں و موتیوں کی لڑیاں مثل تاروں کے جھلک رہی تھیں۔ اور اُن پر الماس کلان کوہ نور مثل آفتاب کے شعاعیں ڈالتا ہوا ناظرین کی نظروں کو مندھا رہا تھا۔

مہاراجہ صاحب اس وقت سفید پوشاک و شاہانہ لباس میں ملبوس تھے اور ان کے رخ پر نور سے سفید لمبے داڑھے کا سینہ پر پھیلنا نور الٰہی کا ظہور تھا۔ ان کی شکل و شباہت فی الحقیقت اس دہرم اوتار مہاراجہ کی سی دکھائی دیتی تھی۔ جس میں سخاوت رحم و انصاف اور کرم و مروت کے حمیدہ اوصاف مجتمع ہوں۔ مہاراجہ صاحب کے اردگرد کرسیوں پر صرف تین عالیجاہ شہزادگان نشست پذیر تھے۔ یعنے مہاراجہ کھڑک سنگھ صاحب بہادر فرزند دلبند ہِز ہائینس شیر پنجاب۔ اور شہزادہ بلند اقبال کنور نونہال سنگھ جی مہاراجہ

صاحب کے پوتے اور راجہ ہیرا سنگھ جی (فرزند دلبند راجہ دہیان سنگھ جی)
جنکو کہ مہاراجہ صاحب بچڑیاں کے نام سے پکار کر اپنے فرزندوں میں ممتاز
فرما چکے تھے +

کرسئے سرکار والا کے عقب میں راجہ دہیان سنگھ وزیر باتدبیر ایک
ہاتھ میں شمشیر اور دوسرے میں مورچھل لئے استادہ تھے۔ اور اُن کے
اس وضع و ہیت میں کہڑے ہونے سے دور اندیش و فہیم ناظرین خیال
کرسکتے ہیں۔ کہ وہ اپنے آقاء نامدار کی خدمت کس دلی ذوق شوق اور
اخلاص محبت سے کرنے کے لیئے تیار تھے۔ مسند شاہی کے سامنے سرداران
سندھانوالیہ (رشتیداران مہاراجہ صاحب) جمعدار خوشحال سنگھ سردار
لہنا سنگھ مجیٹھیہ۔ فقیر عزیز الدین منسٹر امورات خارجیہ دیوان کرپا رام
و موتی رام (کنجاولے) اور سرداران اٹاری والا نشست رکھتے تھے۔ اور جابجا
چپ درات دیگر نامی گرامی سرداران عالی قدر و بلند مرتبت علاقہ جات
گجرانوالہ۔ گجرات۔ جہلم۔ راولپنڈی وغیرہ بڑی خوش نما اور بیش بہا
پوشاکیں پہنے ہوئے شامل دربار تھے۔ جن کی تعداد اس وقت قریبًا
پانصد کے ہوگی۔ راجہ دینانا تھ اور فقیر عزیز الدین نے مراسلات و کاغذات
متعلقہ معاملات و کاروبار شاہی پیش خدمت آنحضور کرنے کے لیئے اپنے
سامنے رکھے تھے +

جنگی عہدہ داران کی ایک خاص صف تھی۔ جن میں سے سب سے
اول سردار ہری سنگھ صاحب نلوہ نہنگ پھولا سنگھ سردار عطر سنگھ
سندھانوالیہ اور میاں الہی بخش افسر توپ خانہ نشست پذیر تھے۔
یورو پین عہدہ داران مثلاً جنرل ونٹورہ۔ جنرل ایلارڈ۔ جنرل اویٹابلے
وغیرہ وغیرہ جنگی وردیاں پہنے اور جرار سپاہیانہ وضع میں مسلح ہوکر اپنی
اپنی جائے نشست پر جو مہاراجہ صاحب بہادر کے تخت گاہ کے عقب

بیما کفی - بجائے فرش پر بیٹھنے کے استادہ تھے۔ اور ہاتھوں میں برہنہ
آبدار شمشیریں پکڑے ہوئے مثل ایڈی کیمپ کے حاضر خدمت تھے
اس شاہانہ دربار کے نامی گرامی سرداران وعہدہ داران کو اسمور قلمبند کرنے
کے لئے تو ایک دفتر چاہیئے۔ لیکن ہندوستان کے مختلف مقامات اور
سرحدی علاقہ جات وکوہستانی اضلاع وغیرہ کے تمام اقوام کے چیدہ چیدہ
رؤسا امرا اور مقتدر سرداران وسرکردگان حاضر دربار تھے۔ جن کی مختلف
اقسام کی پوشاکیں لباس اور اوضاع واطوار دیکھنے سے ایک اجنبی
کو یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ دربار نہ صرف مہاراجہ صاحب پنجاب کی راجدھانی
کا دربار ہے۔ بلکہ تمام اقوام ہندوستان کے عالی جاہ امرا وشرفا اور نامی
گرامی ذوالاقتدار روساکا وہ مجمع وجلسہ ہے جو کسی دوسرے مقام یا دارالسلطنت
میں ایسی شاہانہ طرز وحشم میں بمشکل انعقاد ہوتا ہوگا۔

پس اولاً مہاراجہ صاحب بہادر کے قدموں کے متصل فقیر عزیزالدین
نے استادہ ہوکر کاغذات شاہی پیش کرنے شروع کئے ہر ایک مراسلہ
وڈسپیچ کا مضمون سنکر مہاراجہ صاحب بہادر بلااصلاح ومشورت کسی وزیر
یا درباری کے خود اپنی زبان درافشان سے احکام تحریر کرواتے تھے جس
کے قلمبند ہونے کے بعد دوسرے معاملات باری باری پیش ہوکر
انفصال ہوتے جاتے تھے +

پس اس وقت جو کاغذات متعلقہ قلمرو کشمیر پیش ہوئے۔ تو مہاراجہ
صاحب کو گذشتہ شام کی بات یاد آگئی اور انہوں نے کسیقدر سوچ کر
استفسار کیا۔ کہ اس آٹھ لاکھ روپے کی ہنڈی کے جو دیوان مکھم چند
نے منجانب فتح خاں داخل خزانہ کی تھی مبلغات وصول ہوچکے ہیں
یا نہیں؟ اس کے جواب میں پنڈت دینا ناتھ افسر اعلیٰ دفتر دیوانی
واکونٹنٹ جنرل نے پایہ تخت کے متصل جھک کر عرض کیا۔ کہ ہمیں

صرف مبلغ تین لاکھ اب تک وصول ہوئے ہیں۔ یہ سنکر مہاراجہ صاحب پھر کچھ سوچ میں مبتلا ہوگئے۔

باب ہفتدہم

بیربر کی فریاد

پنڈت دینا ناتھ نے مہاراجہ صاحب بہادر کو یوں حالت غور میں دیکھ کر بڑے مؤدبانہ طریق سے کچھ عرض کرنے کے لئے اجازت مانگی۔ جبیر مہاراجہ صاحب نے اشارہ چشم سے اُسے ایما فرمایا۔ کہ ہاں کہو۔ کیا مطلب ہے۔

پنڈت دینا ناتھ۔ بحسب الحکم و اجازت آن سرکار فیض مدار غلام خانہ زاد یہ عرض کرنیکی جرأت کرتا ہے۔ کہ اب پھر عظیم خاں حاکم کشمیر جو محض حضور کے غلاماں میں سے قلمرو کشمیر پر زیر فرمان سرکار دولتمدار بحیثیت باج گذار۔ سلطنت و جاگیر دار کے تعینات کیا گیا تھا۔ بشرارت و صلاحیت اپنے چھوٹے بھائی جبار خاں کے سر تابعت پھیرنے کے آثار دکھلائے چنانچہ وہ غریب الوطن کشمیری پنڈت (بیربر کی طرف اشارہ کرکے جو ایک گوشہ میں چپ چاپ سکین الآشریفانہ وضع و صورت میں استادہ تھا۔ منجانب رعایا کشمیر سرکار کے دربار تا ابد پائیدار میں فریاد و عرض کرنے کے لئے آیا ہے۔ کہ فی زمانہ مسلمان فرمانروایان کشمیر کے دست تظلم سے تمام باشندگان کشمیر چہ ہندو چہ مسلمان سخت تنگ و لاچار ہورہے ہیں۔ پس دلاتو عظیم خاں حسب وعدہ ہندوی

کے پانچ لاکھ روپے تاہنوز ادا نہ کر سکنے کے لئے قصوروار ہے۔ اور اس سے بڑھکر رعایا کشمیر جو اس کے ظلم وستم سے تنگ و خراب خستہ احوال ہو کر فریادی ہے اس کے لیئے وہ جوابدہ سرکار ہے۔

مہاراجہ صاحب نے یہ حال سنکر دینانا تھ سے پوچھا کہ وہ کشمیری پنڈت کس حیثیت کا شخص ہے۔

دینانا تھ۔ حضور یہ کشمیری پنڈت بڑا خاندانی بلکہ ان چیدہ و برگزیدہ رؤسائے کشمیر میں سے ایک عالی رتبہ امیر ہے۔ کہ جس کا ثانی کشمیر میں اور کوئی ہندو نہ ہوگا۔ اور غالباً سرکار نے دیوان سہجرام پنڈت کا نام جو قلمرو کشمیر میں ایک بھاری رکن ہے۔ سنا ہوگا۔ بس وہ اعلےٰ رتبہ پنڈت اسکا چچازاد بھائی ہے۔ لیکن بلحاظ برادری اور امارت کے یہ شخص سب میں ممتاز ہے۔ چنانچہ ان کی خاندانی روایت مشہور ہے۔ کہ پنڈت ویدہ رام مشہور ہے سے جو بڑا صاحب اقتدار تھا۔ لباس* بہار کے لیئے (جو موجب رسم صوبہ کشمیر رعیتوں سے لیا کرتا تھا۔) عبداللہ خاں حاکم نے دس ہزار روپیہ طلب کیئے۔ تو اس کی اہلیہ نے جو اپنی خاندانی عزت و امارت کو قایم رکھنا چاہتی تھی اس خیال سے کہ تھوڑی رقم طلب کئے جانے سے اہل برادری ان کی حیثیت کم سمجھینگے بجاے دس ہزار کے روپیہ ادا کیئے۔ اور خود مصائب خانگی میں مبتلا ہو کر سرگباشس ہو گئی۔ لیکن اپنے سخن کا بول بالا رکھا۔ پس یہ شخص ہی عالی خاندان میں سے ہے اور خود اپنے ہاتھوں سے کاروبار وزارت کشمیر کو سرانجام دیتا رہا ہے۔ الآخر خونخوار جفاکیش اسلامی حکام کی جن سختیوں سے وہ مغلوب ہو کر سرکار عالی وقار کی بارگاہ سلطانی میں بحیثیت فریادی کے حاضر ہوا ہے اسکا حال اگر اس کی زبان سے

*نوٹ دیکھو تواریخ گلدستہ کشمیر صفحہ ۲۶۲ لباس بہار سے مراد رسم دستاربندی کے ہے جو کسی عالیجاہ شخص کی مرگ پر حاکم وقت سے دستار یا خلعت وغیرہ اس کے جانشین کو عطا ہوا کرتا ہے

زبان سے سری حضور استماع فرمانا مناسب سمجھیں تو بعید از الطاف خسروانہ نہ ہو گا +

یہ سنکر مہاراجہ صاحب نے بیر بر کو پایہ تخت کے پاس حاضر ہو کر گذارش حال کرنے کے لئے ایما کیا۔

بیر بر پایہ تخت کے نزدیک پہنچکر سربسجود ہوا واب کورنشات بجالایا اور پھر تباہ حالی، ور سراسیمہ بختی سے اپنے دربار پنجاب میں حاضر ہونے کے اغراض یوں بیان کرنے شروع کئے +

سری سرکار والا کی ذات ستودہ صفات اور خدمت اقدس میں بصد عجز و نیاز یہ غلام مختصراً گذارش حال کرنے کی جرات کرتا ہے۔ کہ جو جو ظلم و ستم اور جور جفائی زمانہ خطہ کشمیر میں بالخصوص ہندوؤں پر عاید حال ہو رہے ہیں۔ وہ اورنگ زیب کے مظالم کی نظیروں سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ یعنی اس زمانہ میں تو عالمگیر بحیثیت خود مختار والئے ملک ہونیکے جو چاہتا تھا۔ کر گذرتا تھا۔ کیونکہ اس کے بالمقابل اس کی بد حرکت کو روکنے یا اس کے ظلموں کو دفع کرنے کے لیے ہندوستان میں کوئی اور طاقت وسلطنت نہ تھی۔ الا اُس بد حالی اور سختی و مصائب کے زمانہ میں بھی اس خالصہ پنتھ کے بانی مبانی گورو صاحب دسویں بادشاہ سری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج دہرم اوتار نے شمشیر خالصہ کو چمکا کر اور گودیائی کا جامہ پہن کر تابہ اورنگزیبی حکومت اور اسلامی سلطنت کی نہ صرف کشمیر بلکہ ہندوستان سے بیخ کنی کی جس سے کہ مساکین و غریب ہندوؤں کو کچھ مدت کے لئے ان کوہستانی علاقوں میں امن و امان سے رہنا نصیب ہوا۔ لیکن اس زمانہ میں جب کہ سرکار گردوں وقار کے اقبال کا آفتاب ست دہرم کی شعاعیں اہل جہان پر ڈالتا ہوا مظلوم اقوام کے تیرہ و تاریک دلوں کو منور کر رہا ہے اور کوہستانی اشنگلات کے سفاک حکام میں مغلان جابر دستم سے قریب اگرچہ

ہو گئے تھے اپنے نور کی حرارت سے تر و تازگی پہنچاتا ہوا دوبارہ زندگی بخش تاثیر
پیدا کر رہا ہے اور اسی سنت دھرم کے آفتاب عالمتاب کے زیر سایہ صوبہ
کشمیر باجگذار ہو کر ہم لوگوں پر دست تظلم دراز کرے تو ہمارے لئے سوائے
سرکار والا سے طالب مدد ہونے اور فریاد کرنے کے اور کونسی جائے پناہ
ہو سکتی ہے۔"

عرصہ دو سال کا گذرا ہے۔ کہ جب دیوان رام دیال جی صوبہ خالصہ
لشکر کے فتوحات کشمیر کر کے مراجعت فرمائے پنجاب ہوئے۔ تو عظیم خان
نے بالعوض ان رنج و تکلیفوں کے جو خالصہ لشکر کے ہاتھوں سے اُسکے
پہنچیں تھیں۔ تنگ دق ہو کر غریب ہندوں کی خونریزی کرنے کے لئے
کمر باندھی پس اولاً ان سے جزیہ وصول کرنے میں روز افزونی کرتے ہوئے
بانواع عذاب عقوبت ان کو مارنا شروع کیا۔ اور طرح بطرح کے جھوٹے
اتہام والزام لگا کر اُن کی غارت گری کے اسباب مہیا کئے چنانچہ پنڈت ہرداس
ٹکو کو جو فقرا و مساکین اور یاتریان امرناتھ سوامی کو دو لاکھ روپے خرچ اخراجات
کے لئے سال بسال دیتا تھا۔ تیغ جفا سے قتل کرایا اور صدہا پنڈتوں کو بہتمت
تبرہ وغیرہ جان سے مروا ڈالا۔ آخرش ایسے سخت مظالم سے اسکا حوصلہ یہاں
تک ترقی پذیر ہوا۔ تو اس نے نامی گرامی ہندو و شرفاء پنڈتان کو طلب کر کے
بہانہ قرض لینے کے روپے مانگے۔ اور جس نے ناداری ظاہر کرتے ہوئے
عذر معذرت کی تو اسکا گھر بار ضبط اور عیال و اطفال قید کر دیئے گئے۔ اور لوٹ
گھسوٹ سے تمام خانمان تباہ کرنے کی صورت ٹھیرائی گئی۔

ان حالات میں جب مجھ (بیربر) غریب کی باری آئی۔ تو طرح بطرح
کی سازشوں اور پھسلاووں سے مبلغ چھ لاکھ روپیہ مجھ سے بطور قرضہ لے
گئے۔ الامن بعد بہتمت باقیدار میرے تمام خان و مال کو تاراج کیا۔ یہانتک
کہ جب میرے پاس کچھ سرمایہ باقی نظر نہ آیا۔ تو مجھے جبراً مسلمان کرنے کی

تدابیر عمل میں لانی شروع کیں۔ الغرض فی زمانہ کشمیر میں ہندو رعایا پر جو جو اسلامی ظلم اور سختیاں ہو رہی ہیں۔ وہ گذشتہ مصائب سے جیساکہ میں عرض کر چکا ہوں بدرجہا سبقت لے گئی ہیں۔"

آج سے تیس برس پہلے یعنی ۱۱۹۷ ہجری میں آزاد خان صوبہ کشمیر جو اپنی حکمرانی کو دورِ نادر خان ثانی کہا کرتا تھا۔ بتہ فرقہ کے پنڈتوں کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر بلاقصور تالاب ڈل میں غرق کرنے سے عیش منایا کرتا تھا۔ اور یوں ہندو بیکس رعایا کے خطہ کشمیر سے نام و نشان مٹانے کے لیے تدابیر عمل میں آتی تھیں۔ اِلّا برعکس اُس کے فی زمانہ جورِ عظیم خان میں تو ہم لوگوں کو زندہ آگ میں جلانے کے اسباب مہیا کیے جاتے ہیں چنانچہ مجھ غریب کے کشمیر سے فرار ہونے کے ایک ماہ پیشتر جبار خان نے چشمہ شاہی پر محفل رقص و سرود منعقد کر کے ہم لوگوں کو بھی مدعو کیا ہماری خوش نصیبی سے سردار فتح سنگھ جی سفیر سرکار دولتمدار بھی اتفاقاً دیوان سہجرام کے ہمراہ تشریف لاکر شریک محفل ہوئے۔ بظاہر تو محفل شاہی رقص و سرود اور عیش و نشاط کی غرض سے کی گئی تھی۔ الا پردہ اندرونی حصہ مکانات شاہی میں ایک بڑے بھاری حمام میں ہم چند عہدہ دار پنڈتوں کو زندہ آگ میں جلانے جانے کے لیے آتش اجل مشتعل کر رکھی تھی۔ مگر ہمارے ایام زیست باقی تھے جو خوش قسمتی سے سردار فتح سنگھ صاحب کو اُن اندرونی سازشوں کے حالات کی کسی طرح اطلاع ملگئی جنہوں نے کہ ہمیں اصل حال سے مطلع کر کے وہاں سے بہمراہی اپنے سواران اردل کے روانہ کر دیا اور ہم جان بر ہو کر اپنے گھروں میں زندہ سلامت پہنچے۔ ورنہ دیوان ہرداس پنڈت ٹکو کی طرح جو محض عالیجاہ عہدہ دار اور صاحب کار ہونے کے باعث آناً فاناً میں تریان خدمتگار کی شمشیر سے قتل کرایا گیا تھا۔ ہمارے زندہ فنا فی النار ہونے میں باقی کوئی کسر نہ رہی تھی۔

اس سازش کے بعد عظیم وجبار خان نے بخوف بغیر پنجاب اپنی
روسیاہی کا دھبہ مٹانے کی غرض سے ایک اور چال انوکھی قسم کی اختیار
کی۔ یعنے یہ خبر ملنے پر کہ ہندو رعایا کشمیر سے جزیوں وغیرہ کی رقمیں وصول
ہوکر خواجہ نور شاہ قاضی شہر سرینگر نے اپنے گھر میں بے شمار دولت جمع
کر رکھی ہے۔ بسرکردگی دیوان سہج رام پنڈت اپنے خاص سواران اردل
کو اس سے مبلغ تین لاکھ روپیہ کی رقم وصول کرنے کے لئے مامور کیا۔ اور جب
بعد گرفتاری خواجہ مذکور اس کے گھر سے مبلغ تین لاکھ روپیہ برآمد ہوکر داخل
خزانہ کشمیر کئے گئے۔ تو حضرات جبار و عظیم خاں نے اپنی پولیسی کا رخ اور
طرح بدل دیا۔ یعنی اس مبلغ تین لاکھ روپے کی رقم کو جو بمدد دیوان سہج رام
وصول ہوکر سردار فتح سنگھ کے سامنے عظیم خان کو پیش کئے گئے تھے
تو بمعاوضہ ہنڈوی مبلغ آٹھ لاکھ روپیہ زر بقایا ہنڈوی کے بتہر عیب و شرارت
خواجہ نور شاہ وغیرہ (جن کو کہ سہج رام پنڈت کے ہاتھوں سے اذیت پہنچ
چکی تھی۔ ہند و عہدہ داران و شرفا کشمیر سے وصول کئے جانے کی نیت
سے از سر نو زر جزیئے مقرر کئے جنکی وصولی کے واسطے یوماً فی یوماً طرح بطرح
کے تکالیف و عذاب میں ان کو مبتلا کر کے اذیتیں پہنچانی حتے کہ ہلاک
کئے جانے کی تدابیر عمل میں آنی شروع ہوئیں۔ پس ایسی خوفناک
تباہی کے دفیعہ کے لیے میں نے بجائے مبلغ پانچ لاکھ زر بقایا ہنڈوی
کے اپنے مال متاع سے مبلغ چھ لاکھ روپیہ فراہم کر کے داخل خزانہ
شاہی کئے اور عرض کیا کہ اب میرے ہم قوم بھائیوں کو ان سلطانی
جزیوں وغیرہ کی وصولی سے رستگاری دیجائے۔ جس کے جواب میں
ظالم عظیم خاں نے کہا کہ نہیں یہ مبلغات تم نے بطور قرضہ کے دیے ہیں
اور دیگر ہند و عہدہ داران سے جو رقوم جزیہ قابل الوصول مقرر کی گئی
ہیں۔ وہ کسی صورت میں معاف نہیں کی جا سکتیں +

پس ایسی سازشوں اور اسلامی عہدہ داران کی ترغیبوں سے بہانہ وصولی زرجزیہ اہل ہنود پر وہ سخت قیود اور بندشیں لگائی گئیں کہ جن سے اُن کے خطہ کشمیر کے نیست و نابود ہونے میں باقی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رہا"۔

اگرچہ اسلامی فرماں روایاں کشمیر کامل آزادی اور خودمختاری سے خطہ کشمیر پر حکمرانی کرنے سے جو کچھ وہ چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں لیکن تاہم جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں وہ سرکار عالی سر کھنور مہاراجہ صاحب بہادر پنجاب کے نام نامی سے بحیثیت باجگذار خالصہ گورنمنٹ اور نایب السلطنت حاکم کشمیر ہیں پس اس صورت میں ہم لوگ رعایا کشمیر حضور کی رعایا متصور ہو سکتی ہیں چنانچہ مجھ بیکس کو ایسے مظالم اور سختیوں کے زمانہ میں بطور پیشتر و فریادی کے رعایا کشمیر نے حاضر خدمت سری سرکار والا ہو کر گذارش حال کرنے کے لیئے بھیجا ہے ورنہ وہ سب جان سے تنگ آکر نقل مکان ہونے اور اس ملک سے راہ گریز اختیار کرنے کے لیئے سامان تیار کر رہے ہیں۔ جس حاکم کے عہد میں رعایا کی جان و مال ہر وقت معرض خطر میں ہو اور ان کے زن و فرزند غلام و لونڈی بنائے جانے کے اندیشہ میں مبتلا ہو کر ایام زیست کاٹنے غنیمت جانیں تو ایسے راجہ کے راج و بس میں رعایا کا رہنا دہرم نہیں ہے۔

اس خالصہ پنتھ کے ہادیان دہرم نے محض ہندو دہرم کی رکشا کیلیئے۔ سر دئیے اور اس آریہ ورت کی دہرتی سے ہندو دہرم کے بیج کو ناش ہونے سے بچایا۔ ورنہ اسلامیہ سلطنت کے ظلموں کی خونخوار تلوار ہندوؤں کا نام و نشان خطہ ہندوستان سے مٹائے بغیر کب قبضہ میان میں رہ سکتی تھی"۔

ابھی پچاس برس کا عرصہ ہوا ہے کہ ایک برہمن کی حسین لڑکی

کو صوبہ حاکم قصور نے جبراً اپنے گھر میں رکھنے کے لیئے اُٹھوا منگایا تھا۔ جبپر
کہ اس مظلوم کنیا کے برہمن باپ نے خالصہ دھرم کے سور بیروں کے دربار میں
حاضر ہو کر اپنی مصیبت بیان کی۔ پس خالصہ دھرم کے بہادروں نے اسی
وقت قصور پر چڑھائی کر کے حاکم قصور کو قتل کیا اور اس کے تمام خان و مان
کو برباد اور نیست و نابود کر کے بیکس لڑکی کو جسکی عفت و عصمت میں پرمیشور
نے اس وقت تک فرق نہ آنے دیا تھا۔ اس کے باپ کے حوالے کیا۔ جس سے
کہ صفحات تاریخ جہاں میں رگھشک عالی ہمت قوم کے بہادر کہلا کر اپنے
خالصہ دھرم کے گوروؤں کے نام نامی کو روشن و ممتاز کیا۔ ویسے ہی
اے سری حضور مہاراجہ صاحب بہادر بلند اقبال اور خالصہ صاحبان دربار
اس وقت کشمیر میں ہندوؤں کے جنمیں زیادہ تر پنڈت لوگ ہیں۔ حالت
دورگت ہو رہی ہے اور ان کی مستورات و دختروں کو یہ ملیچھ عہدہ دار اہلکاران
سلطنت دکھ و تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سال میں ایک
غریب برہمن کی لڑکی لکھشمی نام کے کشمیر میں گم ہو جانے اور آج تک
اُس کا پتہ نہ ملنے کا جو خوفناک واقعہ گذرا ہے۔ اس سے تمام ہندو رعایا
ملک میں ہل چل اور سخت اندیشہ ناک حالت پیدا ہو رہی ہے۔ دریافت حالات سے
اسقدر معلوم ہوا ہے کہ غریب لکھشمی کو جو بھولی بھالی چودہ برس کی نہایت
حسین لڑکی تھی جبار خاں کے حکم سے جبراً اُٹھوا کر قلعہ ہری پربت میں پہنچایا
گیا تھا۔ جہاں پر گو اس نے بڑے حوصلہ سے اپنے ست دھرم میں قائم
رہ کر اس ملیچھ کی رضا جوئی منظور نہ کی۔ بلکہ اس کی بدخواہشوں کے اظہار پر
ترش کلامی سے جواب دیا۔ اس لیئے اس بیکس مظلوم کو حوالہ جلاد کر کے
ہری پربت کے تہ خانہ میں قتل کئے جانے کے لئے بھیج دیا گیا۔

اس قدر بیان کر کے بیر بر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کی تمام
ہیئت و صورت و یاس و غم سے بھری ہوئی اُسے افلاس و مصیبت کا پتلا

دکھلا رہی تھی جس کے دیکھنے اور اس کے بیان کردہ حالات پر غور کرنے سے تمام حاضرین دربار کے رونگٹے بدن پر کھڑے ہوئے جاتے تھے۔ خالصہ قوم کے بہادر سرداروں کے چہروں پر اسلامی ظلموں کے حالات سننے سے سرخ رنگت نمودار ہو رہی تھی۔ اُن کے تن و بدن میں قوت انتقامیہ جوش زن ہو کر اُن کو جاموں سے باہر کر رہی تھی۔ تمام دربار پر سنسان سماں چھا رہا تھا اور سب مہاراجہ پنجاب کے رخ پر نور کی طرف جو غصہ میں مبدل ہوا جاتا تھا دیکھ رہے تھے۔ کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ کہ اتنے میں مہاراجہ صاحب بہادر نے حالت خاموشی سے گردن بلند کر کے کہا "کشمیر پر چڑھائی"+

یہ الفاظ ابھی مہاراجہ صاحب کے منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ نہنگ پھولا سنگھ جی و سردار ہری سنگھ نلوہ وغیرہ سرکردہ سرداران خالصہ نے جوش سے نعرہ "سری واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح" بلند کر کے کہا بہت خوب! مہاراج صاحب بہت مناسب ہم سب اسی حکم کے منتظر تھے ترکوں کو اب اپنے ظلموں کا عبرت سبق دینا چاہیئے۔ ملیچھ عظیم مثل گیدڑ کے شکست و سرکوبی سے دم ہر کر کہا۔ اب پھر بھیڑیا کی طرح شکار کھیلنے کا حوصلہ کرنے لگا ہے؟ خیر اب اس کی سرکوبی کا زمانہ آ گیا ہے۔ تمام بداعمالیوں کا اُسے مزا چکھایا جائیگا+

اس کے بعد دربار مہاراجہ صاحب برخاست ہوا+

باب ہشت دہم

بسنت باغ

رفتار زمانہ عجیب چیز ہے جو اپنی رفتار کے ساتھ حالت جہاں کو درہم

برہم کرتے ہوئے کبھی انقلاب زمانہ کے نام سے موسوم ہو جاتی ہے۔ موسم بدلتے رہتے ہیں ایک رت آتی ہے۔ دوسری جاتی ہے دنوں سے مہینے مہینوں سے برس اور برسوں سے صدیاں بنکر شمار زمانہ کیا جاتا ہے پھر اوقات زمانہ کے ساتھ ساتھ نوخیز نسلیں جوان ہوتی جاتی ہیں جوان ایام جوانی سے قدم نکال کر مردیت کی وضع قبول کرتے ہیں۔ اور پھر اُس مردیت کے زمانہ سے آگے قدم بڑھا کر دور پیری میں داخل ہوتے ہیں پھر تو وہی انسان جو کبھی جوان کہلاتا تھا اور اب بڑھاپے کے رنگ لباس میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ منہ سے کہنے لگتا ہے۔

وقت پیری شباب کی باتیں ۔۔۔ ایسی جیسی ہوں خواب کی باتیں

اور یا بیت) بمن برف باید چوں پر زاغ ۔۔۔ نشاید تماشہ چو بلبل بباغ (مولینا نظامی)

بھلا ذرا سوچو تو سہی وہی انساں ہے جو مختلف حالات زمانہ گذرتا ہوا تغیرات جسمانی کے لحاظ سے اب بوڑھا بن گیا ہے اور انسانی سوسائٹی کے تعلقات میں عجیب و بدل دیکھکر انقلاب زمانہ کا لفظ منہ سے نکالتا ہے اسی طرح انقلاب زمانہ سے جہاں اب قطعات آبادی اور عظیم الشان شہر و بستیاں نظر آ رہی ہیں۔ وہاں کبھی بحر ذخار اور دریا ناپیدا کنار تھے۔ جہاں جنگل ہیں وہاں کبھی شاہانہ محلسرا اور قلعہ جات جنگی میں باجے اور نوبتیں بجتی تھیں۔ بڑے بڑے امرا وزرا کے عالیشان مکانات اور مقدس انسٹیٹیوشن اس انقلاب زمانہ نے ویرانہ بنا دیئے ہیں۔ جہاں پر منگلاچار اور شبد گیت گائے جانے کی بجائے بوم و زغن کی آوازیں نکل رہی ہیں۔

پس حالات جہاں میں ان تغیرات کا نام انقلاب زمانہ ہے۔ جسکا خری نظارہ یہی انسان جو بچپن کے زمانہ سے قدم زن ہوتا ہوا اب دور پیری میں پہنچ چکا ہے یہ دیکھتا ہے۔ کہ ایک اور حالت جسکا نام موت ہے۔ وہ ان تمام تغیرات و تبدلات کو اسکی آنکھوں سے نہاں کرکے اُسے اُس بستر

خواب پر سلاتی ہے جہاں سے پھر نہ اُس آنکھیں کھلینگی اور نہ وہ ان حالات کو دیکھیگا۔ یوں تھیئٹر جہاں کے سٹیج کے تمام سین اور ایکٹ ختم ہوتے آخری پردہ گر گیا۔ اور پھر کیا نظر آیا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

پیارے ناظرین ناول ہمارے ان تمہیدی فقرات سے قطع نظر کر کے آپ گذشتہ حالات کے مطالعہ سے دیکھتے آئے ہیں کہ حالات جہاں کن کن صورتوں اور رنگ و اضاع میں مبدل ہوئے ہیں۔ پس آئندہ بھی جو کچھ ہم دکھلانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے حقیقت حال کے لحاظ سے اور ہی دلچسپی کی صورت میں نظر آئیگا*

کشمیر کے مشہور و معروف دار الخلافہ شہر سرینگر میں شیر گڑھی کے بالمقابل برلب دریائے جہلم بسنت باغ کا قطعہ ہے۔ اگرچہ فی زمانہ بجائے باغ و راغ کے وہاں پر کچھ اور ہی کیفیت نظر آ رہی ہے۔ لیکن جن ایام کا کہ ہم ذکر کر رہے ہیں انقلاب زمانہ نے اس قطعہ زمین کو کسی عمدہ ہی شان وضع میں نمودار ہونے کی رونق دے رکھی تھی جہاں پر کہ موسم بہار میں فرمانروایان کشمیر عیش منایا کرتے تھے۔ راگ ورنگ کے جلسے منعقد ہوتے تھے اور ساکنان شہر موسم زمستان کے ختم ہونے سے ان راگ رنگ کی محفلوں کو دیکھکر بسنت رت کی خوشی آیندہوا سے دلوں کو تروتازہ کیا کرتے تھے۔

پھر اسی مقام پر کبھی کبھی عدل و انصاف کا تخت بچھا کرتا تھا۔ جہاں عادل فرمانروا صدر عدالت ہو کر مظلوموں کو ظلموں سے آزاد کر کے ظالموں کو ان کے افعال بد کے لئے سزائیں دیتے تھے چنانچہ اس عالیشان مقام کو ایسی خصوصیتوں کے لحاظ سے بڑی عزت و شوق کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا

پس پیارے ناظرین اسی بسنت باغ میں موسم بہار کی خوشگوار رت میں ایک روز صبح کے وقت مسند شاہی بچھ رہی تھی اور دربار کے منعقد

ہونے کے غیر معمولی سامان مہیا کیے جا رہے تھے۔ لیکن یہ کسی کے خواب خیال میں بھی نہ تھا کہ آج وہاں پر کیا کچھ ہونیوالا ہے +

ٹھیک بارہ بجے دن کے اس دربار میں حضرت عظیم خاں معہ اپنے بھائی جبار خاں اور شیر اعظم عبدالرحمان خاں کے تشریف فرما ہوئے اور اُن کے آنے سے پیشتر چند معزز درباری اصحاب و پنڈت صاحبان معہ میرزا پنڈت مہجرام دیوان اور خواجہ نور شاہ کے شامل دربار ہو چکے تھے۔ یہ ایک معمولی دربار چیدہ اشخاص و امرا کا تھا جس کے انعقاد سے حاضرین کے دلوں میں کچھ وسوسہ و شکوک پیدا ہو رہے تھے۔ کہ اس دربار میں ضرور کسی نہ کسی قسم کی غیر معمولی کارروائی ہونے کے آثار نظر آتے ہیں +

پس دربار کے باضابطہ انعقاد کے بعد شیر عبدالرحمان خان نے حضرات عظیم و جبار خاں کو متوجہ کر کے ایک کاغذ اپنی جیب سے نکالا اور سیخ عشمہ کی وضع بنا کر اُن سے یوں خطاب کیا۔ آنحضور کو معلوم ہو چکا ہے کہ پنڈت بیر بر یہاں سے بھاگ کر پنجاب میں پہنچا ہے اور جسطرح کہ وہ یہاں سے راہ گریز اختیار کر کے علاقہ جات قلمرو کشمیر سے گذرتا ہوا رہا یا کشمیر میں شورش اور باغیانہ خیالات پھیلاتا گیا ہے اس کی اطلاع بھی آنجناب کو پہنچ چکی ہے چنانچہ ملک ذوالفقار و ملک کا ہنگار کے علاقہ دہنوان کے جاگیرداران نے اسی شیطان صفت باغی کی حسبقدر مدد و معاونت کی ہے اور دہ میں اگرچہ فوج شاہی نے پہنچکر ان سے خان دمان کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اِلّا ابھی ان کو اور خواجہ نور جمال ساکن نندھی گڑھ وغیرہ کو مزید تادیب و گوشمالی کی جائیگی اور ایسے ناہنجار باغیوں کو آئندہ کے لیے عبرتناک سزائیں دیجائینگی۔ لیکن بیر بر کے بھائی بند پنڈتوں سے جو اس وقت حاضر دربار ہیں استفسار کرنا چاہیے کہ وہ کس غرض اور منشا سے پنجاب کو گیا ہے +

یہ سن کر عظیم خان نے پنڈت سہجرام وغیرہ کی جانب مخاطب ہو کر پوچھا کہ کہو کیا جواب دینا چاہتے ہو +

پنڈت سہجرام۔ "ہم لوگ کیا عرض کر سکتے ہیں۔ آنحضرات کو خوب معلوم ہے۔ کہ جب بیر بر سے چھ لاکھ روپے جزیہ وغیرہ میں وصول کئے جانے سے اس کا تمام مال ومتاع اس کے قبضہ سے جاتا رہا۔ اور دنیاوی اعزاز و مراتب میں بھی فرق آیا۔ تو اس کے دل میں کئی قسم کے رنج آمیز شکوک پیدا ہوئے۔ پس اس نے راہ گریز اختیار کی۔ اب اگر ہوس دنیاداری اس کے دل میں باقی نہ ہوگی تو وہ گنگ جمن کے کناروں پر آسن لگا کر عبادتِ ایزدی میں مشغول ہوگا۔ اور ایام زیست کو یاد الٰہی میں گذاریگا جس سے حضور کو کسی قسم کا اندیشہ و وسوسہ دل میں نہ لانا چاہئے۔ ہاں اگر ہوس دنیوی اس کے دل میں باقی ہے۔ اور وہ اپنے اقربا و خویشوں کی تکالیف وغیرہ کو دیکھ کر اُن کی رہائی و رستگاری کے لیئے کوشش کر کے اس ملک کے معاملات میں رد و بدل کرنے کا خواہاں ہے تو بالضرور پولٹیکل حال سے حکومت کشمیر میں عظیم تغیر پیدا کریگا۔ اور اسکی تکمیل کے لیئے مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے دربار میں حاضر ہو کر رعایا کشمیر کی جانب سے فریادی ہوگا۔ اور لیاقت و دانائی سے ترغیب دیگا کہ پھر لشکر خالصہ کشمیر پر فوج کشی کر کے اس ملک کو تسخیر کرے اور انتظام سلطنت میں مکرر صلاحیت کی جائے جس سے خرخشہ ہائے عظیم پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے +

عظیم خان۔ ان حالات کو سنکر کچھ عرصہ تک بحالت سوچ و فکر رہا پھر گردن بلند کر کے بولا۔ کہ اب اس کا کیا علاج کرنا چاہئے۔

جس کے جواب میں مخالفین جھٹ بول اُٹھے۔ کہ کشتن میرزا پنڈت" جبار خاں۔ "جناب اخوان صاحب اگر یہی صورت ہے۔ تو اول اس کا فرو ملعون بیربر کے خویش اقربا کو گوشمالی کی جانی چاہئے۔ جس سے دیگر باغیوں کو

عبرت ہونے سے انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اگرچہ ایسے مفسدہ پرداز جلا باری سے خود جان بر ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کے عیال و قبائیل کس قسم کی تکلیف و سختیوں میں دکھہ بھوگا کرتے ہیں پس ان کافروں کو اب ضرور سخت تادیب سے سبق دینا چاہیئے۔

اس پر ظالم عظیم خاں نے حکم دیا کہ قبائیل پنڈت بیربر کو گرفتار کر کے دربار میں حاضر کیا جائے۔

باب نوزدہم

ایک بھکارن اور رعنا واڑہی

سرینگر کے شاہی دربار میں ادہر تو یہ کارروائیاں اور احکامات جاری ہو رہے تھے۔ ادہر پنڈت بیربر کے گھر میں ٹھیک اسی وقت ایک غریب ہندواستری بھکارن کی وضع و پوشاک میں مانگنے کیلئے بھیک کی جھولی کھولے یہ صدا کرتی ہوئی پہنچی۔ مائی۔ بابا! کچھہ بھکارن کو بھی بخشا دو۔ دیکھو کال سر پر کھڑا ہے کچھہ دینا ہو تو دو۔ !!! اور اپنی بھی کچھ سدھ بدھ لو!!! اس صدا کے بعد جب بھکارن نے دیکھا کہ کوئی اسکی آواز کے جواب میں دروازہ پر نہیں آیا۔ تو اس نے بلند آواز سے صدا کا یہ راگ گایا۔

خیر ہو بابا نگر میں خیر ہو　　　پھرتے ہیں اللہ ویش مثل طیر ہو
ہم فقیر و نکو نہیں دنیا کی ہوس　　　سیر آٹے سے گدا کی سیر ہو

بھکارن کی یہ صدا ایسے پرسوز آواز و لہجہ میں ہتی کہ سننے والوں کے بدن

پر رونگٹے کھڑے ہوئے جاتے تھے۔ اور وہ دوبارہ اس پرسوز آواز سننے کے خواہاں تھے +

اتنے میں بیربر کی اہلیہ نے (راجہ کاک کی اہلیہ) بہو سے کہا۔ بی بی آج رات تو مجھے بہت بُرے سوپن آئے ہیں۔ اور صبح سے ہی آج میرا دل رونے کو چاہتا ہے۔ ایسی بیقراری اور بے چینی کی حالت بہت عرصہ کے بعد مجھ پر نمودار ہوئی ہے پرمیشور آج کا دن امن اماں سے گذارے تمہارے بڑے پنڈت صاحب کی بھی پنجاب سے کوئی خبر نہیں پہنچی ہائے ستیاناس ہو اس ملیچھ راج کا جس نے ہمیں اس پتر دھرتی کے باسیوں کو کیسے کیسے دُکھ اور رنج میں ڈال رکھا ہے +

ابھی پنڈتانی یہ باتیں بہو سے کر رہی تھی کہ بھکارن وہی پرسوز صدا کرتے ہوئے بوجہ ہندو استری ہونے کے اندر آگئی۔ اور بھیک کے لئے جھولی کا منہ کھول کر کہا۔ کال سر پر کھڑا ہے۔ کچھ دینا ہو تو دو ہاتھ کا دیا ہی کام آئیگا۔ ورنہ کال پھانس میں پڑ کر پھر پچھتانا کام نہ آئیگا +

بڑی پنڈتانی نے سہمگین ہوکر بھکارن سے کہا۔ ہائی کال کا نام بار بار کیوں لیتی ہے۔ اس شبد کے سننے سے مجھے بڑا ڈر لگتا ہے۔ تو تو کوئی نئی سادھنی معلوم ہوتی ہے۔ جو آگے کبھی ہمارے گھروں بھکشا مانگنے نہیں آئی۔

اس کے جواب میں بھکارن نے ذرا آگے قدم بڑھا کر اور آہستہ سے اُس کے کان کی طرف منہ پھیر کہا۔ پنڈتانی جی کیا دیکھتی ہو۔ کال سر پر کھڑا ہے!! بس! بس! جلد اگر بھاگ سکتی ہو تو بھاگ جاؤ!! ورنہ!! ابھی کال پھانس میں پھنس جاؤگی۔ دھرم ایمان کھو بیٹھوگی۔ نہ معلوم اور کیا کچھ ہوگا۔

(پنڈتانی حیرت و اچنبھے سے) تو تو کوئی پگلی ہے۔ چل دور ہو

بھیک مانگنے آئی۔ اور گھر کی مالک بننے لگی۔ جو ہم کو یہاں سے بھاگ جانے کی ترغیب دیتی ہے۔

پھر اپنی بہو سے مخاطب ہو کر پنڈتانی نے کہا۔ بی بی اس کو جلد بھگا دو۔ اس کی ڈراؤنی باتیں سننے سے میرا دل کانپ رہا ہے +

بھکارن۔ پنڈتانی جی اب بہت باتیں کرنیکا سماں نہیں۔ تم نہیں جانتی کہ میں کون ہوں۔ اور کس غرض سے تمہارے پاس آئی ہوں۔ بس جلد کر دخیر اسی میں ہے کہ اپنے بال بچہ سمیت جلد کسی سمت میں چلدو۔ ورنہ ابھی کچھ کا کچھ ہو جائیگا۔ پھر پچتاؤ گی۔ وقت ہاتھ نہ آئیگا

پنڈتانی۔ "مگر میں کیوں بھاگ جاؤں۔ ایسی کونسی بپتا بنی ہے ایک تو بڑے پنڈت جی اس دیش کو چھوڑ گئے ہیں۔ اب تو مجھے بھی گھربار چھوڑنے کو کہتی ہے۔

بھکارن نے یہ سنکر پنڈتانی کے کان میں بڑی آہستگی سے یہ کہا۔ اور اپنی مٹھی میں سے کوئی چھوٹی سی چیز اُسے دکھا کر پھر اپنی جیب میں ڈال لی +

پس پھر تو پنڈتانی کا چہرہ زرد ہو گیا۔ تمام جسم تھر تھرانے لگا۔ کبھی ایک سانس آتا اور ایک جاتا وہ ایسی گھبرا گئی کہ کچھ اس کے منہ سے نہ نکل سکتا اور نہ ہاتھ سے بن پڑتا تھا۔

اتنے میں دروازہ پر سے چند آدمیوں کی آہٹ اور کھڑکھڑاہٹ کی آواز آئی۔ اور ایک چھوٹے سے لڑکے نے اندر آکر کہا۔ کہ بادشاہی سپاہی دروازہ پر آئے ہیں +

یہ سنتے ہی بھکارن نے کہا۔ لو! بس اب کال پھانس میں پھنس گئی!! میں اب جاتی ہوں۔ اب سوائے جان پر کھیلنے کے اور کچھ نہ ہو سکیگا۔ دیکھی کھیلنا۔ تو کھیل جاؤ۔ ورنہ پیچھے تمہارے اوپر

عصمت کو خراب کریں گے۔ یہ کہکر ہرکارن تو گھر سے باہر چلی گئی۔ اور ایک بوڑھے پنڈت صفہ اندر آکر روتے اور سر پیٹتے ہوئے پنڈتانی سے کہا۔ کہ ہم سب کو عظیم خان نے دربار میں بلایا ہے۔ نہ معلوم کیا آفت سر پر آئیگی +

پنڈتانی۔ آفت تو جو آئیگی مجھے معلوم ہو چکی ہے۔ یہ کہتے ہی اُس نے اپنی انگشتری میں سے الماس نکال کر چاٹنا شروع کیا۔ اور اپنی بہو سے کہا۔ کہ بیٹی دھرم بڑی بھاری چیز ہے۔ جو جان کے ساتھ ہی آتا اور جاتا ہے۔ پس اگر تمھیں اپنی عزت و عصمت قایم رکھنی منظور ہو۔ تو تم بھی یہ زہر کھا کر جان دیدو۔ ورنہ ملیچھوں کے ہاتھوں سے بڑے بھاری دکھ اور خرابیاں اُٹھانی پڑیں گی۔ اور استری کی عفت پر نوبت آنے کی تو سب سے پہلے نوبت ہوگی +

بہو۔ تم تو آج صبح سے دیوانی بن رہی ہو اور نہ معلوم کہ وہ سرن ہرکارن تمھارے کان میں کیا پھونک گئی ہے۔ دربار میں جائینگے تو مر جائینگے۔ ہم کو کون لے جانیوالا ہے۔ اور یوں زہر چاٹنے کی کون سی ضرورت آپڑی اتنے میں چوبدار مسلح لباس میں جھٹ اندر آگیا۔ اور دو چار سپاہیوں کو بلا کر تمام مکان کے دروازوں کو مقفل کرنا شروع کیا۔

یہ حالت دیکھکر گھر کی تمام مستورات اور لوگ رونے پیٹنے لگے لیکن اُن کی گریہ وزاری پر کون توجہ کرنیوالا تھا۔ بلکہ ظالم مسلمان سپاہیوں نے مسکین استریوں کو چھیڑ چھاڑ کرنے اور ترش کلامی سے کام لیکر اُنہیں اور بھی سخت رنج پہنچانا شروع کیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد تمام مکان کو مقفل کر کے بیرب کے تمام مرد و زن اور بال بچوں کو مثل بھیڑوں کے غلے کے اپنے آگے حراست میں کئے ہوئے دربار کو لیکر روانہ ہوئے۔

جس وقت یہ لوگ خراب وخستہ عبرتناک حالت میں بجراست جنگی سپاہیوں حاضر دربار کیے گئے۔ تو تمام اہالیان دربار پر عجیب تاثیر پیدا ہوئی۔ کیونکہ اہل کشمیر میں پنڈت بیربر کا خاندان بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت تو اس معزز عہدہ دار کے عیال واطفال اور عزیزوں کی جو حالت ہو رہی تھی۔ وہ ناگفتہ بہ ہے۔ چنانچہ عظیم خان اور اس کے ہمنشین رفقا نے بھی اُن کو یوں پریشان حال اور مصیبت زدہ دیکھکر دل میں کئی طرح کے ارادے کرنے شروع کیے +

بالآخر عظیم خاں نے قاضی شہر سرینگر سے متوجہ ہوکر پوچھا کہ بیربر جیسے باغی شخص کے خاندان کے ساتھ اس وقت کیا سلوک کیا جانا لازم ہے +

جس کے جواب میں قاضی صاحب جھٹ بول اُٹھے کہ وہی سلوک جو دین اسلامیہ کے اصول سے ہمیشہ ایسے موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ یعنے یا تو یہ کافر لوگ مذہب اسلام قبول کر کے مشرف بدین رسولؐ ہوں۔ ورنہ گردن زن کیے جائیں۔ ان دونوں باتوں میں سے انکار اختیار ہے جو چاہیں مانیں۔

یہ سنکر عظیم خاں نے ماور پنڈت راج کاک کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔ کہ کہو پنڈتانی اب کیا چاہتی ہو۔

پنڈتانی۔ اگرچہ میں اور میرے بال بچے (بیربر) پنڈت صاحب کا خاندان کہلاتے ہیں۔ لیکن جب وہ ہم کو چھوڑکر بدیسی ہو گیا ہے۔ تو اب ہم رعایا صوبہ کشمیر ہیں۔ پس وہ ہمارے حق میں انصاف کرکے ہم کو مثل اپنی غریب رعایا کے اور بالخصوص ایسے ذرگوں کی طرح سلوک کر سکتا ہے کہ جنکا سوائے حاکم وقت کے اور کوئی معاون ومحافظ نہ ہو۔ اگر بغاوت یا کسی قسم کا قصور ہوا ہے۔ تو وہ بیربر کی ذات سے وابستہ ہے۔ نہ کہ ہم

غریب مستورات اور یہ شیر خوار بچے اس کے لیئے جوابدہ ہو سکتے ہیں۔

قاضی + پنڈتانی کی قطع کلام کر کے۔ دیکھیئے آنحضرت یہ اس ملعون کافر مکار پنڈت کی عورت ہوتے ہوئے کیسی منطق کی باتیں بنانے لگی ہے۔ جو یوں دلایل و حجتوں سے رہائی و رستگاری کے منتیج نکالتی ہے۔ مگر ہمارے بزرگ جو فرما گئے ہیں وہ بہت صحیح و بجا ہے۔ کہ

افعی کشتن و بچہ اش نگہداشتن کار خردمنداں نیست

لیکن اس حالت میں تو افعی بھی ابھی دام سے نکلا ہوا ہے۔ اور اپنے بداندیش اور مفسدانہ ارادوں سے اس نا موخطہ کشمیر پر ناہنجار مخالفوں کی فوج کو چڑھا کر لانے سے نیش زنی کیا چاہتا ہے۔

عظیم خان نے قاضی کے ان کلمات کے جواب میں کہا۔ بیشک حضرت عمدہ قضا آپ کے سپرد ہے۔ پس ان کافروں کے حق میں فتوائے مناسب دینا آپ کا کام ہے۔

قاضی صاحب۔ ہمارا فتوائے تو یہی ہے کہ یا تو یہ سب مرد و زن جو بیربر کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مشرف بدین اسلام ہوں ورنہ قتل ہونا قبول کریں +

اس قدر عرصہ میں بڑی پنڈتانی کے تمام جسم و جان پر زہر الماس کا اثر جو نمودار ہونا شروع ہو گیا تھا۔ تو دانا پنڈتانی یہ دیکھکر کہ اب بہت تھوڑا وقت اس کی روح کے پرواز کرنے میں باقی ہے۔ اس آخری دم زیست میں اپنی قوت گوئی کو کام میں لاکر بڑے حوصلہ کے ساتھ حاضرین دربار سے یوں مخاطب ہوئی۔ کہ اے صوبہ کشمیر اور صاحبان دربار آپ لوگ نہایت ہی وقت ہو کر عدل و انصاف کو ہاتھ سے دے کر ہم مظلوم بیکسوں کو نہایت ہی ادبیرحمی کے قتل کیا چاہتے ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ وہ وقت بہت دور نہیں کہ ظالموں کے خاندان اور بہو بیٹیوں اور استریوں کا

کا یہی حال دست مخالفین سے ہوگا۔ ہماری اس بدبخت موت کو آپ
ایک آئیندہ قہر وغضب الٰہی کا پیش خیمہ سمجھیئے۔ کیونکہ جب کسی حاکم کی بدھی
ناش ہوجانے سے اس کے دل میں ایسے بُرے خیالات غریب ومظلوم
رعایا کو تکلیف دینے کے لیئے ہوا کرتے ہیں۔ تو یہ اس کی آیندہ زوال کی
نشانیاں ہوتی ہیں۔ پس ہماری موت بھی اُن آنے والی آفات کے
آثار کا آغاز ہے۔ جو صوبہ کشمیر اور اس کے معاون رفقا کے خان و مال پر
عاید حال ہونے والے ہیں۔ میں ایک غریب بوڑھی عورت جو اس وقت
ظالم حاکم کے حکم سے ایسی سخت مصیبت میں مبتلا ہو کر آپ صاحبوں سے
یوں مخاطب ہو رہی ہوں۔ وہ اسی دیو شکتی کا ظہور ہے۔ جو میرے اندر
سے محرک ہو کر آئیندہ حالات کے واقع ہونے کی پیشگوئی کرا رہی ہے۔
میرے ان غریب بے مدد بال بچوں کو تم خواہ جبراً مسلمان بناؤ۔ یا
جان سے مار ڈالو۔ لیکن خوب یاد رکھو۔ کہ (کالی ماتا) ایک ایک کے عوض
میں تمہارے بیس بیس مکان میدان جنگ میں چاٹ کر سیر ہوگی
اور جو باقی رہینگے۔ ان کی ہری پربت کے پہلو میں جہاں کالی جی کا
متبرک استھان ہے۔ خونریزی کی جا دیگی +

یہ کہتے ہی غریب بتانی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اور آناً فاناً
میں اس کی روح عنصر خاکی سے عالم بقا کو پرواز کر گئی۔

اس کے یوں جان دینے سے تمام دربار پر ایک اور ہی قسم کی
ہیبت ناک رنگت چھا گئی۔ تمام خورد و کلان کے دل رنج وغم سے
بھر رہے تھے حتے کہ مخالفین بھی ایک دوسرے کا منہ حیرت و
اچنبھا سے دیکھتے تھے۔ کہ یہ کیسا خوفناک نظارہ ہے +

باب ہفتم

پھر وہی پری محل

اب ہم ناظرین ناول کی توجہ گذشتہ حالات سے منعطف کر کے ایک اور سین پیش نظر کیا چاہتے ہیں۔ یعنی اسی پری محل میں جسکا ذکر کر باب ششم میں قبل ازیں ہو چکا ہے۔ ایک شام کو پنڈت راز دان صاحب معہ لکشمی۔ شہزادی زینب اور اس کی ہمراز خواص سکھدا اسی کے ایک خوشنما برامدہ میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں سے کہ قطعہ ڈل کی پر بہار کیفیت بخوبی نظر آ رہی تھی۔ یہ شروع شام کا سماں تھا۔ جبکہ آفتاب تو بجانب مغرب پہاڑوں کے پیچھے غائب ہو چکا تھا۔ الا بجائے اس کے ماہتاب سلسلہ ڈل کے پہاڑوں پر سامنے شالامار کی جانب سے نمودار ہوتا ہو دیکھنے والوں کی آنکھوں میں کسی قدر ٹھنڈک ڈال رہا تھا۔

کشمیر کے دار الخلافہ سرینگر میں اگرچہ اور گرم ملکوں کی طرح موسم گرما لوگوں کو بہت تکلیف دہ نہیں ہوتا۔ الا پھر بھی کسی قدر دن بھر کی گرمی کے بعد شام ٹھنڈک اور چاندنی کی سرد روشنی بیشک مغموم و رنجیدہ دل کو راحت ومسرت میں مبدل کرنیوالی ہوتی ہے۔ پس اس وقت فقیر راز دان صاحب معہ اپنے ہمنشین رفقا کے خوشگوار پر بہار قطعات ڈل کا نظارہ کر رہے تھے کہ لکشمی نے چاندنی کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے ایک سرد آہ بھری۔ اور پھر فقیر صاحب سے خطاب کر کے کہا کہ مہاراج!! جیسے دن بھر کی گرمی اور طپش سے سورج کے غروب ہونے اور چاند کے نکلنے سے حالت

زمانہ بدل کر اہل جہاں کو راحت و مسرت ملنی شروع ہوتی ہے۔ ویسے ہی اس کشمیر کی دھرتی سے ملیچھ راج کی سختیوں سے غریب لوگ کو کب امن و آرام نصیب ہونے لگیگا۔ اور اُن کے رنج و مصائب کا آفتاب کا دور صورت زوال پکڑ کر اُن کے مغموم و تاریک دلوں کو ایسے خوشنما چاند کی روشنی کے ظہور سے کب ٹھنڈک میسر ہوگی +

آپ نے ابھی بکھداسی کی زبانی کل کا واقعہ حال سنا ہے۔ جب یہ بکھارن کے بھیس میں پنڈت بیربر کے گھر اس کی اہلیہ وجیال کو آنیوالی مصیبت سے آگاہ کرنے کے لیے گئی تھی۔ مگر افسوس اس کی تمام کوشش رائیگاں گئی + اور جو کچھ کہ مظلوم پنڈت کے خان مان تباہی اور بے حرمتی ہوئی اسکا احوال سب مرد و زن کی زباں پر ہے +

فقیر۔ لکھشمی ملیچھ راج کے ظلم و سختیوں کی نسبت جو فی زمانہ رعایا کشمیر کے بد حال ہو رہی ہیں۔ جسقدر کہا جائے تھوڑا ہے۔ لیکن یہ بھی قانون قدرت میں داخل ہے۔ کہ جبتک ظالم فرمانروا کے ظلموں کا ساغر اسکے ظلم و ستم کے خون سے بیربر ہو کر اس کی ہلاکت کے اسباب پیدا کرنیوالا نہ ہو جائے اور کوئی ذریعہ اس کے کرموں کے پھل کو نشٹ کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ راج کا ہو گنا محض نیک کرموں (یا افعال حسنہ) کا پھل و نتیجہ ہوا کرتا ہے +

لکھشمی۔ افسوس آپنے جبار خان کو اُس روز درگاپوجن کے موقعہ پر ایسے ایسے خوفناک حالات دکھلائے اور اکا س بانیوں کی صورت میں یقین دلاتے ہوئے متنبہ کر دیا تھا کہ ظلم و ستم کا نتیجہ اچھا نہیں ہوا کرتا اور وہ بد افعال کے عوض کبھی راحت و مسرت سے شادمانی کی زندگی نہ بسر کر سکیگا۔ لیکن افسوس اس تمام کارروائی کا جبار خان جیسے ظالم کے دل پر اچھا اثر نہ ہوا۔ بلکہ من بعد جو مظالم اور سختیاں

اُس نے غریب ہندؤں پر کیں وہ اظہر من الشمس ہیں

فقیر۔ بیٹی لکھشمی تو ابھی بھولی بھالی انجان ہونے سے انسانی فطرت وخصلت کے حالات اور اسراروں سے بالکل ناواقف ہے۔ اور اس لئے اس قسم کے خیالات ظاہر کر رہی ہے۔ بھلا مجھے اسکا سبب تو بتلاؤ کہ جب تم کسی وقت اپنے دھیان وخیال میں بیٹھے ہوئے کسی مظلوم کو دیکھکر یا اسکی گریہ وزاری کے کلمات سننے سے کیوں اُس کے شریک رنج وغم بنکر اسکی مدد ومعاونت کرنا چاہتی ہو اور پھر جب تمہیں اُسی وقت معلوم ہو جائے کہ وہ مظلوم شخص درحقیقت بڑا بھاری گنہگار چور ہے اور مکروفریب سے مظلومانہ صورت وہیئت کا اظہار کر کے تمہیں ہمدرد بنایا چاہتا ہے۔ تو تم جھٹ اپنی ہمدردی ومعاونت کی حالت کو بدل کر اسکی مکاری کے عوض میں اُسے سزا دلانے کے لیئے آمادہ ہو جاتے ہو۔ پھر اسی وقت اگر کوئی تمہارا بزرگ یا پیارا دوست تم سے سفارش کرے۔ کہ اسکو بخش دو اور سزا سے درگذر کراؤ تو اس کی ایسی سفارش وشفاعت سے اُس گنہگار کی رستگاری وسزا سے درگذر کرنے کے لئے اپنے ارادہ کو کیوں تبدیل کر لیتے ہو؟ پس اب بتلاؤ تو سہی کہ تم نے ایسے حالات میں کیوں اپنے ارادوں ودلی کششوں کو یوں تبدیل کیا؟ جسکا صحیح جواب یہی ہے۔ کہ انسانی فطرت میں جو ہمدردی کا خاصہ ہے وہ جس طرح سے متاثر ہوتا ہے ویسے ہی عمل کرنے کے لیئے آمادگی ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اس درگا پوجن کے موقعہ پر بھی اگرچہ جبار خاں کی حالت دل خوف وخطر میں مبدل ہوگئی تھی۔ لیکن من بعد جب اس کے ارد گرد رفقاء مشیروں نے کئی قسم کے خیالات اس کے دلمیں پیدا کرنے شروع کیئے تو وہ ہر وقت کے بد صلاح ومشورے سے ان کے ہاتھوں پر چڑھ کر کٹ پتلی کی طرح عمل کر کے غریب ہندؤں پر ظلم وستم کر رہا ہے

لکھشمی۔ بیشک گوروجی مہاراج آپ سچ فرماتے ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب اُس دن چوتھی دیوی کی بانی ہو چکی تھی۔ تو جبار خاں نے اپنے رفقاء کے ایماء سے غیر زبان میں بات چیت کر کے اسی وقت ہماری تمام کارروائی پر کچھ شک و شبہ کی صورت ظاہر کی تھی لیکن مہاراج آپ پر تو سب کچھ روشن و ہویدا رہتا ہے۔ آپ نے جھٹ اس کے دلی ارادوں کو سمجھ لیا اور اپنے اس خاص علم کی برکت و طاقت سے اُسے تالاب کی جانب نظر ڈالکر کچھ اور ہی دکھلا دیا۔ ورنہ میں تو اس وقت آپکے منہ سے اسے تالاب میں جھک کر دیکھنے کے ارشاد کو سنکر ڈر گئی تھی کہ جبار خاں کہیں مجھے ہی وہاں چھپے ہوئے نہ دیکھ لے۔ لیکن آپ کے علم کے قربان جاؤں۔ کہ اُسے تو اس وقت عجیب کشت و خون کی حالت نظر آئی +

ماسوائے اس کے مجھے اس بات کا آج تک بڑا تعجب ہے۔ کہ جب الطلب و ہدایت آپکے میں نے تیسری دیوی کی صورت میں تالاب سے نکلکر اور جبار خاں سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ کہ کیا جبار خاں تو اس وقت دل میں یہ نہیں سوچتا۔ اور خوف کھاتا ہے۔ کہ اور خونوں کے سوائے جو غریب پنڈتوں کی لڑکیاں تو نے قتل کروائی ہیں ان کے بدلہ کا خوف ہی ہے۔ کہ جس کی اندرونی بھیانک تصویر کی آواز کو تو سُن رہا ہے۔ ہاں سچ جبار خان تو ٹھیک اس حالت میں ہے۔ اور تیرا خوف کھانا بجا ہے +

پس مہاراج نہ معلوم کہ کس طرح جبار خان کے دل میں جو کچھ میں کہہ رہی تھی۔ وہی گذر رہا تھا۔ مجھے تو بہت خوف واندیشہ تھا۔ کہ وہ برخلاف اس کے کچھ اور سوچتا ہو۔ کیونکہ نہ مجھے اپنی پیشین گوئی اور اس کے دلی ارادوں کے یوں ظاہر کرنے کی کچھ وجہ معلوم تھی۔ نہ آج تک ہے۔ لیکن مہاراج جو کچھ کہ اُسے کہا گیا اور دکھلایا گیا وہ سب اُسے قبول کرنا پڑا۔ اور کسی بات پر اُسے شک و شبہ تک بھی نہ ہوا +

فقیر۔ لکشمی تم ایسے شعبدوں وکرامات کو ابھی تک نہیں سمجھ سکتی ہے بیشک تو سچی ہے۔ اِلّا واضح رہے کہ یہ انسان میں سب اُس خفیہ طاقت نے ظہور میں لانے کا نتیجہ ہے۔ جسپر تمام انسان کم و بیش عمل کرنے سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ جیسے ہر شخص میں پیر سنے کی طاقت موجود ہے۔ اِلّا جبتک اُس کا عمل میں لانا مشق سے حاصل نہ کیا جاے۔ ہر شخص پیر نہیں سکتا ہے۔ ویسے ہی یہ علم جسکو فارسی وعرف کے عالم لوگ تاثیر الانظار کے نام سے موسوم کرتے ہیں (میس میریزم) بڑا بھاری درجہ کرامات دکھلانیکا رکھتا ہے۔ اور کسی شخص کے دلی خیالات کا معلوم کرنا جسکو علم غیب کہتے ہیں۔ اسی علم کی ایک خاص شاخ ہے جسکا اس سے گذشتہ اور آیندہ زمانہ کے تمام حالات انسان دوسری شخص پر عمل کرنے سے دریافت کرسکتا ہے اور پھر اپنے معمول کی ذات پر قابو حاصل کر کے جو کچھ چاہے۔ اُسے دکھا سکتا ہے اور اسکی زبان سے کہلوا سکتا ہے۔ چنانچہ آہستے لکشمی کے کان میں کہکر تو دیکھ اب میں وہ عمل پھر کرتا ہوں۔ فقیر زینب سے مخاطب ہو کر بولا۔ کیوں زینب شہزادی آپ اس وقت کس فکر و اندیشہ میں ہو اس قدر گذشتہ عرصہ کی بات اب آپکے دل کو کیوں رنج پہنچا رہی ہے +

زینب "مغموم طبیعت کو کسی قدر شگفتہ صورت میں ظاہر کر کے"۔ بھلا حضرت میرے چہرہ کے تیور اور آثاروں سے آپ نے بالفرض اگر نتیجہ نکال لیا کہ میں اس وقت کسی فکر و رنج کے خیال میں ہوں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ جناب کا یہ ایما کہ اسقدر گذشتہ عرصہ کی بات کیوں میرے دل کو رنج پہنچا رہی ہے"۔ چہ معنے!!

فقیر اور بات بھی وہ جو آپ نے سنی سنائی دل میں قرار دے رکھی ہے۔ اِلّا اُسکو نہ خود سننے کا موقعہ ہوا اور نہ اب کسی کی زبان سے آ سانی نکل سکتی ہے۔

زینب "حضرت میں سچ کہتی ہوں کہ مجھے آپ کے عالم الغیب ہونیکا

نہ صرف کامل یقین ہی ہے۔ بلکہ میں اس پر ایمان رکھتی ہوں۔ لیکن براہ نوازش آپ اگر اس وقت میرے اُس خیال کو جو مثل اندرونی سانپ کے میرے دل کو ہر وقت ڈس رہا ہے۔ ظاہر کر دیں۔ تو میں بہت مشکور ہونگی

فقیر:- "چہ خوش یہی خیال ہے جو اس وقت آپکے دل میں گذر رہا ہے کہ ہائے افسوس اُس درگاپوجن کے موقعہ پر جبار خاں کو یہ کیوں تبلایا گیا تھا کہ وہ جبار خاں جس نے اپنی مادر زاد حقیقی ہمشیر کو قتل کروایا ہو اور جب اسکی بیٹی کو اپنی بیٹی بنا کر گرداب معیبت میں ڈالنے کی کوشش کر رہا ہو۔ افسوس جو زینب جیسی نیک طینت لڑکی سے (بدی) برائی کرنیکا خواہاں ہو۔ وہ بھی کس لیے" "کہ اس کے گناہ چھپے۔ ہیں وہ (وہم سے) یوں معافی مانگنے کی جرأت سمجھتا ہے۔

پس اب تیرے دل میں یہ فکر لگ رہا ہے۔ کہ تیری زندگی کا راز عظیم اس طرح ظاہر ہو جانے سے کسی نہ کسی وقت تجھے جبار خاں سے ضرور سخت نقصان پہنچیگا

زینب یہ سنتے ہی چیخ مار کر چلا اٹھی اور دفعتاً اپنی جگہ سے بسبب حالت غشی طاری ہو جانے کے تکیہ پر جس کے سہارے وہ بیٹھی تھی گر پڑی۔

اتنے میں فقیر نے بہت آہستہ بلکہ اشارۃً سکھداسی سے مخاطب ہو کر کہا۔ افسوس یہ تیری بے علمی اور غلطی کا نتیجہ ہے۔ جو اس روز تجھے سمجھایا کچھ گیا تھا۔ لیکن تو نے کچھ اور ہی کیا۔

سکھداسی مہاراج آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن میرا دل ہی جانتا ہے کہ میں نے اس وقت کس حوصلے سے دیوی بنکر جبار خاں جیسے خونخوار ظالم شخص کے سامنے اپنے (پارٹ) کام کو پورا کیا۔ اور مجھے ہرگز معلوم نہیں کہ اس وقت وہ طاقت و حوصلہ مجھ میں کہاں سے آگیا تھا۔ ورنہ مجھ ناچیز و غریب عورت کی کیا مجال تھی کہ سوائے آپ کی برکت اور سختی (سحر آمیز حصہ

کے ایک حرف تک بھی بول سکتی ہو"

اسپر فقیر نے ایک دو دفعہ اپنے دائیں ہاتھ کو زینب کے سر و چہرہ کے نزدیک پھیرا۔ اور اسی حالت غشی میں زینب کے چہرہ کی رنگت بجائے زرد و پژمردہ ہونے کے مثل گل گلاب کی تازگی سے لہلہانے لگے۔ بلکہ ایک دو لمحوں کے بعد اُس کے معشوقانہ لب جو مرجھائے ہوئے پھول کی طرح خاموشی کے بوسے لیتے تھے مثل کلی کے شگفتہ ہو کر نیم پشیمانہ صورت دکھلانے لگے۔ اور اہل نظر کو اُس وقت اُس کے تمام چہرہ کی خوبصورتی ایک ایسے خوابیدہ معشوق کی حالت میں مبدل ہوئے معلوم ہوتی تھی۔ جو میٹھی نیند سوتے ہوئے کسی خوش آئینہ خواب کے نظارہ میں غلطان ہو۔ پس فقیر نے جھٹ اپنی بغل سے سیاہ رنگ کے ایک چھوٹے سے سوٹہ کو (جو ہر وقت اپنے پاس رکھا کرتا تھا۔ اور جسے ہم چوب جادو کا نام دے چکے ہیں۔) نکال کر زینب کے سر پر پھیرا۔ اور اپنے ساتھیوں کو چپ رہنے کے لیئے اشارہ انگشت کر کے زینب سے بڑی دھیمی آواز میں مخاطب ہو کر کہا۔ "تم اسوقت کہاں ہو اور کیا دیکھ رہی ہو صاف صاف بیان کرتی جاؤ"

زینب اسی خواب کی حالت میں بغیر آنکھیں کھولنے اور کسی قسم کی جسمانی حرکت کرنے کے بڑی شیریں آواز سے یوں گویا ہوئی۔ میں کسی باغ میں ہوں۔ اہا اہا۔ کیا خوبصورت مکان ہے اور عجیب قسم کی چمن بندی ہو رہی ہے پھولوں کی خوشبو و مہک سے دماغ معطر ہوا جاتا ہے۔ آب رواں کا سنگین گل تراشیدہ تختوں پر سے گرنا کیا خوشنما معلوم ہوتا ہے اور قسم جانوروں کی چہچہاہٹ اور بلبلوں کا شور وغل تو میرے کانوں کو چھید رہا ہے۔ نہیں نہیں اب شور بہت کم ہو گیا ہے میں کیوں تنہا اس عالیشان مکان میں ہوں۔ چہ خوش!! اُف۔ اُف (زینب کے چہرہ پر اسوقت دلپذیر سرخ رنگت اور بڑی مسرت و شادمانی نمودار ہو رہی تھی۔) کیا اُن کی

صورت پاک میرے سامنے کہیں سے آ کھڑی ہوئی ہے یا ان کی تصویر ہے۔ جو اس مکان میں مجھے نظر آ رہی ہے۔ ورنہ لب تکلم کیوں نہیں کھولتے۔ شاید شاید میں خواب دیکھ رہی ہوں۔ نہیں! نہیں! اُن کے چہرہ پر ہنسی آ رہی ہے۔ اب مجھ سے بات چیت کریں گے۔ اے میرے پیارے میرے راحت دل میں ادب سے آپ کا اسم مبارک زبان سے نہ نکال سکتی ہوں۔ اور نہ کبھی نکالنے کی جرات کرونگی۔ لیکن آپ کو اتنی مدتوں کے بعد آج اس مقام مجھ سے کسطرح یوں بحالت تنہائی ملنے کا موقع ہوا آپ سچ کہدیں آپ کیوں ایسا حسرت بھرا مصرع بجائے میری باتوں کا جواب دینے کے پڑھ رہے ہیں ع

"میرے دل میں ہے خواہش وصل بتاں گو نصیب کسی کو ہوا ہی نہیں"

افسوس عجب بے اعتنائی کی حالت آپ نے اختیار کر رکھی ہے اگر آپ حسرت و یاس سے کام لے رہے ہیں تو میرے بھی ہر وقت یہی ورد زبان رہتا ہے

لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آے نہ اپنی خوشی چلے

اس پر فقیر نے پھر جھٹ چوب جادو کو اُلٹے طور پر زینب کے سر و چہرہ پر پھیرا اور وہ بولنے سے بند ہو کر انگڑائی لیتے ہوئے اِدھر اُدھر پہلو مارنے لگی اور پھر چند لمحوں کے بعد خواب سے نیم بیدار ہو کر ہاتھوں سے آنکھوں کو اسطرح مل رہی تھی۔ جیسے کوئی رات کا سویا ہوا جاگا ہو +

فقیر کسی قدر تامل کر کے۔ "کیا خبر ہے کس حالت میں ہو +

زینب۔ "حضرت مجھے تو آپ نے ایسی میٹھی نیند سولایا کہ سدھ بدھ تک نہ رہی اور یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ کس قدر عرصہ اس خواب راحت میں گذر گیا ہے +

فقیر "اور اب اس مغموم طبیعت کی کیا حالت ہے"+

زینب ذرا مسکرا کر اور اپنے بدن و لباس کو سمیٹ کر) میں نے جو آپ سے عرض کیا۔ کہ ایسی میٹھی نیند سونے سے تمام جسمانی تکلیف و کلفت دور ہو کر میرا بدن ہلکا پھلکا معلوم ہوتا ہے +

فقیر بھلا میٹھی نیند کے مزے ہی لیتی رہی ہو۔ یا کسی خواب کے دیکھنے میں بھی غلطان تھی

زینب بڑے تحیر کی صورت میں۔ "خواب کیسا! میں نے جو آپ سے عرض کیا۔ کہ گذشتہ چند لمحے۔ یا نہ معلوم۔ کہ کسقدر وقت ایسی گہری نیند میں گذرا کہ مجھے اپنے جسم و جان کی ہوش تک نہیں رہی +

اسپیر لکھشمی اور سکھد اسی مسکرا کر زینب کے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ منہ سے کہنا چاہتی تھیں۔ کہ فقیر نے انہیں خاموش رہنے کے لیے اشارہ کیا۔ الا ان کے اس سمجہوتہ کو زینب تاڑ گئی۔ کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ اور کوئی تعجب آمیز وقوعہ ہو گیا ہے۔ جکی اُسے خبر نہیں +

فقیر۔ شہزادی تم سچ کہتی ہو لیکن وہ دیکھو کہ تمہارے لیجانے کے لئے قلعہ سے کشتی آرہی ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اب ہم ایک دوسرے سے رخصت ہو جائیں۔

باب بست و یکم

نگیں باغ

رعنا واڑی اور قلعہ ہری پربت کے مابین ڈل میں ایک چھوٹا سا ٹاپو جزیرہ کہو نگیں باغ کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ فی زمانہ اس ٹاپو میں سا نہ

کسی باغ کا نشان ہے اور نہ کوئی عمارت ہی واقع ہے۔ ہاں چند بڑانے سائیدار چنار کے بڑے بڑے درخت اور کنارہ ڈل پر منہدم شدہ پتھروں کی پختہ دیوار کا کہیں کہیں نشان ملنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیشک کسی زمانہ میں یہ جگہ نہ صرف جائے رونق بلکہ عیش و نشاط کا مقام ہو گا۔ جو اب تک نگین باغ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس زمانہ میں اس اُجڑے ہوئے سنسان چھوٹے سے ٹاپو میں کوئی خصوصیت ہے، تو وہ یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف آب ڈل لہراتا ہوا نظر آنے سے یہ قطعہ تنہائی پسند اور در پردہ عیش کرنیوالوں کے لئے فی الحقیقت ایک مرغوب الطبع جائے نظارہ و عشرت ہے +

پس اس نگین باغ میں ہمارے ناول کے تاریخی زمانہ میں چند خیمے کیمپ کی صورت میں لگے ہوئے تھے۔ جن کے چاروں طرف قناتیں ایستادہ کیے جانے سے شاہی پردہ سرا کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔ لیکن جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ دست قدرت نے جس طرح نگین باغ کے قطعہ کو کوئی تین سو گز کی مربع سطح زمین میں ایک تنہائی کا مقام بنا رکھا ہے ویسے ہی اس وقت شاہی کیمپ کے مختصر ساز و سامان کسی راز و بھید کے مطلب کے لئے وہاں پر مہیا ہو رہے تھے +

قریب شام کا وقت تھا۔ اور ایک گنجان پیڑ چنار کے سایہ میں شہزادی زیب بڑی سوچ و فکر میں کرسی پر بیٹھے ہوئے کبھی آب ڈل کی لہروں کو دیکھ کر جوشش طبع کا اظہار کرنے لگتی۔ یہ اُس کے آغاز جوبن کا جوش تھا جو حضرت عشق کے سایہ میں آ کر جوشش جنون کے آثار دکھلا رہا تھا۔ پھر کبھی وہ لمبی سانس سے نیلگوں آسمان میں سُرخیٔ اُفق کے نظارہ کو دیکھ کر اپنے چہرہ کی رنگت ذرا شگفتگی میں مبدل کر کے اُن ناگفتہ مسرت آمیز خیالات میں مبتلا ہو جاتی۔ جو ایسے حالات

ہیں حضرت عشق کے مکتب کے ابتدائی سبق ہوا کرتے ہیں۔ تسپر کوئی اور جوش زن خیال ایک بھیانک صورت میں اس متوالی نادان عمر بھولی بھالی کے سامنے نمودار کرتا کہ وہ جھٹ کرسی سے اُٹھکر اپنے نازک کف حسرت ملتے ہوئے بلادھڑک منہ سے یہ کہنے لگتی۔ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں۔ مرنا قبول یہ برداشت نہ کرسکوں گی۔ مگر کیا اب آخری وقت آگیا ہے۔ کیا آج کی شام بجائے شب معراج کے شب محرم سے مبدل ہو گی اور خداوند تو مالک ہے!

اتنے میں جھٹ اسکی مہتاب نام خواص نے پیچھے سے آکر اُسے بڑے ادب و انداز سے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اور بڑی آہستگی سے کہا شہزادی صاحبہ ہوش کرو۔ یہ کیا کہہ رہی ہو! کچھہ سوچو تو سہی کبھی کبھی عقل و فکر بھی ایسے حالات میں بہت ضرور ہی ہیں"۔

زینب نے اپنی اس تنہائی کی حالت میں مہتابی خواص کو مخل ہوتے ہوئے دیکھہ کر جھٹ اپنی ہیت کو بدل لیا اور پھر کرسی پر بیٹھ کر بولی۔ مہتابی تیرے سوائے او یہاں کون کون ہے۔

مہتابی حضور صرف میں اور گلاب خادمائیں (جنکو کہ آپ نے اپنی خاص حضوری کا فخر بخشا ہوا ہے اس باغیچہ میں حاضر ہیں باقی باورچی خانہ و دیگر ساز و ساماں کے متعلق خدمتگار لوگ اُن چھہ سات ڈنگوں (کلان کشتیوں) میں وہ دور فاصلہ کنارہ ڈل پر اپنے اپنے کام کر رہے ہیں +

زینب۔ تو میری پیاری گلاب کہاں ہے۔ اور آج تو اُس نے مجھے اپنی شکل تک نہیں دکھلائی۔

مہتاب حضور وہ اکیلی آج شب کے لئے تمام کاروبار ضروری انجام دینے میں مشغول ہے "+

(مہتاب ذرا جرأت و حوصلہ سے خطاب کر کے) "حضور آج بجائے شادمان و خوش
خرم ہونے کے مغموم کیوں ہو رہے ہیں - مانا کہ ان دنوں سرحدی جنگ و جدل
میں آنحضرت مشغول ہونے کی وجہ سے اور بالخصوص پنجاب سے خونخوار سکھوں کی چڑھائی
کی خبریں پہونچنے اور چھیڑ چھاڑ کے آثار نمایاں ہونے سے جیسا کہ چاہئے آپکی
شادی مبارک کو بڑے تزک و احتشام کے سامانوں سے نہیں کر سکتے - اور
اسلئے مصلحت وقت کے لحاظ سے یہی مناسب سمجھا گیا ہے کہ آج شب حضرت صلی علیہ پیغمبر دین
اسلام کے فرمان کے بموجب آپکا عقد مواصلت عالی نسب امیر کبیر عبد الرحمان خان صاحب سے شرعاً باندھا
یہ سنتے ہی زینب کی چیخ بلا اختیار نکل گئی - اور وہ لمبی آہ بھر کر کرسی پر گر پڑی
اُس کی نرگسی آنکھوں سے مثل موتیوں کے آنسو گرنے لگے - اور تار ہچکی بندھ
جانے سے اسکی دونوں چھتیاں مرغ نیم بسمل کی طرح پیرہن کے اندر پھڑ پھڑانے لگیں
اُس پر مہتاب خواص نے بہت ساڈھارس و تسلی دیتے ہوئے اُس کی آنسوؤں کو
رومال ریشمی سے رخساروں سے پونچھ ڈالا - اور بڑی منت سماجت سے ملتجی ہو کر
کہا کہ برائے خدا حضور صبر و استقلال سے کام لیں - اگر آپ جیسی لکھی پڑھی روشن
دماغ عالی خیال شہزادی کا یہ حال ہے تو بس ہم غریبوں کا پھر خدا ہی حافظ ہے
قبل ازیں اُسدن نشاط باغ میں جب اسی شادی مبارک کا یونہی ذکر چھیڑا تھا
تو بھی حضور نے کچھ عجیب و غریب نارضامندی کے خیالات ظاہر کئے تھے
اِلّا اب چونکہ آخری موقعہ آن پہونچا ہے - اور حضور میری خیر اندیشی نمک حلالی -
جان نثاری اور دلی متابعت و وفاداری کو جو آپ کی ذات سے وابستہ ہے بخوبی آزما
چکے ہیں - پس آپ اگر ان اسراروں سے (جو اس بارہ میں کئی بار ظاہر کر دینے کا
آپ وعدہ کرتے رہے ہیں -) اس وقت مجھے واقف کر دیں - تو خالی از فائدہ نہ
ہوگا - کیونکہ معلوم نہیں کہ آئندہ ایام زندگی میں دست مقدر سے کیا کچھ دیکھنا
و بھگتنا پڑے اِلّا اگر معلامات کے حقیقت حال سے آگاہی ہوگی - تو کوئی نہ
نہ کوئی تدبیر و صلاح مصلحت وقت کے لحاظ سے کی جائیگی - آئندہ حضور -

مالک ہیں جسطرح حکم فرمائینگے۔ ہم تابعدار خادمائیں۔ خدمت گذاری بجالائینگی
زینب نے مہتابی کی باتوں کے خواب میں پہلے کچھ عرصہ تک غور سے سوچا
پھر اپنے آپ کو سنبھال کر اور رنجیدہ طبیعت پر قابو پانے کی کوشش کرکے یوں
گویا ہوئی "تو سچ کہتی ہے۔ بیشک اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ تجھ سے اس شادی
کے متعلقہ اسرار و بھیدوں کو ظاہر کردیا جائے۔ ورنہ معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظہور میں
آئیگا۔ بہرحال ایسے بدذات کمینہ صفت شیطان بصورت دیو سیرت شخص سے
تو میں شادی کرنا کبھی پسند نہ کروں گی۔ آخر جان پر کھیل جانا کچھ بڑی بات نہیں
خیر اب مختصراً تو میرے اصل حقیقت احوال کو کان دیکر سن "

میں دراصل سردار عطا محمد خاں کی بیٹی ہوں۔ اور میری ماں جیسا کہ مشہور ہے
بیشک میرے ہر دو چچا محمد عظیم خاں اور جبار خاں کی ہمشیرہ حقیقی تھی۔ میرا ایک
بھائی اکرم خاں حقیقی وارث تخت و تاج قلمرو کشمیر تھا۔ جس کو میرا والد پشاور و
کابل کو روانگی کے زمانہ میں مع میری والدہ کے ان ہر دو چچا صاحبان کی حفاظت
میں چھوڑ گیا تھا۔ لیکن ہائے گردش تقدیر سے جب میرا باپ راہی ملک بقا ہوا
تو ان صاحبوں نے یہہ سوچکر کہ اصلی وارث ملک میرا بھائی ہے۔ اس کی مار
ڈالنے کی نہ صرف تدبیریں ہی کیں۔ بلکہ آخرکار بالخصوص آنحضرت رجبار خاں
اس کی خفیہ ہلاکت کے باعث ہوئے۔ میری والدہ کو اس حال سے جب
خبر ملی۔ تو اگرچہ وہ بیکس اور بے مدد عورت ہونے سے کیا کر سکتی تھی۔ لیکن
اس نے یہ سوچکر اس کے بیٹے کی قتل جس نیت سے کی گئی ہے۔ اگر وہ ارکان
سلطنت پر ظاہر و آشکارا ہو جائے گی۔ تو قاتلان کو ان کی بدافعالی کا سبق
و ثمرہ ملنے کے خود بخود اسباب پیدا ہونے لگیں گے۔ پس اس نے چاہا۔ کہ
وہ پشاور کو میرے ہمیت چلی جائے۔ جہاں پہونچکر مناسب تدارک کیا
جا سکتا۔ لیکن یہ مخالفین حضرات اس کے ارادوں سے تاڑ گئے۔ اور چونکہ وہ
نہایت حسین و شکیل تھی۔ انھوں نے اسے مجبور کیا کہ اس سلطان عبدالرحمان

سے رجسے اب پچاس برس کی ہو رہیں میرا شوہر بنانے لگے ہیں) نکاح کر دیوے
تاکہ وہ بھی ان کے قابو میں رہے۔ اور نیز میرے باپ کی تمام نقد دولت و
جواہرات جو اس کے قبضہ میں تھی۔ ان کے ہاتھ آ جاوے۔ پس میری نیک بخت
دینا ر والدہ نے ان کی اس پیش کردہ تجویز سے بالکل انکار کر کے سخت ناراضی
ظاہر کی۔ اور آخر کار اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اسی بدذات ظالم خونخوار عبدالرحمان
کے ہاتھوں سے میری مظلوم والدہ کو درپردہ ایسے طریق سے قتل کرایا گیا۔
کہ کسی کو مطلقاً خبر تک نہ ہوئی۔ اور عوام میں یہ مشہور کر دیا گیا۔ کہ میری والدہ
مرگ اتفاقیہ سے راہی ملک بقا ہوئی۔ جس کے لئے بناوٹ اور ظاہرداری
کی حکمتوں سے میرے چچاؤں نے بڑا سخت ماتم اس کی مرگ پر کیا۔ الغرض
کہ آجتک اُن کی یہ ظالمانہ کارروائیاں عام و خاص سے پوشیدہ ہیں۔ اور میں
چونکہ اُن ایام میں بہت ہی خورد سال تھی۔ پس میں دور طفولیت سے قدم
نکال کر سمجھ بوجھ کے زمانہ میں پہونچنے سے جبار خاں کو ہی اپنا پرورش کنندہ
اور نگہبان دیکھ کر اسے اپنا اصل باپ سمجھتی رہی ہوں؛؛
"اب اے پیاری مہتاب تو ہی سچ بتا۔ کہ کیا مجھے ایسے ملعون اور خونخوار ظالم
سے جو میری ماں کا قاتل ہو۔ خوش و خرم ہو کر شادی کرنی چاہئے۔ اور پھر
جس حالت میں کہ تمام گذشتہ حالات سے مجھے خبر ہو۔ میری ان باتوں پر
تجھے اگر یقین نہ ہو۔ تو ذرا گلابی خواص کو تو بلا لا"
مہتابی گئی۔ اور گلاب کو اُس نے اپنے ساتھ جلد لا کر حاضر کیا۔ زینب نے گلابی
کی طرف کسی مقررہ صورت میں اپنی انگلیوں سے کوئی شکل بنا کر اشارہ کیا۔
جس کا مطلب وہ جھٹ سمجھ گئی۔ اور پھر اُس سے مخاطب ہو کر زینب نے
کہا "میری ہمدم پیاری گلاب تو سچ بتا۔ کہ کیا مجھے آج خوش برضا اور دلی بشاشت
سے شادی کر شادی کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ یا کوئی اور صورت اختیار کرنی
ضروری ہے"

گلاب ۔ شہزادی صاحبہ جو خدا کی مرضی ہوگی۔ وہ خود بخود ظہور میں آجائیگا۔ لیکن ذرا آپ اُٹھ کر اُس خیمہ میں تشریف لے چلیں۔ اور ملاحظہ فرمالیں۔ کہ آیا میں اپنی خدمت گذاری کے متعلقہ فرائیض کی تکمیل کر چکی ہوں یا نہیں۔ کیونکہ آج رات کے لئے مجھے وہ کام کرنا ہے جو میں نے عمر بھر میں نہیں کیا"۔ یہ کہتے ہی گلاب کے چہرہ پر پژمردگی اور خوف کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور مہتاب سمجھ گئی کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے +

شہزادی زینب مع مہتاب خواص کے گلاب کے ساتھ خیمہ کو روانہ ہوئی یہ کیمپ کسی قدر دور فاصلہ پر ڈل کے کنارے ایک پردہ دار زنانہ حرم سرا کی صورت میں لگایا ہوا تھا۔ اور چاروں طرف قناتیں پھیرے جانے سے اُس کی چار عشتے چار کمروں میں منقسم ہو کر سب طرح سے محفوظ کئے گئے تھے چنانچہ پہلے کمرہ کو معمولی نشست برخاست کی جگہ سمجھنا چاہئے۔ اُس کے بعد کا کمرہ خوابگاہ کے لئے تھا۔ جسمیں ہر طرح کے شاہی ساز و سامان بڑی دلچسپی اور خوش وضعی سے سجائے گئے تھے۔ اور پلنگ پر بیش قیمت بستر و تکیہ رکھے تھے۔

جن کے دیکھتے ہی زینب آگ بگولا ہو کر بولی۔ چہ خوش! "میں نے کیا کیا حکم و ہدائتیں کی تھیں۔ بخلاف جن کے یہ مجھے کچھ اور کا ہی اور دکھائی دیتا ہے خدا میرے دشمنوں کو بھی اس پلنگ پر لیٹنا نصیب نہ کرے" اِس پر گلاب بات کاٹکر بولی "شہزادی صاحبہ ذرا صبر کریں۔ ذرا صبر! آپ کے حکم ہدائیت سے کئی درجہ بڑھکر تعمیل کی گئی ہے۔ جو ابھی آپ ملاحظہ فرمالیں گے +

اس کے بعد خوابگاہ کے کمرہ کے دائیں جانب کا پردہ اٹھانے سے ایک اور چھوٹا سا کمرہ دکھائی دیا۔ جس میں حاجات ضروری کے سامان مردانہ ضروریات کے رکھے ہوئے تھے۔ اور چند نفیس مردانہ پوشاکیں و پارچہ جات مع خوشنما آئینوں کے بڑی پیچ دھج سے آراستہ کر کے کمرہ کو بہت ہی مقبول وضع کا بنایا گیا تھا۔ یہاں سے آگے کمرہ خوابگاہ کے بالمقابل جانب جب پردہ اٹھایا

سے چوتھے کمرہ کا دروازہ دکھلائی دیا۔ جو ٹاٹ جیسے بڑے موٹے اور مضبوط کپڑہ
کی تہ در تہ دئے جانے سے بشکل دروازہ چوبی کے دکھلائی دیتا تھا۔ اور جس کے چاروں
طرف حاشیہ پر کوئی لچکدار ایسی مضبوط لکڑی لگائی گئی تھی۔ جس سے وہ آسانی
کھل سکتا تھا۔ مزید برآں اُس کے ہر دو جوانب میں دو خوبصورت قفل آہنی لگائے
جانے سے مقفل کیا گیا تھا۔ جس کی دونوں کنجیاں گلاب کے ہاتھ میں تھیں۔ پس
اُس نے زینب کو کنجیاں دکھلا کر آہستہ سے کان میں کہا۔ کہ حضور اپنے اس
خاص کمرہ کی نسبت بوقت استفسار کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں آپ کے خاص
حاجات ضروری اور غسل وغیرہ کی چیزیں دھری ہیں۔ اور لیجئے ایک چابی
آپ رکھیں۔ اور دوسری میرے پاس رہنے دیویں۔ کیونکہ میں نے بھی تو آج وہ
فرض عظیم انجام دینا ہے۔ یہ کہکر گلاب نے دروازہ کو کھولا۔ اور سب سامان و
لوازمات زنانہ حاجات کے جو مردانہ کمرہ سے اپنی سجاوٹ و آرائش میں بڑھ
چڑھ کر تھے۔ دکھلائے اور پھر فرش قالین کو ایک گوشہ سے اٹھا کر اُس نے
زمین سے دفن شدہ ایک چھوٹا سا خنجر نکالا۔ جو بڑی آب و تاب سے چمک رہا
تھا۔ اور جس کی تیز دھار خوفناک تاثیر پیدا کرنے والی تھی۔ پس گلاب نے
اس خنجر کو ہاتھ میں لے کر کہا۔ "افسوس میں نے کتنے برسوں سے تیری نگہبانی
کرکے تجھے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اور جس دن کی تاک میں تھی۔ وہ آج تیری کام
میں آنے کے لئے آ پہونچا ہے۔ پس تائید ایزدی سے تو آج انتقام لے کر میرے
فرض عظیم کو پورا کرے گا"۔

اس کے یہ فقرات سنتے ہی زینب تو اپنی جگہ سے ہل گئی۔ اور مہتاب
دزدہ چیخ نکل گئی۔ لیکن گلاب نے انہیں یہ کہکر کہ ہش خبردار! خاموش
دیوار گوش دارد ہوشیار اور چوکنا کر دیا۔ اور پھر بولی۔ افسوس ہائی افسوس
میری زبان بند ہوئے جاتی ہے۔ گلا گھٹ رہا ہے۔ میں کیا کہوں۔ اسی
خنجر سے میری پیاری ملکہ عائشہ (والدہ زینب) کا پیٹ چاک کیا گیا تھا۔

اور اسوقت ہل چل و گھبراہٹ کی حالت میں وہ ملعون ظالم نے اس کے پیٹ میں گھُسے ہوئے ہی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ لیکن جنیز جنت اختر جنہیں کا بدلہ وقت پر دینے والا ہے۔ میں اس دن اور مطلب کے لئے منتظر وقت رہ کر اسے اپنے پاس بڑی حفاظت سے رکھے ہوئے ہوں۔ کہ اسی طرح اس ظالم کے پیٹ میں زخم کاری لگائے جانے سے اس خنجر کا انتقامی مشن پورا کیا جائے

باب بست و دوم

شادی

رات کے آٹھ نو بج گئے ہونگے۔ کہ اس نگین باغ میں چند قندیل و چراغان کی روشنی اُن کے ادھر ادھر درختوں سے لٹکنے سے ہو رہی تھی۔ اور کوئی چوتھائی حصہ میل کی دوری سے کنارہ ڈل پر دو چار بڑی بڑی کشتیاں کھڑی تھیں۔ جن میں کہ باورچی خانہ کا سامان دھرا تھا۔ اور لوازماتِ طعام تیار کئے جانے سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ اور کشمیری ہانجیوں کا شور و شر بھی سنائی دیتا تھا۔ ادھر باغ میں شہزادی زینب اور اس کی خواصیں تو کہیں نظر نہیں آتی تھیں۔ اِلّا سیفو خاں خواجہ سرا جنگی وردی زرق برق کی پہنے اور کمر سے شمشیر باندھے ہوئے بڑے آن وبان سے چند اور خواجہ سراؤں کے ساتھ ادھر اودھر ٹہل رہا تھا۔ اور کبھی کبھی جبارڑے کھول کر بڑی معمولی آواز سے اپنے ماتحتوں کو حکم احکام دیتے ہوئے سخت غصہ بھرے کلمات نکالتا تھا +

نو بج چکنے کے بعد جبار خاں مع امیر عبدالرحمان و خواجہ نور شاہ اور ایک سفید ریش مولویانہ وضع کے پیرمرد کے ساتھ جو غالباً قاضی صاحب تھے۔ پرندے سے اُتر کر باغ میں تشریف لائے۔ اور ایک عالیشان شاہانہ سائیبان کی

نیچے فرش قالین پر نشست پذیر تھے۔ جبار خان نے قاضی صاحب سے پوچھا کہ چونکہ ہم سب یہاں سے واپس جا کر شیر گڑھی میں شب باش ہونا ہوگا۔ اس لئے رسم نکاح کی تکمیل میں جلدی کرنی چاہئے۔ جس کے جواب میں قاضی صاحب نے کہا۔ کہ ابھی ایک ساعت (گھنٹہ) کا وقفہ ہے۔ اور اس اثناء میں ہم لوگ فارغ از طعام ہو جائینگے۔ پس سیفو خاں کو حکم ہوا۔ کہ باورچی خانہ کی کشتی جلد ادھر لے آؤ۔ اور دستر خوان بچھا دو۔ تھوڑے عرصہ میں ہی حکم کی تعمیل ہو کر سب اصحاب دستر خوان پر بیٹھ کر کھانے میں مشغول ہوئے۔ امیر عبدالرحمان خاں کو تو کھانا دانہ کچھ نہ سوجھتا تھا وہ اسی فکر میں تھا۔ کہ کاشکے جلد جلد رسوم نکاح پوری کی جائیں۔ کیونکہ کسی آنیوالی آفت کی آثار خود بخود اُس کے دل پر خوف وخدشہ کی خیالات پیدا کر رہے تھے۔ کبھی کبھی اُس کے دل میں گذشتہ زمانہ کا وہ بھیانک واقعہ یاد آجاتا ہے۔ جب کہ اس نے عائیشہ کو بیگناہی و بیدردی کی حالت میں قتل کیا تھا۔ اور پھر مدتوں سے اُس کی بیٹی زیب کی حسن وجمال پر فریفتہ ودل دادہ ہو کر اُس کے نکاح میں لانے کی تدابیر ومنصوبہ میں متفکر رہا کرتا تھا۔ پس اب وہ اچنبھا سے دل میں کہنے لگا۔ کہ کیا فی الحقیقت وہ وقت آگیا ہے۔ جبکہ اس کے عیش وعشرت کا ساغر حسین وشکیل زیب کے وصال سے لبریز ہو جائیگا اور وہ اپنی راحت ومسرت کی خیالی تصویر کو آج حقیقی صورت میں دیکھ کر اپنی دلی تمنا کو پوری کرے گا۔ پس وہ ان خیالات میں مستغرق ہوئے کچھ کچھ کھاتا جاتا تھا۔ اور بڑی وقار سے باحوصلہ وضع بنائے بات چیت میں بھی شامل تھا۔ پس سب اصحاب فارغ از طعام ہو کر تکمیل رسم نکاح کی فکر میں ہوئے۔

شامیانہ سے سامان دستر خوان وغیرہ اٹھائے جانیکے بعد ایک اور کشتی سے سیفو خان نے بمدد چند خواجہ سراؤں کے اشیاء وپارچہ جات شاہی کو لا کر فرش قالین پر چا بجا رکھ دیا۔ اور دس بجے کے بعد تمام

سامان رسم نکاح فراہم کئے جانے پر خود جبار خاں معہ سیفو خاں کے شہزادی زینب کو لانے کے لئے گئے۔ اور تھوڑے عرصہ میں شہزادی کو معہ اُس کی ہمر دو خواص گلاب اور مہتاب کے لاکر قاضی صاحب کے سامنے عبدالرحمان خاں کے پہلو میں بیٹھا دیا +

اب ٹھیک رسم نکاح کا آغاز ہوا ہی تھا۔ کہ ایک بھیانک ہنسی کی آواز آہا ہا آہ! اندھیرے میں سے آئی۔ جبپر اصحاب جلسہ ادھر متوجہ ہوئے ہی تھے۔ کہ ہنسی بند ہو کر ایک صاف باریک آواز میں یہ فقرت سُنائی دیے " اُف افسوس وہ جبار خاں جس نے اپنی مادر زاد حقیقی ہمشیرہ کو قتل کروایا تھا۔ اور وہ کس شخص سے اس دولہا عبدالرحمان کے ہاتھوں سے! اور وہ کیونکہ عائشہ اس کے عقد نکاح میں آنا قبول کرے۔ آج وہ اس کی لڑکی نیک و پارسا۔ زینب کا اُس سے نکاح پڑھنے لگا۔ کیا جبار خاں ابھی تک تو اپنے گناہوں و بد اعمالیوں سے بیدار نہیں ہوا۔ اور کیا یہ تیری بدکرداریاں تجھے محفوظ رکھ سکینگی "+

اس بھیانک آواز کے سنتے ہی زینب و اس کی خواصوں کی تو چیخیں نکل گئیں۔ اور حاضرین جلسہ ایک دوسرے کے چہروں کو خوف و تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ کہ آناً فاناً میں متصل کے کنارہ ڈل سے اندھیرے میں۔ سپلیش سپلیش کی آواز زور سے آئی۔ و فی الفور بارہ مسلح اشخاص جنکے چہرے کسی جالی دار چیز سے ہوذز) ڈھپنے ہوئے تھے۔ اور اُن کے سیاہ لمبے بال گردن و شانوں پر لٹک رہے تھے۔ سیاہ رنگ کا خوفناک لباس پہنے اور ہاتھوں میں برہنہ شمشیریں پکڑے جھٹ پٹ اہل جلسہ پر حملہ آور ہوئے۔ بس اُسوقت کی ہلچل اور شور و شر کا ناظرین خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں

ان حملہ آوروں میں سے چار اشخاص تو شہزادی زینب کو اُٹھا کر لے جانے لگے۔ اور باقی کے اصحاب جلسہ پر ٹوٹ پڑے۔ احباب جلسہ میں سے

صرف سیفو خاں اور امیر عبدالرحمان کے پاس تلواریں تھیں۔ پس سیفو خان تو جبار خاں کے بچاؤ میں شمشیر جھکا کر جھکا ہی تھا۔ کہ مخالفین میں سے ایک نے ایسا زبردست تلوار کا وار اسپر کیا۔ کہ وہ تو جھٹ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور پھر یہ بہادر قاتل بولا۔ کہ خبردار ہم خون بہانے نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف شہزادی زینب کو تم ظالموں کے قبضہ و پنجہ سے چھوڑا کر لیجانیکا ہے۔ اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو۔ تو الگ ہو جاؤ۔ ہم ہرگز تم کو نہ چھوئینگے۔

پس جبار خاں اور قاضی صاحب تو اپنے آپ کو بے مدد اور پنجہ اجل کے ہاتھوں میں مبتلا دیکھ دیکھ کر جان بچانے کی فکر میں ادھر اُدھر تاک رہے تھے کہ عبدالرحمان نے ان چار اشخاص کو جو زینب کو کندھوں پر اُٹھا کر لیجا نے کو تیار تھے۔ للکار کر مقابلہ کے لئے ہاتھ اُٹھایا۔ جس پیان حملہ آوروں کے سردار نے بڑی موٹی اور بھیانک آواز میں اپنے رفقا کو کہا "تم شہزادی صاحبہ کو جلد کشتی پرلے چلو۔ میں اس پاجی پرانے گیدڑ سے جو دولہا کا سوانگ بنے ہوئے ہے سمجھ لیتا ہوں"

اسپر عبدالرحمان خاں اور سردار میں مٹھ بھیڑ ہوئی تھی۔ کہ ایک مسلح شخص نے یہ کہکر کہ ابھی جان سے مارنا واجب نہیں۔ جھٹ عبدالرحمان کی بائیں ٹانگ پر تلوار کا وار کر کے اُسے زمین پر لنگڑا کر کے گرا دیا۔ اور حملہ آور زینب کو اُٹھا کر جس طرف سے آئے تھے۔ چلدئیے۔ اور پھر پہ سلیں سلیں کی آوازیں ان کی کشتی کو زور سے چپے لگانے کی سنائی دیں۔ الا وہ دو چار منٹ میں ہی کنارہ پر پہونچکر جھٹ غائب ہو گئے۔

باب بست و سوم

چشمہ ویری ناگ

بیری ناگ کیا ہے :. ایک چشمہ کا نام ہے - جہاں سے دریائے جہلم نکلتا ہے اور جیسے کہ دستِ قدرت نے اسے جس خوبصورتی سے بنایا ہے۔ ویسے ہی عاشقان فطرت رُبانی نے اس مقام کو جائے عیش و عشرت اور دل افزا بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا موجودہ صورت میں یہ چشمہ ہشت پہلو سنگین کنارے لبریز ساغر کی طرح آب شیرین سے بھرا ہوا دامن کوہ بانہال میں واقع ہے - بلحاظ وسعت ۲۷ گز مدور اور ۵۰ فیٹ سے زیادہ گہرا ہے اس میں مچھلیاں بکثرت ہیں - اور دریائے جہلم مثل ایک خوبصورت چھوٹی سی نہر کے اس میں سے نکلتا ہے -

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ عاشقان فطرت رُبانی نے اس مقام کو جائے عیش بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا پس اس چشمہ کے تمام جوانب میں بشکل دائرہ عمارات شاہی و باغات بنے ہوئے بڑے خوبصورت دکھائی دیتے ہیں - بالخصوص چشمہ کے کناروں پر کی عمارات دو منزلہ وضع میں استادہ نظر آنے سے اس کی شان کے شایان ہیں +

سب سے اول جس شہنشاہ ہند کا خیال مبارک اس کی مبارک تعمیر پر آیا تھا - وہ ہمارے رنگیلے چغتائی بادشاہ جہانگیر اور اس کی پیاری دلبر بانو جہان کی گذشتہ نشانیاں و یادگاریں ہیں - جو اب تک قائم ہیں - چنانچہ اس چشمہ کے گرد چوبیس محرابوں میں سے ایک . . . .

نوٹ - مصنف نے بہمراہ مسٹر بلوڈن صاحب بہادر ریذیڈنٹ کشمیر اس مقام پر کئی بار مقیم رہ کر عجیب تاریخی حالات دریافت کئے - چنانچہ وزیر وزارت علاقہ نے بیان کیا کہ اس جگہ آب چشمہ غیر محدود صورت میں دور تک پھیلا ہوا تھا - لیکن بحکم شہنشاہ بیگم نور جہان بڑی بھاری کو تیشوں سے آہنی چادریں زمین دوز کرتی ہوئے آب چشمہ کو استقام پر لا بند کیا بہ کبھی رات کے وقت وشتی چراغان چشمہ پر کیجاتی ہے تو عجیب کیفیت وہاں نظر آتی ہے مسدود

کے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے۔

"بادشاہِ ہفت کشور عدالت گستر ابو المظفر نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی بتاریخ سنہ ۱۵ جلوس درین سرچشمہ فیض آئین نزول اجلال فرمود۔"

تاریخ

از جہانگیر شاہ اکبر شاہ - این بنا سر کشیدہ بر افلاک
بانئے عقل یافت تاریخش - قصر آباد و چشمہ ورناگ

اس کے بعد اس چشمہ کی تعمیر و مرمت کا خیال اسی رنگیلے بادشاہ کے فرزند بلند اقبال شہنشاہ شاہجہان کے دل میں اُس زمانہ میں نقش پذیر ہوئی سے آج اپنی یادگار ہمیں ان اشعار میں دکھلاتا ہے۔ جو چشمہ سے باھر آنے پر دوسرے سنگ موسے پر جواب شکستہ ہو رہا ہے۔ کندہ ہیں۔ اشعار۔

حیدر بحکم شاہجہان بادشاہ دھر
شکر خدا کہ ساخت چنین آبشار جوئے
این جوئے دادہ است زجوئے بہشت یاد
زین آبشار یافتہ کشمیر آبروئے
تاریخ جوئے گفت بگو شم سروش غیب
از چشمۂ بہشت برون آمدہ است جوئے

عمارات چشمہ کے باھر ایک وسیع قطعہ باغ ہے۔ جس میں سے کہ یہ چھوٹی سی نہر (یعنی دریائے جہلم) بہتے ہوئے خوبصورت نظارہ دکھلاتی ہے۔ اور اگرچہ فی زمانہ بیرونی عمارات باغ تو منہدم ہو چکی ہے۔ لیکن پھر بھی نہر کا باغ کے درمیان سے گذرنا اور دور فاصلہ پر چھوٹی سی بارہ دری کا نظر آنا ایک عجیب کیفیت دل میں پیدا کرتا ہے +

پس ہمارے ناول کے زمانہ میں رنگین باغ کے گذشتہ وقوعہ سے دو ...

دن بعد وہ پیر چشمہ ویری ناگ کے ارد گرد قریباً پانصد خالصہ فوج کے سوار وپیادے خیمہ زن پائے۔ اور وہ آہستہ آہستہ آپس میں بات چیت کرتے ہوئے کسی اضطراب کی حالت میں نظر آتے تھے +

جمعدار فوج "یارو عجب تماشہ ہے۔ کہ اگر صرف چند گھنٹوں کے لئے ہی ہمارا یہاں مقیم رہنا تھا۔ تو اِن بلند پہاڑوں سے گذر کر یہاں پہونچنے اور پھر آج رات ہی یہاں سے پیرپنچال کے اس پار اپنی فوج میں جا ملنے کے لئے جو حکم دیا گیا ہے۔ اُس کے کیا معنے ہیں +

صوبہ دار۔ بات کا کھٹکا نہیں!! ہرگز نہیں۔ یہ تم کو کس نے حکم دیا ہے۔ کہ آج رات یہاں سے کوچ کر کے واپس چلا جانا ہے۔ بلکہ سردار شیر سنگھ نے جو سفیر صاحب کے مشیر ہیں۔ مجھ کو یہ حکم احتیاطاً دے رکھا ہے۔ کہ سفیر صاحب کے حکم کے ہر وقت منتظر رہو۔ اور فی الفور حکم کے پہونچتے ہی یہاں سے پیرپنچال کے اس پار جا کر مقیم ہو جانا ہوگا +

جمعدار۔ واہ۔ واہ! خوب تو یہ کیا ہوا۔ یہ تو میرے کہنے سے بھی بڑھ چڑھ کر بات نکلی۔ میں نے تو کہا تھا۔ کہ آج رات کو یا غالباً نصف شب کے بعد ہم کو کوچ کرنا پڑے گا۔ لیکن آپ کے فرمانے کے بموجب تو ہر وقت فکر کوچ و واپسی دامن گیر رہنا چاہئے +

ناظرین ادھر تو یہ بات چیت ہو رہی تھی۔ اُدھر چشمہ کی اندرونی عمارات میں ٹھیک شام کے پانچ بجے ہوں گے کہ چشمہ کے کنارہ پر دو خوبصورت شہری کشمیری قلمکاری کی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کے آس پاس بڑی خوبصورت قیمتی قالینوں کا فرش بھی بچھا ہوا تھا۔ ایک کرسی پر ہمارے ناول کی ہیروئن شہزادی زینب تنہا بیٹھے ہوئے چشمہ کی مچھلیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو سینکڑوں کے جھنڈ میں تیرتے ہوئے اِدھر اُدھر جاتی تھیں۔ اور کبھی پھر ٹھہر ٹھہر کے دوسری جانب دوڑنے لگ جاتی تھیں +

زینب کی مغموئے طبع اور پریشانئے دل عجیب آثار دکھلا رہی تھی کبھی چپکے سے وہ ایک ایسی سانس لیتی۔ کہ مثل جوار بہا اٹھا کے اس کی چھتیاں موج زن ہوکر بیٹھ جاتیں۔ اور پھر دو چار آنسو اُس کی آنکھوں سے خود بخود نکلکر مثل قطرہ شبنم کے اُس کی موتیوں کی مالایں جو وہ پہنے ہوئے تھی۔ غایب ہو جاتے اور کبھی اُس کے جوش زن سینہ پر گر کر اس کی گرمی کو ٹھنڈا کرتے۔ زینب کے تصوّر میں اُس وقت دو خیالی تصویریں نقش پذیر ہو رہی تھیں کبھی وہ اپنی لاتعلق دُنیا کی گذشتہ حالات پر توجہ دھر کر لب حیرت و تعجب وا کرکے ایک ہلکی سانس نکالتی پھر یکا یک سفیر پنجاب کی محبت قلبی کا خیال اس کی مغموئی طبع کو مسرت آمیز حالت میں مبدل کرکے اُس کے مُنہ سے بلا اختیار یہ شعر نکلتا۔

”مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد“

زینب نے اس شعر کو مکرر سہ کرر اپنے آپ کو بحالت تنہائی پاکر بڑی سُریلی آواز سے پڑھا ہی تھا کہ اتنے میں سردار فتح سنگھ بھی ایک جانب سے نکلکر جھٹ اس کی کرسی کے سر پر یہ کہتے ہوئے آکھڑے ہوئے + ؎

ان نینن کا یہی بسیکھ۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ

اور پھر بڑے پیار و محبت سے زینب کے چہرہ پر تاک کر اور اس کی چشم دوجاں سے آنکھیں ملا کر کہا ”کس سوچ میں ہو پیاری بولو۔ آنکھیں تو ملاؤ دل کہاں ہے“ +

بجواب جس کے زینب کے مُنہ سے بلا اختیار یہ شعر نکل گیا۔

”نعال من کہ چو کنم بے رفت دارم خبر یا نہ۔ دل من سوخت آیا در دلت باشد اثر یا نہ“

اس پر سفیر نے زینب کو جھٹ گلے سے لگا لیا۔ اور فرط محبت سے اس کے سینہ رخسار کو بوسوں سے سُرخ بنا کر کہا۔ پیاری زینب اب کیوں

رنج آمیز خیالات کا یوں اظہار کر رہی ہو۔ شکر ہے خداوند تعالےٰ کا جس نے کہ تجھے اُن ظالموں کے پنجہ سے چھڑا کر میرے ساتھ امن و آرام سے رہنے کا موقع دیا ہے۔ ورنہ میرے بہادر سپاہی اگر کسی قدر دیر سے پہونچتے تو نہ معلوم کہ کیا کچھ ظہور میں آتا۔ اور یہ پوشاک شادی (نکاح) جسے میں دیکھ کر دل و جان سے شاد ہو رہا ہوں۔ کس دولہا کے لئے پہنی گئی تھی۔ الٰہی خدا نے کس کی مواصلت کا جوڑا بنایا؟"

زینب بات کاٹکر "ہاں سچ ہے! لیکن اُس کا علاج بھی میری وفادار خادمہ گلاب نے کر رکھا تھا"

گلاب کا نام لیتے ہی زینب کے چہرہ کی رنگت پھر بدل گئی۔ اور وہ بڑے افسوس و حسرت سے سرد آہ بھر کر بولی۔ مجھے اپنی رہائی و مخلصی حاصل کرنیکی اتنی خوشی نہیں ہے۔ جسقدر گلاب اور مہتاب سے بچھڑنے کا غم ہے۔ برائے خدا کسی طرح سے اُن کو بھی میرے پاس لا دو۔ تو میں آپ کی اگرچہ پہلے ہی سے مدت العمر کے لئے مشکور ہوں۔ تہ دل سے احسان مند ہونگی۔ مجھے ہر وقت اپنی پیاری خادماؤں کا رنج و فکر دامنگیر ہے۔

سیفو نے پھر زینب کو گلے سے لگا کر پیار کیا۔ اور دوسری کرسی پر اُس کے پہلو میں بیٹھ کر اُسے فرط محبت سے دلاسا و تسلی دیتے ہوئے کہا۔

پیاری زینب تو اپنے خاوند مسبب الاسباب پر بھروسہ رکھ کر دیکھ تو سہی کہ دست غیب کیا کچھ رنگ دکھلاتا ہے۔

"زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے"

جس اکال پورکھ نے ہماری خیالی تمناؤں کو آج یوں ہمیں یکجا ملا کر پورا کیا ہے۔ وہ نہ صرف تیری دونوں خادمائیں ہی تجھ سے ملائیگا۔ بلکہ اگر اس پروردگار عالم نے ہمارے ارادوں میں پوری کامیابی بخشی تو تمام گلمرگ و کشمیر کی کایا پلٹ کر دکھا دینگے۔ اور جن بدبخت ملعون ظالموں کی آنکھوں سے

تجھے رنج وعذاب آجتک پہونچتا رہا ہے۔ اُن کی بداعمالیوں کی سزائیں قرار واقعی طور پر اُن کو دیجائینگی +

زینب۔ "مجھے یہ بھی خوف لگ رہا ہے۔ کہ آپکے سرینگر سے چلے آنے اور میرے زبردستی لائے جانے اور پھر افواج خالصہ کی سرحد پر پہونچ جانے کی خبریں وحشت اثر صورت میں مشتہر ہونے سے جبار خاں اپنے بداندیش ارادوں اور اس ملعون (عبدالرحمان خاں) کی صلاح ومشورت سے متاثر ہوکر حضرت رازدان پر کہیں ہاتھ نہ اٹھا بیٹھے ہیں +

سفیر۔ "نہیں پیاری توان بزدلانہ خیالات کو ھرگز دل میں نہ لا۔ فقیر اپنے عملیات اور علمی طاقت پر قادر ہوکر اپنے تحفظ کے پورے سامان وسایل رکھتا ہے۔ کسی کی کیا مجال ہے کہ اُس پر آنکھ اُٹھا سکے +

زینب۔ "رخ پژمردہ کو شگفتہ کرکے" بیشک آپ سچ فرماتے ہیں۔ اہا! ہاہا! چھپہ چھپہ یا خداوندپناہا۔ سچ سچ۔ بیشک آپ سچ فرماتے ہیں"

زینب کی طبیعت پر ان تغیرات کو دیکھ کر سفیر نے کہا۔ پیاری زینب تجھے میری قسم سچ بتا کہ اس وقت کن خیالات کو یاد میں لاکر یہ تعجب آمیز فقرات نکال رہی ہو +"

زینب۔ "کچھ نہیں! نہیں۔ آپ اس قدر بیقرار ہوکر اپنی جان کی قسم جو جہان کی تمام چیزوں سے مجھے عزیز تر ہے۔ اور اس وقت اگر میرے دلکو کوئی چیز ڈھارس وحوصلہ دینے والی ہے۔ تو وہ صرف آپ کی ذات مبارک ہی ہے اس طرح پر کیوں قسم کھاتے ہو۔ منئے بات یہ ہے "تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک روز بڑی محل میں اور لکھشمی وسکھداسی وغیرہ فقیر صاحب کی خدمت میں بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہی تھی۔ کہ انہوں نے اثنائے گفتگو میں اپنا خاص عمل مجھ پر کرکے بحالت خواب مجھے جو کچھ کہ آج یہاں گذرا ہے ایمدن ہی دکھلا دیا تھا۔ جس کی شہادت اگر میری پیاری گلاب یہاں ہوتی۔ تو

وہ بخوبی دے سکتی" یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ شیر سنگھ نے آکر چپکے سے سفیر کے کان میں کوئی بات کہی۔ اور منتظر حکم ہوا +

سفیر۔ بہت خوب! جلد جاؤ! اور تیاری کر دو۔ ہمیں بیشک اب بہت جلد یہاں سے روانہ ہو کر پیر پنچال کے اُس طرف پہونچ جانا چاہئے +"

شیر سنگھ کے جانے پر زینت نے حیرت زدہ ہو کر سفیر سے کہا۔ کیوں پیارے! کیا بات ہے! سچ کہو۔ کوئی مشکل تو پیش آتی نظر نہیں آتی +

سفیر۔ نہیں میری پیاری۔ کچھ فکر و مضائقہ نہیں۔ ابھی ایک سوار نے آکر اطلاع دی ہے۔ کہ سرحد سے اُس بار ہماری سپاہ کے نمودار ہونے سے (جو صرف آپ کو یہاں سے بحفاظت تمام لیجانے کے لئے میرے دوست سپہ سالار نے بھیجی تھی۔) جبار خاں نے جھٹ اُدھر کسی قدر فوج روانہ کر دی ہے۔ جو بہت جلد سے جلد کل صبح تک یہاں پہونچ سکیں گے۔ لیکن مینے ابھی حکم یہاں سے کوچ کرنے کا دیدیا ہے۔ اور ہم کل صبح ہوتے ہی پیر پنچال کے اس پار اپنی خالصہ بہادر سپاہ کی کمپ میں جا شامل ہونگے۔ بس اب آپ تشریف لے چلیں بہت جلد کوچ کی تیاری ہو رہی ہے +

باب بست چہارم

خالصہ لشکر کی کشمیر پر چڑھائی

ہم باب ہفدہم میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ پیربس کے دربار خالصہ میں ہنود مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر حاضر ہو کر کشمیر میں اسلامی ظلم وستم کے فریاد کر چکے تھے مہاراجہ صاحب نے کشمیر پر خالصہ فوج کی لشکر کشی کا حکم دیدیا تھا۔ چنانچہ اس وقت خالصہ فوج کی چڑھائی کی خبر مشتہر ہونے سے کشمیر میں اسلامی فرمانرواؤں نے

جو جو جور و جفا بے گناہ رعایا کشمیر پر جاری کر رکھے تھے۔ اُن کے حالات کو بھی ناظرین بخوبی مطالعہ کر چکے ہیں +

لیکن اب واقعی طور پر جب عظیم خان کو خالصہ فوج کی کشمیر پر لشکر کشی کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ تو اُس نے سنہ ۱۸۷۱ء میں قلمرو خطۂ بینظیر سے بوریا بندھنا باندھ کر چل دینے کی تیاری کر دی۔ پس اوس نے اپنے برادر عزیز جبار خان کو نیابت پر مقرر کر کے شروع سنہ ۱۸۷۴ء بکرمی میں یعنے تقریباً چھ سال کے مظالم اور بیداد گری کے بعد براہ پارہ مولا سلطنت کابل کا راستہ لیا +

عظیم خاں کی روانگی کے بعد چار ماہ تک جبار خاں نے مسند قلمرو کشمیر پر فرمانروائی کرنے سے اپنے جور و جفا کو درجہ الم تک پہونچا دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر خالصہ کے فی الفور سرحد کشمیر پر پہونچ جانے سے سردار فتح سنگھ سفیر دربار پنجاب بھی جیسا کہ باب ماقبل میں بیان کیا گیا ہے کوہ پیر پنچال کی سرحد کشمیر عبور کر کے اپنے خالصہ لشکر میں جا شامل ہوئے +

افواج خالصہ بسر کردگی شاہزادہ کھڑک سنگھ صاحب بہادر فرزند دلبند شیر پنجاب زیر کمان راجہ گلاب سنگھ صاحب تمالی تبار سرداران ہری سنگھ نلوہ و جوالا سنگھ و حکما سنگھ چمنی و سرداران اٹاری والا و مصر دیوان چند صاحب وغیرہ وغیرہ تسخیر قلمرو کشمیر کے لیئے لاہور سے روانہ ہو کر براستہ بھمبر و گجرات کوچ کر کے پہلے تھنہ منڈی میں مقیم ہوئے۔ جہاں سے مختلف دستوں میں منقسم ہو کر حصۂ کلاں کوہ پیر پنچال کے دامن میں خیمہ زن ہو چکا تھا +

پس اُس زمانہ میں تمام قلمرو کشمیر میں سخت شورش و ہل چل پڑ رہی تھی۔ کوہ پیر پنچال کی بلند چوٹیوں پر خالصہ سواران کی نیزہ ہائے شعاع آفتاب میں اپنی چمک دمک کی جھلک سے چشم دشمنان کو نابینا کر رہی تھی۔ اور پھر خالصہ علم پھریرہ بلند کوہستان پر اُڑتا ہوا مظلوم رعایا کشمیر کو دور سے نشان رستگاری دامن راحت دکھلا رہا تھا۔ اور بسر [illegible] آتا اپنی دروں

میں سے گونجتے ہوئے نکلکر دشمنوں کے کانوں کو خوفناک سنائی دیتی تھیں اور ان کے دلوں کو ہراساں و مغموم بنا رہی تھیں۔ لیکن غریب و مصیبت زدہ لوگ تو انہیں شادمانی و خوشحالی کے پیغام سمجھ کر دلوں میں خوش و خرم ہوتے تھے کیونکہ باشندگان کشمیر کی کایا پلٹ ہونیکا زمانہ آ پہونچا تھا +

جبار خاں کو جب خالصہ لشکر کے سرحد پر پہونچ جانے کی خبریں پہونچیں۔ تو اس نے سپاہ کشمیر کو فراہم کر کے پیر پنچال کی طرف روانہ کرنے کا تدارک کیا لیکن سپاہیوں کی حالت بہت خراب و خستہ تھی۔ کئی ماہ تک بقایا تنخواہ نہ ملنے کے باعث ان کے عیال و اطفال بڑی تنگدستی سے افلاس غربت کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے گذارہ کر رہے تھے۔ جس سے یہ لوگ بالکل بددل اور کم حوصلہ ہو رہے تھے۔ پس فوج یوں تو کر کے بسر کردگی سردار عبدالرحمان خاں پٹھے زائی و ولی محمد خاں آخور باشی مقابلہ کے لئے روانہ کی گئی۔ اور خود جبار خاں بھی بحیثیت فرمانروائے کشمیر فوج خالصہ کے حملہ کے روکنے کے لئے روانہ ہو کر موقعہ جنگ پر پہونچا۔

چنانچہ کریوہ دئی پور میں پہونچکر اولاً سپاہ کشمیر خالصہ لشکر پر حملہ آور ہوئی لیکن بالمقابل خالصہ بہادروں کے جو معرکہ آرائی میں تجربہ کار اور جنگ آزمودہ تھے۔ کشمیری بزدل فوج کی کیا مجال و طاقت تھی کہ میدان کارزار میں داد مردانگی دینے کے لئے پاؤں جما کر استقلال سے کام لیتی۔ بالخصوص سردار ہری سنگھ نلوہ رستم ثانی اور شجاعان اٹاری والا نے تو اپنے حصص لشکر کو للکار رزمگاہ میں لڑانے سے آناً فاناً میں سپاہ کشمیر کو سراسیمہ و پریشان حال کر کے تتر بتر کرنا شروع کر دیا +

سپاہ خالصہ نے اپنے آپ کو یوں مظفر و منصور دیکھ کر پھر اس حصہ فوج کشمیر کا محاصرہ کر لیا۔ جو زیر کمان سردار عبدالرحمان خاں اور جبار خان پاؤں جمائے لڑائی کے لئے مستعد ہو رہی تھی کیونکہ جبار خاں کو بخوبی معلوم تھا

کہ اُس وقت اس کا میدان کارزار سے شکست کھانا قلمروِ کشمیر کی فرمانروائی
کو ہاتھ سے دینا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس کے دل پر یہ خوب منقش تھا۔ کہ
رعایا کشمیر اُس سے برگشتہ ہونے سے سپاہ مخالفین کے داخلہ پر ہرگز روک و
مقابلہ نہ کرے گی۔ بلکہ خیر مقدم کہیگی۔ پس اُس نے عبدالرحمان خاں کو للکار
کر کہا۔ کہ "بھائی جان کیا حالت ہے۔ رُخ تقدیر کو دیکھتے ہو۔ کہ کس طرح بر
گشتگی کے رنگ دکھا رہا ہے۔ اور ہوائے مخالف پھریرۂ علم کو کدھر اُڑا رہی ہے"
عبدالرحمان خان"۔ ہاں مقدر آزمائی کا موقعہ تو یہی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے
کہ مخالفین دمبدم زور پکڑتے اور قدم بڑھاتے آتے ہیں اور ہماری فوج بجائے
مستقل مزاجی سے کام لینے کے پس پا ہوئی جاتی ہے۔ اور بلحظہ بلحظہ رُخ
شکست پھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اتنے میں ولی محمد خاں کے زیر کمان فوج نے
بھاگنا شروع کیا ہی تھا۔ کہ سپاہ خالصہ سے فتح! فتح! کے نعرے بلند ہوئے
اور جھٹ اس وقت سردار فتح سنگھ بہادر فتح! فتح کا نعرہ زور سے مارتا ہوا برہنہ
شمشیر کو چمکا کر عبدالرحمان کے سر پر پہونچا۔ اور دہشت ناک بہادرانہ آواز کے
لہجہ میں للکار کر کہا۔ کہ" او عبدالرحمان دو ہاتھ کرنے کا اب موقعہ ہے۔ چوری
چوری گھات میں انتقام لینے کے فکر میں لگے رہنے سے یہ وقت داد مردانگی
دینے کے لئے بہت عمدہ ہے"۔ یہ کہکر سردار موصوف نے اپنے گھوڑے کو گردش
دی جسپر عبدالرحمان بھی جوش عزت سے مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ لیکن اُسکا
حوصلہ دمبدم پست ہوتے جانے سے اُس کا وار او چھا پڑنے لگا۔ اور سفیر
پنجاب غالب ہو رہا تھا۔ آخر ش وہ راہ گریز اختیار کرنا چاہتا ہی تھا۔ کہ
فتح سنگھ نے نیزہ کی زد سے اُسے زین سے اوٹھا کر زمین پر دے پٹکا۔ اتنے
میں جھٹ جبار خان نے عقب سے ہو نکر سردار فتح سنگھ پر وار شمشیر کرنے کیلئے
ہاتھ اوٹھایا۔ لیکن بہادر شیر سنگھ ایڈی کانگ سردار فتح سنگھ نے بالمقابل بھگکر
جبار خان سے کہتے ہوئے کہ حضرت ایک کے ساتھ ایک ہی بھلا ہے شمشیر

کا ایسا ہاتھ چلایا۔ کہ اُس کا بازو معہ تلوار کے شانہ سے کٹ کر دور جا گرا۔ پھر شیر سنگھ نے فتح سنگھ سے کہا۔ کہ سردار صاحب آپ عبدالرحمان کا کام تمام کریں میں اس جبرو (جبار خان) مسلے سے بھگت لیتا ہوں۔ اسے میرے لئے چھوڑ دو +

چنانچہ سردار فتح سنگھ نے فی الفور عبدالرحمان خان لنگڑے کو جو پہلے ہی زخم نیزہ سے سخت زخمی ہو کر بھاگنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اپنے چند بہادر سپاہیوں کے حلقہ میں گھیر لیا۔ اور خالصہ فوج کی مدد پر مدد پہونچنے سے تمام کشمیری سپاہ جو مذکورہ بالا کشمیری سرداران کے ہمرکاب تھی۔ تتر بتر ہو گئی۔ پس سردار فتح سنگھ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ دیکھو شیر سنگھ سے بولو کہ خبردار جبار خان کو قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ اسے مقید کر کے بحضور مہاراجہ کھڑک سنگھ بہادر صاحب پیش کرنا ہے۔ تاکہ جس طرح سے آنحضور مناسب سمجھیں اس کی ذات سے سلوک کریں +

اتنے میں سفیر موصوف سردار عبدالرحمان کی نسبت کچھ حکم دیا ہی چاہتا تھا کہ درباشا پنڈت نے جھٹ ایک تلوار کا ہاتھ مار کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اور نعرہ بلند کر کے کہا۔ سری واہگورو جی کا خالصہ۔ واہگورو جی کی فتح! مہاراج! سردار صاحب ایسے موذی کا قید میں زندہ رہنا مناسب نہ تھا۔ میں قبل از جناب کا حکم زبان سے نکلنے کے اسے یوں قتل کرنے سے اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکا۔ اس لئے آپ سے خواستگار معافی ہوں"

سردار فتح سنگھ۔ اُف! آہ! پنڈت جی تم نے بڑی جلدی کی۔ تم نہیں جانتے کہ میں نے کیسی سخت موت اور شدید عذابوں سے ایسے بدذات شیطان کو کچی کھال میں کھنچوانا تھا +

درباشا پنڈت سردار صاحب کے کان کے نزدیک ہو کر "مہاراج آپ

معاف فرمایں۔ شہزادی زینب کا دشمن ایک دم بھر بھی جہان میں زندہ رہنا چاہئے معلوم نہیں کہ کیا کچھ اور ہی رنگ وشگوفہ کھلتا۔ کیونکہ ایسے اسیران سلطانی کے حق میں بعض اوقات اچھے سلوک ہو کر جان بخشی ہو جایا کرتی ہے +

میں اگرچہ غریب پنڈت کوئی لائق صلاحکار یا سپاہی نہیں ہوں لیکن اس مبارک موقع کی تاک میں اس میدان کارزار میں انہیں اغراض کے لئے حاضر خدمت ہوں +

سردار فتح سنگہ کے دلپر زینب کا نام سنتے ہی کئی طرح کے مسرت آمیز خیالات آئے۔ اور اس کے خشم آلودہ چہرہ کی رنگت فی الفور بدل جانے سے اُس نے کہا کچھ مضائقہ نہیں۔ خیر جو ہوا سو ہوا !! +

بعدہ سردار موصوف نے جبار خان کی طرف جاکر دیکھا کہ شیر سنگہ اور اس کے بہادر ہمراہیوں نے اس کی مشکیں باندھ رکھی تھیں۔ اور وہ زخمی حالت میں فرش گھاس پر پڑا تھا۔ اُس کا دایاں ہاتھ قطعاً کٹ جانے سے وہ سخت مجروح ہو کر حالت نزع کے آثار دکھلا رہا تھا الاحبب اُسنے اپنے سرہانے سردار فتح سنگہ کی آواز سنی تو اُس نے آنکھیں کھولکر اُس کی طرف غصہ بھری نگاہ سے دیکھا لیکن درباشا پنڈت نے بلند آواز سے اُس کے متصل ہو کر پوچھا۔ کہو حضرت ! اب بھی فرعونی گھمنڈ کا نشہ سر سے اُترا ہے۔ یا نہیں۔ او ! ملعون کیا تجھے یہ بدون نہ سوجھتا تھا۔ جو تو نے ہم غریب مظلوموں کو یوں نشۂ غفلت میں بدمست ہو کر ستانا شروع کیا ہوا تھا۔ سکھ سپاہیوں نے تب میں جبار خان کو ڈولی میں ڈال لیا۔ اور حسب الحکم سفیر صاحب اُسے خالصہ کیمپ کی طرف لیچلے

اُسوقت میدان کارزار کی عجیب حالت ہو رہی تھی ہر غزار کشمیر کے میدانوں میں بجائے گل لالہ و بنفشہ کے سرخ گلوں کی رنگت نظر آنے کے بارش خون کا پانی چاروں طرف پھیلا نظر آتا تھا۔ اور مُردہ سپاہیوں کے اجسام پر زاغ و زغن مجتمع ہو کر اُن کے گوشت کے ٹکڑے نوچ نوچ کر کھانے سے عید منا

رہے تھے۔ اُدھر کیمپ خالصہ سے سری واہگوروجی کا خالصہ۔ سری واہگوروجی کی فتح کے نعرے گونج کر نکل رہے تھے +

کوہستان کشمیر کے دروازہ سے جہاں ہر وقت سوائے سُنسان سماں رہنے کی نوبت ونقارہ کی آوازیں سنائی نہ دیا کرتی تھیں اسوقت عجیب شورِ محشر برپا ہوا۔ نظر آرہا۔ اور دور سے سنائی دے رہا تھا۔ یعنی ایک طرف تو کشمیری سپاہ کے رہے سہے آدمی اپنی جان بچانے کے لئے سراسیمہ حالی میں بھاگتے ہوئے نظر آتے تھے دوسری جانب خالصہ دلاوروں کے چہرے فتح وفیروزی سے لہلہا رہے تھے اور وہ خوشی وخورمی سے قومی گیت گاتے ہوئے اپنے خیمہ وکیمپ کو آراستہ وپیراستہ بنا رہے تھے۔ اور کچھ حصہ فوج کا دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہوکر لوٹ گھسوٹ کرتا ہوا آگے بڑھا جاتا تھا +

ناظرین ناول۔ اس کے بعد سپاہِ خالصہ مختلف حصص میں منقسم ہوکر خطہ کشمیر کے مختلف مقامات پر دخل پانے کے لئے روانہ ہونی شروع ہوگئی جس صورت میں کہ صوبہ کشمیر جبار خاں زخمی ہوکر مقید ہوچکا تھا۔ اور عبد الرحمان خاں سپہ سالار فوج ملک عدم کو سدھار گیا۔ تو پھر باقی کون ایسا عہدہ دار تھا۔ جو خالصہ لشکر کی آمد آمد کا سدِ راہ ہوسکتا + تمام ہندو رعایا یعنے پنڈت لوگ تو اسلامی دورِ حکومت کے دل وجان سے دشمن ہوکر سنگھ مہاراجہ اور اس کی مظفر سپاہ کی تشریف آوری پر خیر مقدم کہہ رہے تھے۔ بلکہ بہت سے مظلوم مسلمان لوگ بھی ایسے ظلم وستم کی حکومت کی بیخ کنی ہونے سے گھروں میں شادیانے کر رہے تھے۔ پس جنگ مذکورہ سے تیسرے دن خالصہ فوج کے علم کا پھریرہ حدود سرینگر میں ساکنانِ شہر کو اُڑتا ہوا نظر آیا اور تمام سنگھ سرداران ذوالاقتدار زیر سایۂ دہم کاب شہزادہ کھڑک سنگھ صاحب بہادر وہمراہی سردار فتح سنگھ وپنڈت بیربل فتح وفیروزی سے سری واہگوروجی کا خالصہ سری واہگوروجی کی فتح کے نعرے بلند کرتے ہوئے داخل سرینگر ہوئے اور مظلوم پنڈت بیربل

کے خویش واقربا اس کے یوں واپس آنے پر تہ دل سے مبارکبادیں اور خیر مقدم کہتے ہوئے اظہار خوشی کر رہے تھے +

باب بست و پنجم

پھر وہی قلعہ ہری پربت

آغاز داستان میں جبار خان نے قلعہ ھری پربت کے جس مقام پر کہ محفل رقص وسرود آراستہ کر کے بیگناہ بیچاری لکھشمی کے حق میں فتوائے قتل دیا تھا۔ اب اسی بارہ دری میں خالصہ سرداران کا دربار پُر بہار منعقد ہو رہا تھا +

ہاں یہ بھی یاد رہے۔ کہ ہمارے اس ناول کے باب انیسؔ میں پنڈت بیربر کی اہلیہ کی پیش گوئی جو عظیم خان کے دربار میں اُس نے جبراً مسلمان کئے جانے کا حکم سن کر زہر الماس سے جان دیتے ہوئے کی تھی۔ وہ پوری ہو چکی تھی۔ یعنے جس وقت کہ فوج خالصہ شہر سرینگر میں داخل ہو کر قلعہ ہری پربت پر قابض ہونیکے لئے روانہ ہوئے۔ تو چونکہ جبار خاں کے مجلسر اوغیرہ کے لوگ اس قلعہ میں ہی سکونت پذیر تھے۔ اور شاہی مال وخزانہ کے بھی یہیں مدفن ومقفل ہونیکی خبریں فوج خالصہ میں پہونچ چکی تھیں۔ تو سپاہ متعینہ قلعہ اور حملہ آور خالصہ بہادروں میں خواہ مخواہ کچھ چقمق ہو جانے سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ پس پھر کیا تھا یعنے بموجب پیشگوئی اہلیہ پنڈت بیربر ٹھیک کالی جی کے مندر کے پاس جو قلعہ ہری پربت کے دروازہ داخلہ کے بالمقابل واقع ہے بازار کشت وخون گرم ہوا۔ اور خون کی دھاریں بہتے ہوئے کالی درگا کی بھینٹ ہو رہی تھیں۔ بلکہ اس اتفاقیہ چھیڑ چھاڑ کا اثر قلعہ کے اندرونی حصہ تک بھی پہونچا۔ یعنے سردار فتح سنگھ صاحب کی نسبت (جو ہمراہ معتبران شاہی خزانہ قلعہ کی کنجیاں لیکر زرومال شاہی پر قابض ہونے کیلئے گئے تھے) کسی نے مشہور کر دیا۔

کہ وہیں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ پھر تو خالصہ سوار ہرگز جامہ میں سنبھل سکتے تھے اور اُن کے غضبناک انتقامیہ طاقت کا کون سد راہ ہو سکتا تھا۔ انہوں نے قلعہ کے اندر تمام مکانات شاہی محلسرا میں وہ لوٹ کھسوٹ مچادی۔ کہ جس کا حد و اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور زر و مال لوٹنے کے لالچ میں شاہی بیگمات و مستورات کی سخت بے پردہ دری خود بخود ہو رہی تھی۔ اب تمام محلسرا سے رونے پیٹنے چیخنے اور چلّانے کی دہشت ناک آوازیں آرہی تھیں مستورات کے سر کے بال بکھرے ہوئے بے پردگی کی حالت میں سراسیمہ و پریشان حال وہ باہر بھگنے کا راستہ ڈھونڈتے ہوئے ادھر اُدھر بے مدد کی حالت میں پھرتی تھیں۔ اور کئی ایک نہایت حسین و شکیل شہزادیاں اور اُن کی لونڈیاں سرینگر کے گلی کوچوں میں بھاگ بھاگ کر کے جان پہچان والوں کے گھر میں ٹھہرنے کے لیئے در بدر ہو رہی تھیں بلکہ اُن کے نوکر چاکر اس لوٹ و تباہی کے موقعہ کو غنیمت جان کر جو جو کسی کے ہاتھ لگتا لے کر راستہ لیتے تھے۔ افسوس ان عیش و نعمت کے پرورش یافتہ لوگوں کو کیا معلوم تھا۔ کہ ایک ایسا دن بھی انھیں دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور یہی قلعہ ہری پربت جسے وہ دائمی عیش و راحت کا مسکن و مامن بنائے سمجھی تھی۔ اُن کے لئے سخت رنج و مصائب کا مقام بن جائے گا۔ اور پھر پنجۂ دشمناں میں وہ اس طرح اسیر و مغلوب ہوں گے +

پس اس حالت میں جب سردار فتح سنگھ اور اُس کے ہمراہیوں کو اس ہنگامہ و فساد کی خبر پہنچی۔ تو وہ جھٹ موقعہ پر پہونچکر آتش فتنہ کو فرو کرنے لگے۔ اور تھوڑے عرصہ میں ہی تمام ہلچل اور شورش کو بند کر کے قلعہ کے اردگرد اور نیز اندرونی مقامات میں حفاظت کے پہرے تعینات کئے جانے سے پوری طرح پر حفظ و امن قائم کر دیا گیا +

اس جنگ و جدل میں کئی ... متعدد ... معروف بارودی

ہیں خالصہ سرداران بلند اقتدار زرق برق کا لباس پہنے شامل دربار تھے۔ اور ہر شخص ایک دوسرے کی بہادری اور لیاقت کے ذکر واذکار موزون طور پر کر رہا تھا+

سردار فتح سنگھ صاحب سفیر منتظم دربار تھے۔ اور تمام اہالیان دربار کو نشست مقررہ پر بٹھایا گیا۔ شہزادہ کھڑک سنگھ صاحب سرتاج خالصہ لشکر کی تشریف آوری کے منتظر تھے+

تھوڑے عرصہ کے بعد شہزادہ بلند اقبال ہمراہی سردار ہری سنگھ نلوہ و سرداران اٹاریوالہ اور مصر دیوان چند کے رونق افروز دربار ہونے پر تمام طرف خیر مقدم و مبارک بادوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور ہری پربت کی بلند چوٹی پر بجائے اسلام وعلیکم کے سری واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کے بلند نعرے سلامی اتواپ کی گونج کے ساتھ سنائی دینے لگے۔ پس معزز پنڈتان کشمیر مثل پنڈت بیربر صاحب وغیرہ کو اس وقت شہزادہ صاحب کے پیش خدمت کیا گیا۔ جنہوں نے نظرین پیش کر کے شرفیابی ملازمت حاصل کی۔ بعد پنڈت بیربر کو سفیر پنجاب نے پیش آنحضور کر کے اس کی دینداری اور خیر خواہی قوم کی تعریفیں کیں بلکہ چند عالی قدر سنگھ سرداران نے ہم زبان ہو کر کہا۔ کہ کشمیر سے بیربر کا سری مہاراجہ صاحب بہادر کے دربار عالی میں فریادی ہو کر پہونچا ہیں۔ اس ملک کی ہندو رعایا اور بالخصوص کشمیری پنڈتوں کے اسلامی نظم سے رستگاری کا باعث ہوا ہے۔ چنانچہ شہزادہ صاحب نے ازراہِ تلطف خسروانہ پنڈت بیربر کو خلعت فاخرہ بخشنے سے مشرف وسبارز کیا۔ اور نیز منصب اعلےٰ صاحب کاری پر بدستور سابق اسے بحال کر دیا جس سے تمام ہندو رعایا کشمیر اور بھی خوش وخرم ہو گئی۔

اب بالآخر حضرت جبار خان کی باری آئی جس کے ... مشکین باندھے ہوئے نہایت ابتر حالت و صورت میں سے باطلوم

کو بحالت قید خواجہ سرایاں نے جبار خاں کے سامنے دربار میں حاضر کیا تھا نہنگ سنگھ سپاہیوں کی جراحت میں جو سیاہ لباس و اونچی دستاروں میں ملبوس ہو کر برہنہ شمشیریں ہاتھ پکڑے تھے ۔ حاضر کیا گیا ۔ وہیت کے دیکھتے ہی نعرۂ نفرین بلند ہوئے اور تمام اہالیاں دربار کی حالت خاموشی میں ہلچل و سرسراہٹ پیدا ہوئی +

شہزادہ صاحب نے سردار فتح سنگھ سفیر کو عرض حال کرنے کے لئے ایما کیا + جسپر کہ سفیر نے بڑے ادب سے تعظیم کر کے گذارش کی ۔ کہ اے جناب شہزادہ صاحب بلند اقبال اس جبار خاں نے رعایا کشمیر پر وہ وہ سختیاں اور ظلم و ستم کے برتاؤ کئے ہیں کہ زبان بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتی چنانچہ اس نے چند ظلموں اور بے جا تشدد کے حالات مختصراً بیان کر کے ایک جانب اشارہ کیا ہی تھا ۔ کہ دربا شا پنڈت نے اپنی بیٹی لکھشمی کو جو شرم و حیا کا خداداد لباس پہنے نیم گھونگھٹ نکالے تھر تھراتے ہوئے جسم سے اپنے آپ پر بمشکل قابو پائے ہوئے تھی ۔ صاحبان دربار کے سامنے کھڑا کر دیا +

اس وقت دربار کی حالت پر کچھ اور ہی اثر پیدا ہوا ۔ سب لوگ حیران و ششدر ہو کر دیکھ رہے تھے ۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے ۔ سردار فتح سنگھ نے اس تمام کیفیت کو جو بیگناہ لکھشمی کی نسبت اسی مقام پر قتل کا حکم دے کر تہ خانہ ہری پربت میں بھیجے جانے کے متعلق ہوئی تھی ۔

بیان کیا جس کے سنتے ہی " شرم شرم ۔ لعنت لعنت " ! ! " ایسے ظالم کو ابھی قتل کرنا چاہئے " ۔ " نہیں نہیں اس کا بند بند جدا کرنا چاہئے نہیں نہیں اسے کتوں سے نچوانا چاہئے " ۔ کہ فقرات سرداران و معزز حاضرین دربار کے منہ سے بلا اختیار آہستہ آہستہ نکلنے شروع ہوئے ۔

دربا شا پنڈت " مہاراج لکشمی بھی کچھ عرض کرنا چاہتی ہے " جسپر

شہزادہ صاحب نے ایماً اجازت بخشی +

(لکھشمی ابتاش صورت ہیں) اُو بدبخت ملعون جبار خاں اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہوا ہے یا نہیں اور نشۂ حکومت کا خمار تیرے سر سے کافور ہوا ہے یا نہیں۔ تو دیکھتا ہے۔ کہ اس وقت میں جبکہ تو یہاں اس مقام پر بیٹھا ہوا احکامات جاری کر رہا تھا اور اب تیرے اس حال میں کچھ فرق آیا ہے۔ یا نہیں! اب بتا میری وہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے کہ نہیں۔!! نہیں نہیں کچھ کسر باقی ہے۔ کیونکہ ابھی تک تو اُس قلعہ کی خوفناک خیمہ تہ خانہ میں قتل ہونے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ اے! شیطان تو بتا اب وہ بے حیا سیفو ہیجڑا اور بدذات عبدالرحمان و تیرے دیگر معاونین کدھر ہیں۔ جو تیری نفس پرستی کے لئے بدخواہشات کے سامان مہیا کرنے کے بڑے بھاری آلہ اور ذریعہ بنے ہوئے تھے ہاں ہاں وہ تو فی النار و فی السقر اور دوزخ واصل ہو کر اپنی بُرائیوں کے پھل بھوگ رہے ہیں لیکن تجھے ابھی اپنے بداعمالوں و افعالوں کا معاوضہ ملنا شروع ہوا ہے وہ تیرے محلسرا کی شاہی بیگمات لونڈیاں اور خواجہ سراؤں کے غول کہاں ہیں۔ ہاں ہاں وہ تو کالی ماتا کی بھینٹ ہو چکے ہیں۔ یا دربدر خاک بسر بھاگ سے گر کر آوارہ گردی کے مزے لے رہے ہیں۔ لیکن تو بتا! کہ کیا اب اُس پری محل کے دُرگا پوجن کے موقعہ پر جو جوتھی دیوی سے پیشنگوئی کی تھی۔ وہ پوری ہوئی ہے یا نہیں! جیسے کہ آج سے (اس دن سے) برس کے پیچھے تیرے خاندانی جھگڑوں میں سخت فساد کی آگ مشتعل ہو۔ اور جب تو قریب المرگ حالت میں پہونچے تو پھر میں تجھے آنکھیں کھول کر درشن دونگی۔ اور تجھے بتلاؤنگی۔ کہ کیا دیوی دیوتاؤں کو یوں بلا کر حصول مراد وکامیابی کے لئے التجائیں کرنا کوئی لڑکوں کا کھیل ہے۔!! پس اب میں کھلے چہرے و آنکھوں سے تجھے درشن دے کر (خطاب کر کے) اپنے اس

وعدہ کو پورا کر چکی ہوں ۔ لکھشمی اسقدر کہہ کر خاموش ہو گئی +

شہزادہ صاحب نے مجرم جبار خاں کو جواب دینے کے لئے ارشاد کیا +

جبار خاں جواب کیا دیتا ۔ اُس کی زبان تکلم بالکل بند ہو چکی تھی ۔ اور اس بہادر جسیم السان کی اُس وقت عجیب حالت ہو رہی تھی ۔ وہ لکھشمی کی صورت جسے وہ عرصہ سے قتل کروا چکا تھا ۔

یوں حاضرین دربار میں استادہ دیکھنے سے سخت حیران و پریشان تھا ۔ اگر وہ کسی تنہائی کے مقام پر یا اور حالت میں لکھشمی کو دیکھتا تو وہ بالضرور یہی سمجھتا کہ لکھشمی کا مُردہ بُت بصورت چڑیل یا بھتنی کی کے جامہ میں منقلب ہو کر اُس کے سامنے آ کھڑا ہوا ہے ۔ یا اس کے دماغ و آنکھوں میں بوجہ کمزوری فتور آنے سے وہ خیالی شکل میں اُس کی گھوسٹ (بھُت) کو دیکھ رہا ہے ۔ الا اس قدر بھاری اجلاس میں لکھشمی کا ایستادہ ہو کر ایسے ہمکلام ہونا اور گذشتہ پیشینگوئیوں کے بیان دینا تو اُسکے لئے سخت حیرت و تعجب کا باعث تھا ۔ جبار خاں کے تمام چہرہ پر سیاہی و پریشانی کے بھیانک آثار نمودار ہو رہے تھے ۔ اور وہ ایسا خائف و حیران تھا ۔ جیسے کہ کوئی شخص دیو اجل کے پنجہ میں گرفتار ہو کر دم زدن میں راہ عدم کو سُدھارنے والا ہو ۔ یا اس کی گردن زدنی کے لئے شمشیر کی تیز دھار اسکی گردن پر آویزاں ہو کر صرف ضرب لگنے کی ہی کسر باقی ہو +

آخرکش شہزادہ صاحب نے حکم فرمایا ۔ ہاں اس ملعون ظالم کو بیشک اس ہری پربت کے اس خوفناک تہ خانہ میں جہاں یہ مظلوموں کو بھیجکر قربانیاں کروا تا رہا ہے ۔ گردن زدن ہونے کے لئے لیجاؤ اور ایسے خونخوار قاتل کا اُسی سوت قتل کیا جانا ہی مناسب ہے ۔ پس بہ تعمیل حکم جبار خاں کو تھنگ سنگھوں نے جو سپاہ لباس پہنے ہوئی الحقیقت فرشتہ ہائے اجل کی صورت میں

نظر آتے تھے۔ اپنے آگے دھر لیا۔ اور دھری پربت کے خوفناک تہ خانہ میں جس کی شکل اس ملعون نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ لیکن بیگناہ مظلوموں کو وہاں قتل کئے جانے کے لئے بھیج کر خوش ہوا کرتا تھا +

خاتمہ

اور

نتایج

پیارے ناظرین ہماری ناول کا خاتمہ ہوا۔ اور جسے مظلوموں کے حق میں خاتمہ بالخیر کہنا چاہیئے۔ کیونکہ قانون قدرت سے خاصۂ عدل و انصاف کے عمل میں آنے سے مظلوم کو ظالم کے سزایاب ہونے سے داد ملی ہے! اور پھر ظلم و ستم کی حکومت کے نتایج خطہ کشمیر کے حق میں یون برآمد ہوئے۔ کہ پیچھ راج کی سبھا اور دور فرمانروائی اس مملکت سے اُٹھ جانے سے رعایا کشمیر کی کایا امن و راحت میں پلٹ گئی +

لکھشمی اپنے ماں باپ کے پاس آرام و راحت سے ایام زندگی بسر کرنے لگی۔ اور فقیر راز دان صاحب اپنے فلسفانہ اور پوتر فاضلانہ خیالات کی دھن میں ہر وقت مست رہ کر گیاں دہیان کے سادھن سے عامل با عمل ہوکر سچدانند کی زندگی کو پراپت ہوئے +

جیسا کہ ہم نے آغاز داستان میں کہا تھا۔ کہ جور و ستم اور خونریزی کے زمانہ میں بھی ظلم و انصاف مروت وخودغرضی محبت و بیوفائی تعشق لوجدائی الغرض نیکی وبدی کے پھل د

نتائج کا ظہور انسانی فطرت کی مہمات اور قانون قدرت سے باہر نہیں ہو سکتا۔ پس یہ سب لکھشمی کی سرگذشت میں ویسے ہی عمل میں آیا۔ اور وقت مقررہ پر طلسم جہاں نے کھلکر اہل جہان کو اپنی اصلی حقیقت ظاہر کردی۔ یعنے جبار خان مع اپنے ہمنشین رُفقا اُمرا اور عبدالرحمان خاں جیسے مشیروں کے حکمرانی اور عزت واقبال مندی کے تخت سے گر کر جس طرح کہ اپنے اعمال وبدکردار کے لئے سزایاب ہوا وہ بھی چشم ناظرین نے ملاحظہ کرلیا۔ اور جن لوگوں پر کہ بے انصافی سے جبر و جزیہ کی قیدیں لگا اُن کی نیست ونابود کرنے کے لئے وہ اسباب مہیا کررہا تھا۔ اور جس طرح کہ دست غیب نے انہیں اپنے تحفظ وبچاؤ میں رکھ کر رستگاری ورہائی بخشی وہ بھی مطالعہ احوال سے منکشف ہوگیا ہے۔ چنانچہ پنڈت بیربر نے اب پھر صاحب کاری کے منصف پر پہونچ کر اپنے ملک وقوم کی خدمتگذاری کرنے سے شرف مرتبت حاصل کیا۔ اور اُس کے رشتہ دار وتعلق دار بھی مختلف عہدہ ہائے سلطنت پر مامور ہوکر کاروبار اہل کاری انجام دینے سے بدستور سابق اصحاب عزت نظر آنے لگے۔ الا خواجہ نور شاہ اور اُسکی پارٹی کے شیطان صفت اشخاص کا تو اب خطۂ کشمیر میں کہیں نام ونشان بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ پس یہ سب کچھ وقت مقررہ پر دست تقدیر سے انقلاب روزگار کی عمل میں آنے کے نتائج وظہور سمجھنے چاہیں۔ کیونکہ جس مہ جبین عقیل وشکیل شہزادی زینب کی آئندہ زندگی امیر عبدالرحمان جیسے بدخصلت شخص سے شادی ہوکر کس تصورت

وحالت میں بسر ہونی تجویز کی گئی تھی۔ اور رسم نکاح کی تکمیل میں کچھ دیر وعہلت باقی نہ تھی۔ وہی زینب اب سردار بلند اقتدار فتح سنگھ صاحب کے محلسرا کی رونق وزینت بن رہی تھی۔ اس کی ہر دو خواص مہتاب وگلاب زنامی بدستور سابق اس کی خدمتگزاری میں شب وروز حاضر تھیں۔ اور خود تفکرات زمانہ سے سبکدوش ہوکر اور پنجۂ ظالم سے رستگاری حاصل کرکے وہ سچے عشق ومحبت کے دسترخواں سے لطائف زندگی کے مزے لے رہی تھی۔

تمام شد

تھیٹریکل ڈرامے

نام کتاب	نام مصنف	قیمت اصلی	رعایتی
مار آستین عرف ہملیٹ	مصنفہ سید مہدی حسن خاں صاحب لکھنوی	۱۲ر	۵ر
رومی جولیٹ مشہور گلنار فیروز		۹ر	۴ر
گلستان صحت چندراولی بنیک نیت	......	۱۲ر	۴ر
مرچنٹ آف وینس عرف دلفروش	......	۱۲ر	۴ر
آئینہ سکندری عرف جام جہان نما	مصنفہ سید عباس علی صاحب	۸ر	۴ر
گروزینہ	......	۸ر	۴ر
مہاراجہ گوپی چند	......	۱۲ر	۴ر
آب ابلیس	مصنفہ منشی مراد صاحب	۸ر	۴ر
شہزادہ ممتاز	منشی دہنپت رائے صاحب	۸ر	۴ر
رکمنی منگل یا کرشن کمار ناٹک	......	۴ر	۲ر
آفتاب اجودھیا المشہور ہریچند	مشہور پارسی کمپنی کا ڈراما	۱۳ر	۴ر
قمرالزمان	......		
داؤ پیچ ناٹک	......		
لیلیٰ و نہار خوبی قسمت	......	۱۲ر	۴ر
دلیر دل شیر	......	۱۲ر	۴ر
نازان	......	۱۲ر	۴ر
زرفروش	نیا ڈراما نرائن سنگھ والا	۱۲ر	۴ر
سفید خون	......	۱۲ر	۴ر
نیز ہارمونیم استاد مصنفہ سنت رام قیمت ۱ر	مالن کی بیٹی	۱۳ر	۴ر

پتہ۔ بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب۔ لوہاری گیٹ لاہور

مخزن المفردات

المعروف

جوھر الادویہ

اس نام کی ایک کتاب حال ہی میں مسٹر ایم۔ ایس۔ جوھر۔ لاہور نے طیار کی ہے خاصکر حکیموں اور عطاروں کے لئے نہائیت ہی ضروری اور مفید مطلب کتاب ہے کیونکہ اسمیں ھر ایک ادویات کی تاثیر اور شناخت و استعمال وغیرہ ٹھیک ٹھیک درج ہے علاوہ اس کے ھر ایک چیز کی تشریح کرکے فائدہ نقصان ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کا ھر ایک گھر میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اس کی مطالعہ سے کئی قسم کی جڑی بوٹیوں کی شناخت خود بخود ہو جاتی ہے۔ ضخامت ۳۳۶ صفحے۔ تختی ۲۰×۲۶۔ قیمت رعایتی ۱۲/

غزلیات کی نئی کتابیں

گلدستہ سخن ۔ مرتبہ کانکی داس نادم۔ نظم کی بنظیر کتاب۔ ۱۶۰ صفحے قیمت رعایتی ۶/

بہار چمن اس مین آجکل کی نئی اور پورانی غزلیں درج ہیں۔ جو اکثر قوالی طرز پر گائی جاتی ہیں۔ قیمت صرف ۲/ (مرتبہ ایم۔ ایس جوھر)

بہار سخن اس میں مبعہ راگ کی غزلیں اور گانے بہت عمدہ عمدہ درج ہیں قیمت ۲/

بہار تھیٹر تھیٹر کے اعلےٰ اعلےٰ گانوں کا انتخاب کیا گیا ہے قیمت ۲/

نغمہ سخن ۔ قوالی کی طرز کی بہت سی غزلیں۔ قیمت صرف ۲/

شعلہ نور ۔ شعر اور مختلف غزلیں قیمت صرف ۲/ آئنہ جوھر سخن ۲۰/

ملنے کا پتہ:- بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

